بہ یاد علامہ سید سلیمان ندوی

یادگارِ سلیمان

مرتبہ

پروفیسر عبدالقوی دسنوی

ناشر

بہار اردو اکادمی، پٹنہ

سلسلہ مطبوعات ۲۰

© بہار اُردو اکادمی، پٹنہ

ملنے کا پتہ :

بہار اُردو اکادمی، 8B سری کرشنا پوری، پٹنہ 800001
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دلّی 110025
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنس بلڈنگ، بمبئی 400003
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اُردو بازار، دلّی 110006
انجمن ترقی اُردو بک ڈپو، اُردو گھر، راؤز ایوینو، نئی دہلی 110002

اور

مقامی بُک سیلرس

پہلی بار دسمبر سنہ ۱۹۸۴ء
قیمت 25 روپے

پرنٹر پبلشر محمد یونس سکریٹری بہار اُردو اکادمی نے لبرٹی آرٹ پریس، دلّی میں چھپواکر دفتر بہار اُردو اکادمی، 8B سری کرشنا پوری، پٹنہ 800001 سے شائع کیا۔

126001

ترتیب

چند باتیں ۵

پس منظر ۱۱

حیات : اہم تاریخیں اور واقعات ۱۹

سلیمانیات ۱۲۷

سلیمان نما ۲۰۵

تبرکات ۲۲۷

پیش لفظ

جب بہار اردو اکادمی نے سرزمینِ بہار کے مایۂ ناز فرزند علامہ سید سلیمان ندویؒ کی ولادت کی صد سالہ تقریب کے انعقاد کا فیصلہ کیا تو پروگرام میں ایک ایسا مجلّہ بھی شائع کرنا طے ہوا جس میں سیّد صاحبؒ کے حالاتِ زندگی، تصنیفات، مقالات اور دیگر معلومات کی نشان دہی ہو۔ ایسے مجلّہ کی ترتیب و تدوین وقت اور محنت چاہتا تھا۔ خوش قسمتی سے جناب عبدالقوی دسنوی (صدر شعبۂ اُردو، سیفیہ کالج، بھوپال) نے اس کام کی ذمہ داری قبول کر لی۔ انھیں اُردو کے کئی نامور شعرا کے اشاریے مرتب کرنے کا اچھا تجربہ ہے۔ اس اعتبار سے اور اس عقیدت کے لحاظ سے جو اُن کو اپنے ہم وطن بزرگ کی ذاتِ گرامی سے ہے "یادگارِ سلیمان" مرتب کرنے کے حقدار پروفیسر عبدالقوی دسنوی ہی ہو سکتے تھے۔ اس مجلّہ کی تیاری میں انھیں خاصی محنت کرنی پڑی، دن رات ایک کر کے انھوں نے معینہ وقت پر کام پورا کر دیا۔ اس کے لیے اکادمی اُن کی بہت شکر گزار ہے۔

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے جناب شاہد علی خاں ہمارے شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ایسے وقت میں مجلّہ کی اشاعت کی ذمہ داری لی جبکہ ملک اور خصوصاً دلّی کے حالات کافی حد تک نامساعد تھے۔

ہماری اکادمی کے خوش نویسان جناب ابوالکلام عزیزی، جناب سیّد محمد جلیل اور جناب عبدالرحمٰن صوفی نے "یادگار سلیمان" کی کتابت کا کام بڑی لگن کے ساتھ انجام دیے اور تصحیح کی ذمہ داری اکادمی کے اسسٹنٹ سکریٹری محمد نسیم احمد صاحب نے اُٹھائی، ہم ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

88 سری کرشنا پوری
پٹنہ۔
۱۴ نومبر ۱۹۸۴ء

سیّد شہاب الدین دسنوی
نائب صدر،
بہار اردو اکادمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند باتیں

اہل دسنہ کو اپنی چھوٹی سی بستی سے ہمیشہ سے بے حد محبت رہی ہے اس لئے وہ اپنی جنّت سے حضرت آدم کے برخلاف کبھی بھی ہمیشہ کے لئے نکلنا گوارا نہیں کرسکتے تھے وہ ہندوستان کے کسی گوشے میں رہتے ہوئے بھی دسنہ کو اپنا مسکن و ماویٰ متصور کرتے تھے چنانچہ بڑی سے بڑی ملازمت اور اچھے سے اچھے شہر میں رہنے کے باوجود اپنی چھٹیاں دسنہ ہی میں گزار کر سکون کی دولت حاصل کرتے اور خوشیوں اور مسرّتوں سے مالامال ہوتے —— بڑے شہروں کی بڑی آبادی عالی شان عمارات، دولت و ثروت کی ریل پیل، چہل پہل، تام جھام، رونقیں، زندگی کی آسائشیں اور گزر بسر کی آسانیاں، انھیں کسی قیمت پر بھی اپنی طرف مستقل طور پر متوجہ نہیں کر پاتی تھیں، اس لئے عام طور سے، سارے ابنائے قریہ دسنہ ہی کو بنانے،

سنوارنے، آباد کرنے میں مصروف رہتے تھے اور اسی کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے تھے، میرے والد ماجد (پروفیسر سعید رضا) کی نظر میں بھی عروس البلاد بمبئی دسنہ کے مقابلہ میں ایک نظر نہ بھایا وہ ملازمت کی مجبوری کی وجہ سے وہاں ضرور رہتے تھے لیکن ان کا دل اپنے محبوب گاؤں میں لگا رہتا تھا، چنانچہ ۱۹۳۴ء میں انھوں نے وطن عزیز ہی میں اپنا چھوٹا سا شہری قسم کا مکان بنانا شروع کیا اور ۱۹۳۶ء میں جب اس کی فرشی منزل تیار ہوگئی تو اپنے آبائی مکان سے اہل وعیال کے ساتھ وہاں منتقل ہوگئے۔ یہ زمانہ شاید اکتوبر کا تھا، مولانا سید سلیمان ندوی دسنہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر سید محمود بھی اس دوران میں کسی روز دسنہ آگئے تھے۔ والد صاحب نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر چار بجے شام میں اپنے نئے مکان میں سیرت کی مجلس منعقد کرائی تھی، جس میں ڈاکٹر سید محمود بھی شریک ہوئے۔ اس جلسے میں سید صاحب نے نہایت ہلکی اور سادہ زبان میں سیرت رسول اللہؐ پر تقریر کی۔ پہلی بار میں نے سید صاحب کو اس قدر قریب سے اور کافی دیر تک اسی موقع پر دیکھا تھا، اس مجلس کی تصویر دل پر اب بھی نقش اور ذہن کے نہاں خانے میں محفوظ ہے، اس کے کچھ عکس آج بھی تقریباً اڑتالیس سال گزرنے کے بعد مجھ پر عجیب کیفیت پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اس کی یاد میرے لئے "یاد ماضی عذاب" کی صورت نہیں ہے بلکہ مسرت اور فرحت کا باعث ہے۔ سید صاحب ٹھہر ٹھہر کر آہستہ آہستہ تقریر کر رہے تھے۔ درمیانہ قد، گداز جسم، روشن اور متبسم چہرہ۔ آنکھیں ذہانت، متانت، شرافت اور وسعت قلب کی امانت دار پیشانی چوڑی چمکیلی، ان کی شخصیت کی عظمت اور حشمت کی گواہ، سر پر سجی سجائی صاف وشفاف پگڑی مومنانہ جمال و وقار اور صوفیانہ انداز و ادا کی مظہر، جسم پر شیروانی، چہرہ، پُرنور داڑھی سے روشن تر۔ سید صاحب کی یہ تمام خصوصیات ہم جیسے کم عمر بچوں کے دلوں پر ایک خاص رعب اور مسرت کی کیفیت پیدا کر رہی تھیں۔ پھر تقریر کا انداز، بات کہنے کا سلیقہ، سمجھانے کا ڈھنگ حاضرین محو تھے۔ رسولؐ کی سیرت کا بیان سید صاحب کی شخصیت کا پرتو، دونوں سننے والوں کے دلوں میں اسلام سے عجیب قربت کا باعث بنی ہوئی تھیں۔ والد صاحب کا چہرہ چمک رہا تھا،

وہ بے انتہا خوش تھے۔ بڑے ابّا عبد الحفیظ ندوی تقریر میں گُم تھے۔ برادر محترم پروفیسر عبد الحی رضا میری طرح کبھی تحیر کبھی تجسس کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ جو عزیز و اقارب شریک محفل تھے عجیب کیفیت میں غرق تھے۔ اس کے بعد تو سید صاحب کو بار بار دیکھا اور جوں جوں عمر بڑھتی گئی، شعور پیدا ہوتا گیا، ہوش و حواس جواں ہوتے گئے، عقل و خرد میں پختگی آتی گئی، سید صاحب کی علمیت کا نقش، دل پر بیٹھتا گیا، شخصیت کا احترام بڑھتا گیا، ان کے کردار کی عظمت، قلب کو مسحور کرتی گئی، ان کی علمی و ادبی فتوحات اہل دسنہ کے لئے مسرت کا پیغام لاتی گئیں اور اُن کی شان اور فخر میں اضافہ کرتی گئیں۔

سیّد صاحب اپنے وطن دسنہ برابر آتے، اِن آنکھوں نے انھیں اپنے خوبصورت بلند و بالا، وسیع اور کشادہ بنگلہ نما مکان کی تعمیر میں مصروف دیکھا۔ اعظم گڑھ کے راج مستری تعمیر میں لگے رہتے۔ پھر ایک دَور آیا، جیرائن ندی کے اُس پار سید صاحب کو اپنے باغ کو سجانے میں مصروف پایا۔ اچھے اچھے لذیذ آموں کے درخت لگائے گئے اور پھر درخت بڑھے، پروان چڑھے اور پھلوں سے لدے۔ یہ سب منزلیں آئیں۔ سید صاحب خاص طور سے گرمیوں میں دسنہ آتے عصر کی نماز کے بعد باغ جاتے کچھ دیر، وہیں گزارتے اور باغ کی دیکھ ریکھ میں مصروف رہتے، مسرور ہوتے۔

کبھی کبھی دن میں الاصلاح لائبریری میں تشریف لاتے۔ ہم نوجوانوں سے گفتگو کرتے، بعض کتابیں اور مضامین پڑھنے کی طرف اشارہ کرتے۔ ایک بار ظہر کی نماز کے بعد تشریف لائے تو رسائل کے کمرے کا جائزہ لینے لگے۔ پوچھا وکیل کے شمارے کہاں ہیں۔ میں نے تمام جلدیں لاکر ان کے سامنے رکھ دیں۔ اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگے پھر بتایا کہ ابتدا میں اس میں ان کے مضامین شائع ہوئے تھے۔

انجمن الاصلاح کے جلسوں میں شریک ہوتے اور کبھی کبھی بعض نجی نشستوں میں بھی تشریف لے آتے تو محفل میں جان پڑ جاتی، شان بڑھ جاتی۔

سید صاحب کے قیام ہی کی وجہ سے اس زمانہ میں اس چھوٹے سے قریہ میں اہل علم کی آمد و رفت کا سلسلہ قائم ہو جاتا۔ مولانا شوکت علی، مولوی عبد الحق، مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی وغیرہ تشریف لائے اور اس بستی کو سربلند کر گئے۔

آخری ملاقات سید صاحب سے بمبئی میں ہوئی جب وہ حج سے واپسی پر بیمار پڑ گئے تھے اور اعظم گڑھ کے منشی عبد العزیز انصاری صاحب کے فلیٹ میں قیام کیے ہوئے تھے۔ منشی عبد العزیز صاحب، سید صاحب کے بے انتہا عقیدت مند تھے انھوں نے اس بیماری میں سید صاحب کی بڑی دیکھ ریکھ کی۔ سید صاحب بے حد کمزور ہو گئے تھے اس لئے آہستہ آہستہ گفتگو کرتے رہے، لیکن یقین اور اعتماد کے پیکر بنے رہے۔

۱۹۶۱ء میں جب میں بھوپال آیا تو اکثر یہاں کے لوگوں کو اقبال کے قیام بھوپال کا ذکر کرتے ہوئے پایا۔ جگر اور بھوپال کے تعلق پر بھی بار بار روشنی ڈالتے سُنا۔ اور یہ جان کر کہ میں سید صاحب کا ہم وطن ہی نہیں بلکہ اسی شجر کا ایک برگ کم مایہ بھی ہوں جس کے سید صاحب گل شگفتہ تھے۔ تو وہ لوگ ان کے بارے میں نہایت عقیدت اور احترام کے ساتھ اُن کی باتیں بتاتے۔ چنانچہ میں نے ان کا قیام جس مکان میں تھا اسے دیکھا، دیر تک عجیب کیفیت طاری رہی، خیالات کے تانے بانے نہ جانے کہاں کہاں پہنچاتے رہے۔ جس مسجد میں نماز پڑھتے تھے وہاں نماز پڑھی۔ موتی مسجد میں جہاں وہ نماز جمعہ ادا کرتے تھے بارہا گیا اور ان کو یاد کیا اور جذبات کی رَو میں بہتا گیا۔

ایم۔ اے کی تعلیم کے زمانے میں جب میں نے علامہ شبلی کا مطالعہ کیا تھا، تو سید صاحب کی ندوہ کی طالب علمی، الہلال سے تعلق، کلکتہ کے قیام، پونا کالج کی پروفیسری اور دار المصنفین کی تعمیر کے زمانے سامنے آئے۔ سید صاحب کی تعلیمی، علمی، ادبی، مذہبی اور کسی قدر سیاسی مصروفیات سے آگاہی ہوئی اور فکر و نظر سے باخبر ہوا۔

جشن اقبال میں اقبال کے مطالعہ نے سید صاحب کی عظمت کی کہانیاں بار بار

سُنائیں، اور اقبال کے سید صاحب سے متعلق اس طرح کے فیصلے سے آگاہ ہوا :

> "علوم اسلام کی جوئے شیر کا فرہاد آج ہندوستان میں سوائے سید سلیمان ندوی کے اور کون ہے۔"

اور اقبال کی اس تحریر نے :

> "آج سید سلیمان ندوی ہماری علمی زندگی کے سب سے اونچے زینے پر ہیں، وہ عالم ہی نہیں امیر العلماء ہیں، مصنف ہی نہیں، رئیس المصنفین ہیں، اُن کا وجود علم و فضل کا ایک دریا ہے جس سے سینکڑوں نہریں نکلی ہیں اور ہزاروں سوکھی کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں۔"

سید صاحب کی ہمہ گیر شخصیت سے باخبر کیا اور ان کے لئے اور زیادہ احترام اور عقیدت کا جذبہ بڑھایا۔

اِدھر چند سال سے مولانا ابوالکلام آزاد زیرِ مطالعہ رہے تو ابتداء میں سید صاحب اور مولانا آزاد ساتھ ساتھ چلتے نظر آئے۔ پہلے صحافتی زندگی میں، پھر سیاسی میدان میں، لیکن رفتہ رفتہ سید صاحب عملی سیاست سے الگ ہوکر علمی، ادبی اور دینی خدمت میں مصروف ہوجاتے ہیں اور "امیر العلماء" کا درجہ پا لیتے ہیں۔

میں نے غالب صدی میں "غالبیات" کے نام سے اشاریہ تیار کیا، "جشنِ انیس" میں "انیس نما" مرتب کرنے میں کامیاب ہوا، پریم چند صدی میں "دھنپت رائے نواب رائے پریم چند" پیش کیا، جشنِ صد سالہ اقبال میں "ہندوستان میں اقبالیات" میرے ہاتھوں مکمل ہوا۔ مولانا ابوالکلام آزاد پر بھی ایک اشاریہ زیرِ ترتیب ہے۔ دل میں طے کیا تھا کہ اب کوئی اشاریہ مرتب نہیں کروں گا، لیکن بار بار سید صاحب کا خیال آتا اور دل یہی کہتا کہ کسی طرح سید صاحب کا اشاریہ مرتب کرنے کا موقع فراہم ہوجائے اور ایسے حالات پیدا ہوجائیں کہ یہ کام بھی میرے ہاتھوں مکمل ہوجائے۔ چناں چہ جب بہار اُردو اکادمی نے یہ

کام مجھے تفویض کیا تو ایسا لگا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کی آواز سُن لی۔ "یادگارِ سلیمان" کی صُورت میں آج اپنی اس آرزو کو پوری ہوتے دیکھ رہا ہوں۔

سید صاحب کے مضامین کی فہرست مجھ سے کسی غیبی جذبے نے پہلے ہی تیار کرالی تھی، جس کے ساتھ ان کی بعض ابتدائی شاعری اور نثری تحریروں کی نقلیں بھی یکجا ہوگئی تھیں اس لئے "یادگارِ سلیمان" کی ترتیب دینے میں مجھے آسانی ہوگئی، لیکن اس کے باوجود بار بار اس کا احساس رہا کہ کچھ اور وقت مل جاتا تو اسے اور زیادہ مکمل اور مفید بنایا جاسکتا تھا۔ لیکن وقت کی کمی تھی۔ میں نے بہار اُردو اکیڈمی سے ستمبر ۱۹۸۴ء میں اسے پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا اس لئے اِدھر ستمبر ختم ہونے کو آیا اُدھر میں نے کام سمیٹنا شروع کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ معینہ مدت میں یہ کتاب بہار اردو اکیڈمی کو اشاعت کے لئے پیش کر رہا ہوں۔

میں بہار اُردو اکیڈمی کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس کے ایک فیصلے نے تقریب سلیمان کے موقع پر مجھ سے یہ کتاب مرتب کرادی۔ جس کا عام حالات میں امکان نہ تھا۔

"یادگارِ سلیمان" آپ کے سامنے ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامّل نہیں کہ اس میں بعض اندراجات شامل ہونے سے رہ گئے ہونگے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ اس میں بعض دوسری خامیاں بھی راہ پاگئی ہوں، قارئین سے گزارش ہے کہ وہ مجھے ان سے آگاہ کریں تاکہ اگر طبع ثانی کی صورت پیدا ہو تو ترمیم و اضافہ کرسکوں۔

مجھے اعتراف ہے کہ برادر محترم پروفیسر ڈاکٹر عبد المغنی رضا (صدر شعبۂ اردو مہاراشٹر کالج بمبئی) نے بعض ضروری مواد کی فراہمی میں ہمیشہ کی طرح اس کتاب کے لئے مدد کی ہے۔ میں اُن سب دوستوں اور عزیزوں کا شکر گزار ہوں جنھوں نے میرے اس کام میں دلچسپی لی اور ہر ممکن صورت سے میری مدد کی۔

عبد القوی دسنوی

شعبۂ اُردو، سیفیہ کالج، بھوپال

۲۴ ستمبر ۱۹۸۴ء

پس منظر

دسنہ، ریاست بہار کا ایک مشہور و معروف مردم خیز گانوں ہے۔ جو بہار شریف سے شمال مشرق میں آٹھ میل کے فاصلے پر آباد ہے۔ یہ گانوں آبادی کے لحاظ سے مختصر، دنیاوی مال و دولت کے اعتبار سے تہی دامن، لیکن علم کی قدر و قیمت سے آگاہ اور اس کی برکتوں کا معترف رہا ہے۔

یہ گانوں جرائین ندی کے کنارے آباد ہے جو برسات میں کبھی کبھی زبردست سیلاب کا باعث بنتی ہے جس کے نتیجہ میں گانوں ایک جزیرہ کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ اس کے چاروں طرف پانی کا سمندر موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارنے کا منظر اپنے اندر حُسن بھی رکھتا ہے اور دلوں میں خوف و ہراس بھی پیدا کرتا ہے۔ لیکن اس بستی کے لوگ سیلاب اور ہر طرح کے طوفانوں کا مقابلہ کرنا جانتے ہیں۔ یہاں ہندو بھی آباد ہیں اور مسلمان بھی، لیکن جب کوئی پریشانی آتی ہے، جب کسی سیلاب کی مصیبت سے یہ گانوں دوچار ہوتا ہے، جب کوئی زلزلہ اس کے حوصلے اور عزائم کو متزلزل کرنا چاہتا ہے تو سارے گانوں والے متحد ہو جاتے ہیں، متفق ہو جاتے ہیں۔ اور مل جُل کر سارے دُکھ درد کو بانٹ لیتے ہیں۔ مصائب کو ٹال دیتے ہیں اور مشکلات پر قابو پا جاتے ہیں۔

شادی بیاہ اور خوشی کے موقعوں پر بھی اسی اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ ہوتا رہا ہے۔

خوش حال لوگوں کے یہاں شادی ہو، یا غریبوں کے یہاں۔ پڑھے لکھے خاندانوں میں ہو یا اَن پڑھ گھرانوں میں، سب مستعد ہو جاتے ہیں، سب ایک ہو جاتے ہیں، سب مل کر برات کو خوش آمدید کہتے، سب مل کر اسے رخصت کرتے ہیں۔ عجیب کیفیت ہوتی ہے، عجیب عالم ہوتا ہے، مجھے بعض ایسی شادیاں یاد ہیں جن میں کئی دن تک بستی کے کم عمر بچے اور نوجوان صبح سے لے کر دیر گئی رات تک اس طرح کام کرتے تھے جیسے ان کے گھروں پر مہمان آئے ہوں۔ کھانا کھلایا، مہمان کی خاطر تواضع کی، لیکن خود کھانا گھر پر کھاتے رہے اور مہمان کو اس کا علم بھی نہیں ہونے دیا۔

یہاں اچھا خاصہ علمی، ادبی ماحول رہا ہے۔ بڑا کتب خانہ بھی تھا، بچوں کی تعلیم کے لئے مدرسہ بھی تھا اور مختلف انجمنیں بھی تھیں۔ یہاں روشن دماغ علماء بھی تھے، قدامت پسند افراد بھی اور سرسید تحریک کے ہمنوا بھی۔ یہاں کے باشندے مشرقی تعلیم کے ساتھ مغربی تعلیم کے نہ صرف دلدادہ رہے بلکہ وہ اسے اس دور کے لئے اہم سمجھتے تھے، چنانچہ مغربی تعلیم میں یہ کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ یہ گاؤں کب آباد ہوا؟ اس کے بارے میں ابتک بہت زیادہ نہیں معلوم ہو سکا۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ:

> "مورثِ اعلیٰ، مشہد مقدس سے شہاب الدین غوری کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے۔ اُن کی اولاد میں ایک بزرگ میر حسن، عہد اکبری سے کچھ پہلے بہار شریف تشریف لائے اور دسنہ میں قیام کیا اور عہد اکبری کے مذہبی و سیاسی فتنہ دین الٰہی میں شہادت پائی[1]۔"

میر حسن کے ایک صاحبزادے میر عثمان دسنہ میں بس گئے، میر عثمان کے اکلوتے بیٹے میر سلیمان تھے **انھیں** میر سلیمان کے دو بیٹے میر صدر الدین اور جان محمد تھے جن کے بارے میں مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

---

[1] حیات سلیمان: از سید شاہ معین الدین ص ۱

> "یہاں کے سادات دو مانجائی سید بھائیوں کی اولاد ہیں جن میں ایک صاحب کا نام سید صدر الدین اور دوسرے بزرگ کا نام سید محمد جان تھا، اوّل الذکر کے غیر معمولی دینی حالات سے متاثر ہو کر بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں کے حاکم نے دلّی سے جاگیر کا فرمان حاصل کر کے اُن کی خدمت میں اس کو پیش کیا، سید صاحب ممدوح نے اس شاہی عطیہ کو قبول نہ فرمایا۔ سید جان محمد صاحب جو اس وقت موجود نہ تھے، اُن کو جب اس کی خبر ملی تو اپنے بڑے بھائی کے اس طرزِ عمل پر افسوس کے بعد حکومت میں دوبارہ کوشش کر کے فرمان حاصل کیا۔ اس فرمان کے رُو سے کچھ زمین موضع دسنہ میں اور کچھ دوسری جگہ جاگیر میں داخل ہوئی، سید جان محمد صاحب نے اگرچہ یہ جاگیر اپنی کوشش سے حاصل کی تھی لیکن اپنے بڑے بھائی کی اولاد کو بھی برابر شریک قرار دے کر جاگیر کو دونوں بھائیوں کی اولاد پر تقسیم کر دیا[1]۔"

اِن دونوں بھائیوں کی آمد سے پہلے اس گاؤں کی تاریخ کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ کبھی کبھی کھدائی کے وقت بودھ اور جین کے آثار پتھروں، مورتیوں اور اینٹوں کی شکل میں نکلتے رہتے ہیں۔ جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کبھی بودھ اور جین دھرم کے ماننے والوں کا گہرا تعلق اِس علاقہ سے رہا ہوگا۔

ان دونوں بھائیوں کی اولاد نے اور ان کی اولاد سے پہلے جو خاندان یہاں آباد تھے ان کے وارثوں نے، خاندان ملوک نے اور کچھ دوسرے خاندان جو بعد میں یہاں آ کر بس گئے۔ سب نے مِل جُل کر اس بستی کو پھلنے پھولنے اور سرسبز و شاداب رکھنے میں بھرپور حصہ لیا ہے۔ چنانچہ ماضی میں یہاں طبیب، عالم، منجم، حافظ، داستاں گو پیدا ہوئے جن میں حکیم سید امجد حسین، حکیم سید

---

[1] سید الملّت کی مکتبی زندگی : مناظر احسن گیلانی : سلیمان نمبر ریاض کراچی مارچ ۱۹۵۴ء

احمد حسین، حکیم محمد سیر عرف حکیم محمدی، حکیم سید محب الحق، مولانا محمد یعقوب، مولوی سید عبدالکریم، حاجی سید وزیر الدین، حافظ سید تجمل حسین وغیرہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے بعض صاحب تصنیف ہوئے ہیں ان کے بعد سے صاحب علم اور صاحب نظر حضرات کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

اس گاؤں کی شہرت و عزت میں اضافہ جہاں علمی اور تعلیمی فتوحات سے ہوا ہے وہاں اس کے عظیم کتب خانہ الاصلاح کو بڑی اہمیت حاصل تھی جس نے ایک ہندوستان کے اہل علم کو اپنی طرف متوجہ کر دیا تھا۔

اس کتب خانہ کی بنیاد ۱۸۹۹ء میں معمولی طریقہ سے ڈالی گئی تھی، جس میں ابتدا میں چند درسی کتابیں اور ایک ٹوٹی ہوئی دیواری الماری تھی، لیکن اہالیان دسنہ کی دلچسپی، قربانی، لگن اور ذوق و شوق نے دیکھتے دیکھتے اسے عظیم الشان کتب خانہ کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ جس میں کئی ہزار منتخب کتب، قلمی نسخے، قیمتی رسائل اور اخبارات کی مکمل جلدیں محفوظ ہو گئی تھیں۔ مولوی عبدالحق بابائے اردو نے اس کتب خانہ سے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا:

> "اردو داں طبقہ کو اس لائبریری کے ارکان و منتظمین کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انھوں نے اردو زبان کی کتابوں کا ایسا اچھا سرمایہ جمع کیا اور اسے محفوظ رکھا اور لوگ اس سے مستفید ہوتے رہے۔ میں بھی اس کتب خانے میں دو بار حاضر ہوا اور یہ دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ مطبوعہ کتابیں نیز مخطوطات بڑی احتیاط اور خوش ترتیبی سے رکھی ہیں، اور ان کی کامل حفاظت کی جاتی ہے میں نے بھی اس لائبریری کی بعض کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور یہ دیکھ کر خاص طور پر خوشی ہوئی کہ علاوہ کتابوں کے اخبار اور رسالے بھی حفاظت سے رکھے ہیں۔ یہ بات میں نے اردو کے کسی دوسرے کتب خانے میں نہیں دیکھی[1]۔"

---

[1] خط بنام عبدالقوی دسنوی: ایک اور مشرقی کتب خانہ ص ۶

مولوی عبدالحق بابائے اردو کے علاوہ، مولانا شوکت علی، ڈاکٹر راجندر پرشاد، مولانا عبدالسلام ندوی، ڈاکٹر سید محمود، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، اچاریہ کرپلانی، مولانا عبدالماجد دریابادی اور ڈاکٹر ذاکر حسین جیسی عظیم شخصیتیں بھی اس کتب خانہ کو دیکھنے آچکی ہیں، ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اپنے تاثرات کا اس طرح اظہار کیا تھا:

> "آج مجھے دسنہ کتب خانہ دیکھنے کا موقع ملا، دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی، اُردو کے پُرانے رسالوں اور اچھی سے اچھی کتابوں کا ذخیرہ یہاں موجود ہے۔ اس کے علاوہ قلمی کتابوں کا بھی ایک ذخیرہ ہے۔ یہ سب یہاں کے باشندگان نے اپنی ہمت اور علمی ذوق سے کیا ہے، مکان بھی تیار ہوگیا ہے۔ مگر اب اس کے بڑھانے کی ضرورت ہے اور اس کی کوشش بھی ہو رہی ہے مگر ابھی روپیہ کی کمی ہے۔ امید ہے کہ کسی امیر کا خیال اس طرف جائے گا اور سبھی کمی دور ہو جائے گی، دیہات کے بیچ میں اس طرح کا کتب خانہ قائم کرنا اور اس کو چلاتے رہنا اور برابر اس میں اضافہ کرتے جانا خرچ کا باعث ہے اور یہ بڑی خوشی کا مقام ہے کہ یہاں کے باشندگان اس بار کو ڈھو رہے ہیں۔ میں سب کو مبارکباد دیتا ہوں[1]۔"

ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب سب سے آخر میں یہاں تشریف لائے اور بے حد متاثر ہوئے، ان کے خیالات ہیں:

> "ایک مدت سے خواہش تھی کہ دسنہ جا سکوں۔ بہت سے عزیز دوستوں کا وطن ہے اور پھر یہ کہ سید سلیمان صاحب مرحوم جیسا جلیل القدر بزرگ اسی خاک سے اُٹھا تھا۔ افسوس کہ سید صاحب مرحوم کے سامنے حاضری کا موقع نہ ملا۔ اب پچھلے دسمبر[2]

---

[1] ایک اور مشرقی کتب خانہ: عبدالقوی دسنوی ص ۶
[2] ۲۹ دسمبر ۱۹۵۷ء

> کو جا سکا، بہت سے احباب دیرینہ سے ملاقات ہوسکی اور کتب خانۃ الاصلاح کو دیکھنے کا موقع مل گیا۔ بہت سے کتب خانے خالی روپے کے زور سے بنتے ہیں، یہ شوق دانش اور ذوق علم کے زور پر بنا ہے۔ ذخیرے کے جمع کرنے میں علمی تحقیقاتی نظر کارفرما دکھائی دیتی ہے۔ رسالوں کا مجموعہ تو بہت ہی اچھا مشکل سے اور جگہ ہوگا، بعض نادر مخطوطے بھی ہیں۔"

یہ دسمبر ۱۹۵۷ء کی بات ہے۔ پھر حالات ایسے پیدا ہوگئے کہ اہل دسنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کتب خانہ کو جو ان کو جان کی طرح عزیز تھا خدابخش اورینٹل لائبریری پٹنہ میں منتقل کردیا جائے، تاکہ یہ قیمتی ذخیرہ محفوظ ہوجائے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب سے رہنمائی اور مدد لی گئی، چنانچہ انھیں کی کوششوں سے ۱۷ جولائی ۱۹۶۰ء کو یہ کتب خانہ پٹنہ منتقل ہوگیا۔

دسنہ آج بھی آباد ہے، کتب خانہ کی عمارت بھی موجود ہے جو آغوش میں ہزاروں کتابیں بھی رکھتی ہے، گاؤں والے بھی ہیں، کچھ ترقی بھی ہو رہی ہے، بجلی کے قمقموں سے تاریک جھونپڑے روشن بھی ہوئے ہیں۔ جیرائین ندی بھی ہے جس کی سوکھی ریت پر گرمیوں کی راتوں میں بچے آج بھی کھیلتے ہیں، اور دودھیا چاندنی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس میں طوفانی سیلاب بھی آتے ہیں جو برسات میں اسے جزیرہ اب بھی بنا دیتے ہیں۔ اس کے چاروں طرف باغات میں اب بھی جاڑوں میں امرود اور گرمیوں میں آم آتے ہیں، اس کے کھیت اب بھی ہریالی سے لہلہا اُٹھتے ہیں اور کسان اب بھی خوشی سے ملہار گاتے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اب یہاں وہ رونق، وہ دھوم دھام، وہ جوش و خروش اور اُمنگیں نہیں رہی ہیں۔ آزادی کے بعد بہت سے گاؤں جاگ اُٹھے ہیں، اور ترقی کی منزل پر جا لگے ہیں لیکن یہ گاؤں نہ جانے کیوں ہنستے ہنستے اُداس ہوگیا ہے:

آں دہِ کوچک کہ مردم خیز بود
در بہارِ اُو خـزاں آید ہمی[1]

---

[1] پروفیسر سید سعید رضا کی "دسنہ" پر طویل نظم کا ایک شعر ہے۔

حیات : اہم تاریخیں اور واقعات

۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء[1] مطابق ۲ صفر ۱۳۰۲ھ کو دسنہ، ضلع نالندہ (بہار) میں حکیم سید ابوالحسن کے گھر میں بیٹا پیدا ہوا۔ دادا حکیم سید محمدی نے تاریخ ولادت فارسی میں کہی:

چون جستیم تاریخ او از خرد یکایک سروشے ز تاریخ و سال
بگفتا کہ بیدار شد مصرعہ "شدہ مہر تاباں ز برج کمال"[2]
۱۳۰۲ھ

لڑکے کا نام ابونجیب رکھا گیا جو بعد میں سید سلیمان ندوی یا صرف سیّد صاحب کے نام سے مشہور ہوا۔ ابتدائی تعلیم مولوی سید مقصود علی اوکھدوی سے پائی۔

بڑے بھائی مولوی سید ابوحبیب نے فارسی کی درسیات، اور عربی میں میزان، منشعب زبدہ، صرف میر، فصول اکبری شرح مُلّا جامی تک کی تعلیم دی[3]۔

مولانا سید صاحب کی زندگی میں "تقویۃ الایمان" پہلی کتاب تھی جس نے انھیں بچپن میں دین حق کی باتیں سکھائیں۔ وہ خود فرماتے ہیں:

" اور ایسی سکھائیں کہ اثنائے تعلیم و مطالعہ میں بیسیوں آندھیاں آئیں کتنی دفعہ

---

[1] حیات سلیمان کی چند جھلکیاں: عبدالقوی دسنوی: مہر نیمروز کراچی اگست ۱۹۶۰ء ص ۱۰

[2] حیات سلیمان: ص ۴

[3] 〃 : ص ۴

خیالات کے طوفان اُٹھے مگر اس وقت جو باتیں جڑ پکڑ چکی تھیں اُن میں سے ایک بھی اپنی جگہ سے نہ ہل سکیں۔[4]

ابتدائی دنوں میں چند اسباق مولانا بشارت کریم (استھانواں) سے بھی پڑھے۔[5]

۱۸۹۸ء میں چند ماہ اپنے والد حکیم سید ابوالحسن کے ساتھ اسلام پور میں رہے۔[6]

اسلام پور کے بعد سید صاحب پھلواری شریف بھیج دیئے گئے جہاں :

"..... انھوں نے مولانا شاہ محی الدین پھلواروی سے جو اس زمانہ میں نئے نئے فارغ ہوئے تھے اور حدیث کا دورہ کر رہے تھے ہدایہ اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاکوی سے شرح تہذیب پڑھی۔[7]"

پھلواری شریف میں ہی "سب سے پہلے مولوی عبدالحلیم شرر کا ناول منصور موہنا پڑھا اور جب کتاب ختم کی تو خوب پھوٹ پھوٹ کر رودیا۔[8]"

۱۸۹۹ء میں سید صاحب مدرسہ امدادیہ دربھنگہ تعلیم کے لئے بھیج دیئے گئے۔[9]

۱۹۰۱ء میں اپنے حقیقی پھوپھی زاد بھائی مولوی محمد احسن کے ہمراہ ندوہ کے لئے روانہ ہوئے۔

ندوہ میں داخلہ کے سلسلہ میں سیّد صاحب نے تحریر کیا ہے :

"راقم الحروف شوال ۱۳۱۹ھ مطابق فروری ۱۹۰۱ء میں دارالعلوم ندوہ میں داخل ہوا تھا۔[10]"

۱۹۰۲ء۔ "پہلا موقع ہے کہ میرے ہوش و حواس کے کانوں نے مولانا شبلی کا آوازہ

---

[4] میری محسن کتابیں۔

[5] [6] حیات سلیمان : ص ۶ [7] ایضاً ص ۷

[8] معارف جولائی ۱۹۵۰ء ص ۶۰ [9] حیات سلیمان : ص ۸

[10] حیات شبلی : سید سلیمان ندوی ص ۳۹۰ حاشیہ۔

سُنا، امرتسر سے جب مولانا واپس ہوئے تو لکھنؤ آکر ٹھہرے اور میں نے سب سے پہلی دفعہ ان کی زیارت کی[11]۔"

"ہم لوگ اس وقت مولانا فاروق صاحب (چریاکوٹی) سے فلسفہ و منطق کی چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھتے تھے[12]۔"

سید صاحب کو طالب علمی کے زمانے ہی سے پڑھنے لکھنے کا بڑا شوق تھا مولوی عبدالباری بیان کرتے ہیں:

"سید صاحب کو طالب علمی ہی کے زمانہ سے پڑھتے اور کتب بینی کرتے، اپنے ساتھیوں کے مقابلہ میں زیادہ پایا۔ ہر طرح کی چیزیں پڑھتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ خوب چبا چبا کر ہضم کرتے ہیں، طلسم ہوش رُبا تک کو اسی توجہ سے پڑھا تھا، چندہ کے ایک وفد میں ساتھ تھا۔ یاد نہیں کیا صورت پیش آئی کہ کئی میل پیدل چلنا پڑا، غالباً کچھ پانی بھی برس رہا تھا۔ اس عالم میں وہ طلسم ہوش رُبا اس طرح سناتے جاتے تھے جیسے کتاب پڑھ رہے ہوں۔ پورا راستہ تفریح بن گیا[13]۔"

خود سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"۔۔۔۔ خاکسار کو چونکہ بچپن سے ادب کا شوق تھا۔ اس لئے دارالعلوم میں اس زمانے کے جو عربی اخبارات "المؤید" اور "اللواء" وغیرہ آتے تھے ان کو پڑھا اور ان کے معنی حل کیا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے میں نے طالب علمی میں ایک بڑے امتحان میں کامیابی حاصل کی، جس کا واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۰۲ یا ۱۹۰۳ء میں جب مولانا شاہ سلیمان صاحب دارالعلوم میں

---

[11] حیاتِ شبلی: ص ۳۹۰ [12] ایضاً ص ۳۹۱ [13] سلیمان نمبر معارف ص ۸۲-۸۳

مقیم تھے نواب محسن الملک مرحوم دارالعلوم دیکھنے آئے میں نے ان کی شان میں عربی قصیدہ پڑھا جس کو سُن کر انھوں نے فرمایا، میں دارالعلوم کی عربی دانی کا قائل اس وقت تک نہیں ہوں گا، جبتک یہ جان نہ لوں کہ یہاں کے طالب علم عربی اخبار سمجھ سکتے ہیں؟ چنانچہ المؤید یا اللواء کا ایک پرچہ منگوایا گیا اور مجھ سے ایک مضمون کی طرف اشارہ کرکے پڑھنے کو کہا گیا، میں نے جب اس کو صحیح پڑھ کر اس کا صحیح مطلب بتادیا تو نواب صاحب بے انتہا خوش ہوئے اور اس کو دارالعلوم کا خاص امتیاز سمجھا۔

اس کامیابی نے مجھے جدید عربی کو سمجھنے اور اس کی مشکلات کے حل کرنے کی طرف پہلے سے زیادہ متوجہ کردیا۔[۱۴]"

"تعلیم و درس کے ساتھ علم و ادب کے ہر شعبہ سے ان کو یکساں دلچسپی تھی۔ طلبہ کی انجمن دارالمکالمہ میں پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ اکثر اردو میں کبھی کبھی عربی میں تقریر کرتے تھے۔ مضمون نگاری کی مشق بھی جاری تھی۔ چنانچہ ۱۹۰۳ء میں ایک مضمون "علم اور اسلام" کے عنوان سے اپنے وطن دسنہ کی انجمن الاصلاح[۱۵] میں پڑھا، جو بہت پسند کیا گیا۔[۱۶]"

۱۹۰۲ "خاتونوں کی تعلیم" سید صاحب کا پہلا مضمون دو قسطوں میں ۲ جون و ۵ جون کے اپنچ، پٹنہ میں شائع ہوا۔

دسمبر ۱۹۰۲ء کے مخزن لاہور میں سید صاحب کا مضمون "آخر وقت" شائع ہوا جس کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے:

---

[۱۴] حیات شبلی: ص ۳۲۲
[۱۵] باشندگان دسنہ کی ایک تعلیمی اور سماجی تنظیم جس کا ہر سال باقاعدہ جلسہ ہوا کرتا تھا۔
[۱۶] حیات سلیمان: ص ۱۷ (معارف جولائی ۱۹۵۰ء)

"یہ پہلا رسالہ تھا جو میرے علمی و ادبی ہوش و تمیز کے عہد میں نکلا اس کو دیکھ دیکھ میری طبیعت نے بھی جولانی دکھائی اور اس روش پر بے اختیارانہ قدم پڑنے لگے۔ "وقت[۱۶]" کے عنوان سے عمر میں پہلا مضمون لکھا جس نے مخزن کے صفحات میں جگہ پائی۔ اس کے بعد ایک نظم لکھ کر بھیجی جو انتخاب میں نہ آئی کہ میں کبھی اچھا شاعر نہ تھا۔ لیکن اس کے بعد "حماسہ" میرے درس میں تھی ایک مضمون "معشوقۂ عرب[۱۷] کی یاد میں" لکھا، جس کو پھر مخزن نے قبول کیا[۱۸]۔"

لیکن سید صاحب مخزن میں "نظم" نہ چھپنے کی وجہ سے بد دل نہیں ہوئے انھوں نے شاعری کا سلسلہ جاری رکھا۔ اُن کی یہ پہلی مطبوعہ غزل "بہار" بانکی پور (پٹنہ) کے اگست ۱۹۰۳ء کے شمارے میں ملتی ہے۔ اس زمانے میں سید تخلص فرماتے تھے:

شعلۂ غم پس مردن جو بھڑک جاتے ہیں
سنگ ہائے لحدِ کشتہ چٹک جاتے ہیں
ایسی توبہ سے تو بہتر ہے نہ توبہ کرنا
اور توبہ سے یہ میخوار بہک جاتے ہیں
یوں تو آتے ہی نہیں جو وہ آتے بھی ہیں
زخم پُر ادر نمک میرے چھڑک جاتے ہیں
کچھ تو ڈریئے کہ میرے سینے سے ہر دم نالے
داد خواہی کے لئے سوئے فلک جاتے ہیں

---

[۱۶] آخر وقت [۱۷] مخزن لاہور مارچ ۱۹۰۵ء

[۱۸] "میری اور مخزن کی تاریخ" مخزن لاہور سالگرہ مارچ ۱۹۲۹ء

کیا کہیں ہم کو مزہ کیا ہے مئے اشک میں بھی
آنسو پی جاتے ہیں جب رونے سے تھک جاتے ہیں
کیا کروں اس میں تو میری کوئی تقصیر نہیں
آپ آنکھوں سے میری اشک ٹپک جاتے ہیں
قطرہ خون جگر ہجر میں ان کے سیّد
اشک بنکر میری آنکھوں سے ٹپک جاتے ہیں

دوسری غزل جو اسی رسالہ "بہار" کے نومبر ۱۹۰۳ء کے شمارے میں جگہ پائی یہ ہے :

خلق میں بدنام میرا نام ہے   عشق کرنے کا یہی انجام ہے
عاشقِ گیسو و رخ کو کیا خبر   کفر کیا ہے اور کیا اسلام ہے
مجھ سا کوئی بھی نہیں اہل وفا   مرتے دَم تک لب پہ تیرا نام ہے
خود جفاؤں سے تم اپنی پوچھ لو   کیوں کسی کی لاش پہ کہرام ہے
دل ہمارا غم کا عادی ہو گیا   بے قراری جب سے ہے آرام ہے
خود بتاتی ہے لحد کی بے کسی   یہ مزار عاشقِ ناکام ہے
لاش پہ سیّد کے بولی بے کسی   عاشقی کا بس یہی انجام ہے

غزل کے ساتھ کبھی کبھی نظم بھی کہتے رہے ۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو انجمن الاصلاح (دسنہ) کے سالانہ جلسہ میں ایک ترکیب بند پڑھا جس میں مسلمانوں کی پستی اور زوال پر نہایت پُردرد لہجہ میں اس طرح روشنی ڈالی ہے :

ہند کی ہائے ہوا راس نہ آئی ہم کو   جب سے ہم آئے یہاں کھوگئی قومی عزت
اب کہاں ہائے کتب خانہ مصر و بغداد   ہائے کس دیس میں چھوڑ آئے وہ اگلی وقعت
اب کہاں قرطبہ و اندلس و بیت الحمرا   سوئے ہیں خوف سے اسلاف درون تربت[۱۹]

---

[۱۹] اسپیچ پٹنہ ۶ نومبر ۱۹۰۴ء

۲۶ جنوری ۱۹۰۶ء کو دوسرا ترکیب بند الپنچ (پٹنہ) میں شائع ہوا جس میں اپنے وطن کے متعلق انھوں نے اپنے تاثرات اس طرح پیش کیے ہیں :

جس نے دیکھا ہوگا پہلے آج سے دسنہ کا حال
اس کے دل میں تو کبھی آیا نہ ہوگا یہ خیال
ایک دن اس چھوٹی سی بستی کا چمکے گا نصیب
یعنی اس قریہ میں ہوگا مجمع اہل کمال
تختہ گلزار ہو جائے گی یہ بنجر زمین
ماہ کامل ایک دن ہو جائے گا بڑھ کر ہلال

ستمبر ۱۹۰۴ء میں مولانا شبلی نعمانی حیدر آباد سے لکھنؤ تشریف لائے اور" دو تین ہفتہ دار العلوم ندوۃ العلماء کی پرانی عمارت میں جو بعد میں "خاتون منزل" کے نام سے مشہور ہوئی مولانا نے قیام کیا۔ اسی موقع پر سید صاحب کی ان سے پہلی ملاقات ہوئی، حیات شبلی میں وہ لکھتے ہیں:

> "یہ پہلا موقع تھا کہ خاکسار اور مولوی ضیاء الحسن صاحب علوی جو ندوہ میں زیر تعلیم تھے مولانا کے حلقہ میں بیٹھے اور مولانا نے اپنی بزرگانہ شفقت سے نوازا، مولوی محمد امین صاحب خلف مولانا محمد فاروق صاحب چریاکوٹی بھی اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ان دنوں ندوہ میں ٹھہرے تھے، وہ بھی حاضر رہتے تھے اور ان ہی نے سب سے پہلے مولانا سے مجھے روشناس کرایا۔[۲۰]"

نومبر ۱۹۰۴ء کے آخر میں مولانا شبلی حیدر آباد چلے گئے تو انھیں دنوں سید صاحب کے ایک عزیز مولوی عبد الحکیم رحمانی نے سید صاحب کے متعلق ان سے دریافت فرمایا تو

---

[۲۰] حیات شبلی : ص ۴۰۰

مولانا شبلی نے انھیں لکھا:

> "ملازمت نے مجھے حیدر آباد آنے پر مجبور کیا، مولوی سید سلیمان چند روز تک میرے ساتھ رہتے تو اچھا ہوتا، وہ جوہرِ قابل ہیں۔[۴۱]"

مولانا شبلی نے فروری ۱۹۰۵ء میں حیدر آباد کی ملازمت سے مستعفی ہو کر پہلے وطن پھر لکھنؤ تشریف لے آئے تو دار العلوم کے طلبہ نے بڑی خوشی کا اظہار کیا، سید صاحب نے اس موقع پر فارسی میں قصیدہ کہا ابتدائی تین شعر یہ تھے:

بدہ ساقی مئے کو بفگند جلبابِ ظُلمانی　　خرد را نور بخشد از چراغ طور ایمانی
مئے کز جرعہ اش رونق فزاید لفظ ومعنی را　　دہد تیغ زباں را جوہر تیغ صفاہانی
مپرس افسانۂ دارا و اسکندری بافند　　مپرس از دفتر پا این حکمت ہائے یونانی[۴۲]

مارچ ۱۹۰۶ء ندوہ کا گیارھواں اجلاس بنارس میں منعقد ہوا جس کی ایک خصوصیت علمی یادگاروں کی نمایش تھی اس میں پہلی مرتبہ طلبہ نے تقریریں کی تھیں سید صاحب لکھتے ہیں:

> "علمی حیثیت سے یہ جلسہ کامیاب ہوا۔ اس علمی نمایش کی روداد خود مولانا کے قلم سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے الندوہ مارچ، اپریل، مئی ۱۹۰۶ء) اس میں اس کی خصوصیات پوری تفصیل سے مذکور ہیں، اسی جلسہ میں مولانا نے پہلی دفعہ طلبہ سے مجمع عام میں تقریریں کرائیں اور ان کو پیش کر کے آخر میں یہ شعر پڑھا۔
>
> لختے بر داز دل، گذرد ہر کہ ز پیشم　　من قاش فروش دل صد پارۂ خویشم
>
> اس جلسہ میں خاکسار اور مولوی عبد الباری بہاری مرحوم نے تقریریں کیں[۴۳]۔"

اسی زمانے میں مولانا حمید الدین صاحب نے تعطیل کے دوران میں ندوہ میں چند

---

[۴۱] حیاتِ شبلی؛ ص ۴۰۰　[۴۲] حیات سلیمان: ص ۲۲　[۴۳] حیاتِ شبلی: ص ۴۴۹ - ۴۵۰

طلبا کو "الدروس الاولیہ فی العلوم الطبعیۃ" کے کچھ اسباق پڑھائے۔ مگر کتاب پوری نہ ہو سکی اس کے بعد پروفیسر مرزا ہادی رُسوا نے جدید ہیئت کے اس رسالہ کے کچھ اسباق پڑھائے اسی تعلیم کا یہ فیض تھا کہ :

> "خاکسار ۱۹۰۶ء کے جلسہ دستار بندی میں علوم قدیمہ و جدیدہ کے موازنہ پر ایک بسیط مضمون لکھ کر پیش کر سکا اور الندوہ میں تکوین ارض اور مسلمان اور علم ہیئت پر چند نمبر لکھے[۲۴]۔"

۱۹۰۶ء میں الندوہ کی ادارت کی ذمہ داری سید صاحب کے حصے میں آئی جسے انھوں نے درمیان میں دو ماہ (جون، جولائی ۱۹۰۸) چھوڑ کر بحسن و خوبی انجام دیا۔ سید صاحب لکھتے ہیں :

> "۱۹۰۶ء میری تعلیم کا آخری سال ہے۔ مولانا ابوالکلام کے امرتسر چلے جانے کے بعد مولانا نے الندوہ کا بوجھ میری کاندھوں پر رکھ دیا جس کو میں نے مارچ ۱۹۰۸ء تک انجام دیا اس کے بعد اپریل ۱۹۰۸ء سے یہ پھر عمادی صاحب کے سپرد ہوا اور جون و جولائی ۱۹۰۸ء کے دو نمبر اُن کی ادارت میں نکلے تھے کہ وہ پھر میرے حوالہ کر دیا گیا، اگست ۱۹۰۸ء سے فروری ۱۹۱۰ء تک میں نے دوبارہ اس کی ادارت کا فرض انجام دیا[۲۵]۔"

۱۷ مئی ۱۹۰۷ء کو علامہ شبلی نعمانی کے پاؤں کا حادثہ ہوا جس کی اطلاع سید صاحب نے ۳۰ مئی ۱۹۰۷ء کے اخبار وکیل امرتسر کے ذریعہ اس طرح دیا :

> "۱۷ مئی ۱۹۰۷ء کو اعظم گڈھ سے جہاں بالفعل مولانا مقیم تھے دفتر ندوہ میں ایک تار آیا۔ تار کیا تھا ایک بجلی تھی جو دل و دماغ پر کوندی

---

[۲۴] حیات شبلی : ص ۴۳۲ [۲۵] ایضاً ص ۴۴۵

> اور خرمن صبر کو جلا کر خاک کر ڈالا، اس تار میں فقط بندوق کے ضرب لگنے اور پاؤں کاٹنے کی اطلاع تھی ــــــ چند روز تفصیل خط کا انتظار کیا۔ پھر کوئی خط نہیں آیا، اضطراب زیادہ بڑھا، جذب محبت اعظم گڈھ کھینچ لایا، مولانا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر جی میں جی آیا، عام خیال تھا کہ ضرب کے صدمہ سے مولانا بے ہوش ہوں گے، مگر یہ خیال بالکل غلط نکلا۔ کیا کچھ تکلیف نہ ہوئی مگر عنان استقلال ہاتھ سے نہ چھوٹی، ابتدائے واقعہ سے اس وقت تک اطمینان اور جمعیت حواس میں کچھ فرق نہیں آیا، سکون اور طمانیت کے آثار ضعیف چہرہ پر نمودار ہیں[۲۶]۔"

اس حادثہ سے متعلق مولانا شبلی کے بعض قدر دانوں اور ان سے محبت کرنے والوں نے اپنے تاثرات کا اظہار منظوم کیا۔ سید صاحب ان میں سے ایک تھے:

"خاکسار شاعر نہیں، اس پر بھی کچھ کہا تھا، جس کو ادباً یا مولانا کی تنقید کے ڈر سے پیش نہیں کیا۔ اسی مہینے میں موازنہ انیس و دبیر شائع ہوئی تھی، اسی کو پیش نظر رکھ کر کہا تھا:

تنقید مراثی کے صلہ میں استاد　　دربار حسینی نے سعادت بخشی
پر سر سے ابھی کام تھا لینا باقی　　اس واسطے پاؤں کو شہادت بخشی[۲۷]

مارچ ۱۹۰۷ء میں عطائے سند کی غرض سے "رفاہ عام" ہال میں ندوہ کا ایک عام جلسہ لکھنؤ میں ہوا، جس میں مولانا شبلی نے ندوہ کے اچھے طالب علموں سے بعض عنوانات دے کر تقریریں کرائی تھیں۔ یہ جلسہ ندوہ میں دستار بندی کے سلسلہ میں پہلا جلسہ تھا اس لئے

---

[۲۶] حیات سلیمان کی چند جھلکیاں: مہر نیمروز کراچی اگست ۱۹۶۰ء ص ۲۱　[۲۷] حیات شبلی: ص ۴۶۹

نہایت اہم تھا، لیکن جب طلبہ کی تقریر کی باری آئی تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا اس لئے اُس کی اہمیت اور بڑھ گئی سید صاحب واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

".....اس تقریر کے دوران میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا، جس نے جلسہ کو تماشا گاہ اور سامعین کو آئینہ حیرت بنا دیا، عین راقم کی تقریر کے اثناء میں کسی نے اُٹھ کر کہا کہ اگر یہ تقریر عربی میں کریں تو بے شبہ ندوہ کی تعلیمی کرامات کا ہم یقین کریں، مولانا حسب قاعدہ جلسہ سے باہر چلے گئے تھے، مولوی سید عبدالحی صاحب مرحوم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ "تم کر سکتے ہو؟" میں نے اثبات میں جواب دیا اور عربی میں تقریر شروع کی، جلسہ پر ایک سماں چھا گیا، مولانا کو باہر یہ خبر معلوم ہوئی تو فوراً اندر آئے اور میرے پاس کھڑے ہو کر مجھ سے دریافت فرمایا کہ "اگر تم کو اسی وقت کوئی موضوع دیا جائے، تو تم تقریر کر سکتے ہو؟" میں نے پھر اثبات میں جواب دیا تو مولانا نے مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ "اِس طالب علم نے جو تقریر کی، اس کی نسبت بعض لوگ بدگمانی کر سکتے ہیں کہ یہ گھر سے تیار ہو کر آئے تھے اس رفع بدگمانی کے لئے اگر کوئی صاحب چاہیں تو اسی وقت کوئی موضوع دے سکتے ہیں یہ اس پر تقریر کریں گے۔

چنانچہ موضوع کے لئے لوگوں نے خواجہ غلام الثقلین مرحوم کا نام پیش کیا جو اس زمانہ میں لکھنؤ میں وکالت کرتے تھے اور جلسہ میں موجود تھے انھوں نے موضوع یہ مقرر کیا کہ "ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کیونکر ہو" میں نے اس موضوع پر عربی میں اپنے خیالات ظاہر کرنے شروع کئے، ہر طرف سے احسنت و آفریں کی صدائیں بار بار بلند ہو رہی تھیں۔ استاذ مرحوم نے جوش مسرت میں اپنے سر

سے عمامہ اُتار کر، میرے سر پر باندھ دیا، جو اس خاکسار کے لئے ہمیشہ کے لئے طرۂ افتخار بن گیا۔[۲۸]"

مارچ ۱۹۰۷ء کے الندوہ کے "شذرات" میں یہ واقعہ اس طرح درج ہے:

"دارالعلوم کی تعلیم کا تعجب انگیز نمونہ ــــ ہندوستان میں تقریباً چھ سو برس سے عربی تعلیم کا چرچا ہے، آج بھی سینکڑوں ہزاروں عربی مدارس قائم ہیں، گھر گھر عربی پھیلی ہوئی ہے لیکن چھ سو برسوں سے آج تک کہیں نہیں سُنا گیا کہ کسی ادیب یا فاضل نے کسی مجمع میں عربی زبان میں کھڑے ہو کر لکچر یا اسپیچ دی ہو۔ اس دارالعلوم ندوہ میں دستار بندی کا جو جلسہ ہوا اس میں "سید سلیمان" جنھوں نے اسی سال کتب درسیہ سے فراغت حاصل کی ہے عربی زبان میں تقریر کرنی چاہی، سکریٹری نے مجمع کی طرف خطاب کر کے کہا، کوئی صاحب اسی وقت کوئی عنوان مقرر کریں چنانچہ خواجہ غلام الثقلین صاحب بی اے نے ایک عنوان بتایا۔ اور سید سلیمان نے فوراً برجستہ تقریر شروع کی، اور نہایت صحت اور روانی کے ساتھ تقریر کرتے رہے یہاں تک کہ لوگوں نے تحسین اور آفرین کے غلغلوں کے ساتھ ان کو روک دیا کہ بس اس قدر کافی ہے، سید سلیمان کو اس کامیابی پر ہم مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ کاش ایک دن اسی طرح وہ انگریزی میں

---

[۲۸] حیات شبلی: ص ۴۵۷

اس صفحہ کے حاشیہ پر سید صاحب نے تحریر کیا ہے: "یہ میری زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے اس لئے بے اختیار نوکِ قلم پر آگیا۔ اگر ناظرین کو اس سے خود ستائی کی بُو آتی ہو تو چشم پوشی کریں۔"

بھی تقریر کر سکیں اُنھوں نے اب ہمہ تن اپنی توجہ انگریزی تعلیم کی طرف صرف کردی [۲۹]۔"

مولوی سید شرف الدین صاحب (جج ہائیکورٹ، کلکتہ) کو مذہب سے متعلق جلسوں اور کارروائیوں سے بڑی دلچسپی تھی جب انھیں اس بات کی اطلاع ملی کہ ندوہ کے طلبہ عربی میں فی البدیہہ تقریر کر سکتے ہیں تو وہ بھی ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو بوقت دس بجے ندوہ معائنہ کی غرض سے پہنچے انکے ساتھ بیرسٹر شاہد حسین اور بیرسٹر سلطان احمد بھی تشریف لائے ۔ اور طلبا سے عربی میں تقریر سننے کی خواہش ظاہر کی ۔ مسٹر شاہد حسین نے تقریر کے لئے موضوع "مسئلہ تعلیم" انتخاب کیا ۔ لیکن چونکہ یہ مضمون پامال شدہ محسوس ہوا اس لئے دوسرا موضوع "گورنمنٹ اور رعایا کے تعلقات" کو پسند کیا گیا، مولانا سید سلیمان ندوی نے نہایت برجستگی اور روانی کے ساتھ تقریر کی ۔ تمام حاضرین جلسہ حیرت زدہ رہ گئے ۔ یہ تقریر اسی وقت قلمبند کرلی گئی، جو بعد میں الندوہ میں شائع ہوئی ۔ مولوی شرف الدین صاحب نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا :

> "ہم لوگوں نے امتحاناً مناسب خیال کیا کہ کوئی مادّہ دیا جائے جو لڑکوں کے مبلغ علم سے زیادہ نہ ہو، ہمارے احباب نے یہ مادہ مقرر کیا کہ گورنمنٹ کے ساتھ ہمارا کیا برتاؤ ہونا چاہیے، یہ مادہ ایسا نہ تھا جس کے لئے صرف عربی دانی کافی ہو بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے وسعت خیال کی، جدید عربی خیالات کی ۔ سید سلیمان نے اس مادہ پر تقریر کی ۔ اُس نے صرف یہی ثابت نہیں کیا کہ یہ عربی زبان میں بلا تکلف لکچر دے سکتے ہیں بلکہ اس نے یہ بھی ثابت کیا کہ عمدہ بندش کے ساتھ عمدہ خیالات کو اچھی وسعت معلومات کے ساتھ تھوڑے وقت میں زیادہ مضمون

---

[۲۹] الندوہ : مارچ ۱۹۰۷ء

> کو ادا کر سکتے ہیں[۳۰]۔“

سید صاحب کی ان کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے سید فخر الحسن ہاسپٹل اسسٹنٹ / اجو تانہ نے رائے دی کہ:

> ”میرے خیال میں تکمیل تعلیم عربی زبان کے لئے مولوی سید سلیمان صاحب کو مصر و عربستان میں ندوۃ العلمائ کی جانب سے بھیجنا چاہئے۔ جیسے گورنمنٹ ہندوستان سے وظیفہ دے کر بعض بعض کو انگلینڈ بھیجا کرتی ہے[۳۱]۔“

ستمبر ۱۹۰۸ء میں الندوہ کی ادارت کے ساتھ ساتھ سید صاحب کو ندوہ میں عربی انشا کا معلم مقرر کیا گیا، تاکہ ان کے جوہروں کو چمکنے اور صلاحیتوں کو بروئے کار آنے کا اچھی طرح موقع ملے[۳۲]۔

عربی انشا کے معلم ہونے سے پہلے سید صاحب ایک بار مدرسہ عالیہ، کلکتہ میں ملازمت کی غرض سے نکلے تو مولانا شبلی سے رخصت ہونے گئے، تو استاد کی آنکھیں پُرنم ہوگئیں۔ سید صاحب لکھتے ہیں:

> ”وہ اپنے تلامذہ سے بھی مثل عزیزوں کے محبت رکھتے تھے، راقم الحروف فراغت کے بعد ۱۹۰۸ء میں مدرسہ عالیہ میں ایک ملازمت کے خیال سے چلنے لگا تو مولانا سے رخصت ہونے گیا انھوں نے پہلے آنریبل مولوی شرف الدین صاحب جج ہائی کورٹ کلکتہ کے نام ایک سفارشی خط لکھ کر دیا کہ وہ مسٹر ڈینی سن راس صاحب سے جو ان دنوں مدرسہ عالیہ کے صدر تھے مجھے ملا دیں۔ خط لکھ کر میرے ہاتھ میں دیا تو اُن کی

---

[۳۰] الندوہ نومبر ۱۹۰۷ء [۳۱] الندوہ دسمبر ۱۹۰۷ء [۳۲] حیات سلیمان: ص ۳۳

آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور پھر فرمایا۔ سلیمان اگر ندوہ میں گنجائش ہوتی تو میں تم کو کہیں نہ جانے دیتا۔[۳۳]"

۱۹۰۸ء ہی سے سید صاحب اپنے استاد مولانا شبلی کے خطوط یکجا کرنے لگے تھے جس کی وجہ سے حیات شبلی کی تالیف میں بڑی مدد ملی، لکھتے ہیں:

"دانائے راز کی کارسازی کے قربان کہ راقم الحروف کو مولانا کی زندگی ہی میں ۱۹۰۸ء میں ان کے خطوط و مکاتیب کے جمع کرنے کا خیال آیا اور اس وقت، ان کا مقصد خطوط کے علمی و ادبی ذخیرہ کی حفاظت کے سوا کچھ اور نہ تھا، لیکن ان کی وفات کے بعد ان کی سوانح عمری کا خیال آیا تو نظر آیا کہ گویا اللہ تعالیٰ نے ان مکاتیب کی تالیف و اشاعت کے ذریعہ درحقیقت صاحب مکاتیب کے سوانح زندگی کے ذخیرہ کو میرے ہاتھوں بلاقصد و ارادہ پہلے ہی سے محفوظ کرا دیا ہے[۳۴]"

۴ دسمبر ۱۹۰۹ء کے وکیل امرتسر میں سید صاحب کی یہ اپیل شائع ہوئی:

"علمی شخص کی ایک ایک چیز علمی ہوتی ہے اس کے قلم کا ایک ایک لفظ کانِ ادب کا ایک ایک لعل ہوتا ہے اور گھنٹوں کی جان کاہیوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس بنا پر اگر اس کے لٹریچر کا ایک حرف بھی مٹ جائے تو نہ صرف اس کی محنتوں کا ایک کثیر حصہ ضائع ہو جائے گا بلکہ دنیائے علم سے بہت سی علمی مخلوقات معدوم ہو جائے گی .... عام خطوط اور مکاتیب کے مجموعے سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے

---

[۳۳] حیات سلیمان کی چند جھلکیاں: عبدالقوی دسنوی مہر نیمروز اگست ۱۹۶۰ ص ۲۴

[۳۴] حیات شبلی: ص ج۔

> صاحب مکاتیب کے ذاتی حالات، مختلف تعلقات اور اس کی زندگی کے بہت سے ضروری گمشدہ واقعات اس کے مختلف زمانے کے مختلف خیالات اور شب و روز کے خیالات کی بلندی و پستی نہایت واضح طور سے ظاہر ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت الاستاد علامہ شبلی نعمانی کے جو احسانات ہماری زبان پر ہیں ہم اُن سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے، لیکن ان کے مقابلہ میں یہ سخت کفرانِ نعمت ہوگا، اگر ان کے خطوط اور مکاتیب کا مجموعہ نہ شائع کیا گیا۔ اس سے ایک طرف تو اردو علم و ادب کے ایک بیش بہا ذخیرہ کے برباد ہو جانے کا خوف ہے اور دوسری جانب آئندہ نسلوں کو ہماری بدمذاقی اور علمی ناقدردانی پر افسوس ہوگا اس بنا پر ہمارا ارادہ ہے کہ حضرت استاد کے تمام متفرق خطوط اور مکاتیب کو جمع کر کے شائع کر دیں[۳۵]۔"

۱۹۰۹ء کے اکتوبر کے الندوہ میں بھی استاد کے خطوط کے سلسلہ میں "اپنا خیال احباب کی خدمت میں پیش کیا[۳۶]۔"

> "۱۹۰۶ء سے لیکر ۱۹۱۴ء تک اُن (مولانا شبلی) کا لکھا ہوا ایک ایک پرزہ اپنے نام کا میں نے ایک گراں بہا خزانہ کی طرح محفوظ رکھا جس میں لفافے، کارڈ، عام رقعے ہر قسم کے مکتوبات کی تعداد ۲۵۰ تھی[۳۷]۔"

۱۹۱۰ء، ۲۶، ۲۷، ۲۸ مارچ کو ندوۃ العلماء کا اجلاس دوازدہم دہلی میں منعقد ہوا۔ ۲۸ مارچ کو سید صاحب نے ایک مرکزی کتب خانہ اور دار المصنفین کی ضرورت پر تقریر کی[۳۸]۔

---

[۳۵] وکیل امرتسر ۴ دسمبر ۱۹۰۹ء [۳۶] حیات سلیمان : ص ۱۰۲

[۳۷] دیباچہ مکاتیب شبلی جلد اول ص ۲ [۳۸] تاریخ ندوۃ العلماء حصہ دوم از مولوی شمس تبریز خاں ص ۹۱

۱۹۱۰ء کے مارچ میں دہلی کے ندوۃ العلماء کے اجلاس دہلی ہی میں مولانا شبلی نے "صیغہ تصحیح اغلاط تاریخی" کی بنیاد ڈالی اور سید صاحب کو اس صیغہ کا سکریٹری مقرر کیا گیا۔ سید صاحب رقمطراز ہیں:

> "خاکسار نے اس کام کو شروع کیا، مختلف یونیورسٹیوں کے مسلمان پروفیسروں سے خط و کتابت کی اور ان سے اس بارہ میں مشورہ پوچھا اور ۲۵ مئی ۱۹۱۰ء کو عام اطلاع کے لئے اخباروں میں ایک مضمون شائع کیا، جس میں واقف کار لوگوں سے اس قسم کی قابل اعتراض کتابوں کے نام دریافت کئے گئے تھے اس کے جواب میں متعدد لوگوں نے مختلف کتابوں کے نام لکھ کر بھیجے، سب سے زیادہ قابل اعتراض کتاب سابق ڈائرکٹر تعلیم مارسڈن صاحب کی تاریخ ہندوستان تھی، جو نہ صرف الہ آباد بلکہ کلکتہ وغیرہ دوسری یونیورسٹیوں کے بھی جونیر کلاسوں میں پڑھائی جاتی تھی[۳۹]۔"

> "جولائی ۱۹۱۰ء میں اسلامی اخبارات سے خواہش کی گئی کہ وہ ان کتابوں کے نکالنے کی تحریک کی پوری تائید کریں۔ چنانچہ نہ صرف اُردو بلکہ بعض انگریزی اخباروں نے بھی اس طرف توجہ کی[۳۹]۔"

> "میری معمولی انگریزی تعلیم ندوہ ہی کی رہین منت ہے اس کا فیض ہے کہ میں ۱۹۱۰ء میں انگریزی اسکولوں کی ریڈروں سے "صیغۂ اغلاط تاریخی" رپورٹ پیش کر سکا، ارض القرآن لکھ سکا اور یورپین مواد سے اپنی تصنیف میں فائدہ اٹھا سکا[۴۰]۔"

---

[۳۹] حیات شبلی: ص ۵۲۵ [۴۰] حیات شبلی

۱۹۱۲ء ہی میں سید صاحب کی پہلی کتاب "دروس الادب" شائع ہوئی۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور مدرسوں کے عربی نصاب میں عرصہ تک داخل رہیں[۴۱]۔ یہ کتاب مولانا شبلی کی خواہش سے لکھی گئی تھی[۴۱]۔

اسی زمانہ میں سید صاحب کی دوسری جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری "لغات جدیدہ" کے نام سے شائع ہوئی اور عربی مدرسوں میں مقبول رہی۔ اپریل ۱۹۱۲ء کے تمدن میں یہ تبصرہ شائع ہوا:

> "مولوی سید سلیمان صاحب ماڈرن عربک پروفیسر دارالعلوم نے اس کتاب میں تقریباً اُن چار ہزار عربی الفاظ کی تشریح فرمائی ہے جو آج کل عربی میں مستعمل ہیں۔
>
> علاوہ عربی خواں طلبا کے استفادہ کے یہ کتاب خصوصیت سے ان حضرات کے واسطے مفید ہوگی جو عربی جرائد کے مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں[۴۲]۔"

۶ اپریل ۱۹۱۲ء کو ندوہ میں سید رشید رضا مصری کی صدارت میں اجلاس ہوا جس کے تیسرے جلسہ میں سید صاحب نے "صیغہ تصحیح اغلاط تاریخی" کی رپورٹ سنائی اور انگریزی کورس کی ان غلطیوں کے اقتباسات پیش کئے جن میں اسلام پیغمبر اسلام علیہ السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن پاک اور مسلمان بادشاہوں پر الزام لگائے گئے تھے مسلمان ان غلط بیانیوں کو سن کر تڑپ اُٹھے[۴۳]۔

مئی ۱۹۱۲ء کو مولانا شبلی سیرت کی تکمیل کے لئے بمبئی روانہ ہوگئے اور سید صاحب کو وہیں بلالیا۔ ۱۰ مئی ۱۹۱۲ء کو انھوں نے منشی محمد امین زبیری کو اطلاع دی۔

"میرا ارادہ ہے کہ مستقل بمبئی میں قیام کر کے سیرت کو ختم کردوں یہاں

---

[۴۱] حیات سلیمان ص ۳۳ [۴۲] تمدن اپریل ۱۹۱۲ء [۴۳] حیات شبلی ص ۵۰۱

> روز ایک قصّہ رہتا ہے اور اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ اسٹاف ساتھ لے جاؤں گا سید سلیمان ساتھ رہیں گے۔"[۴۴]

> "سید صاحب کو عربی کے مددگار کی حیثیت مقرر کیا اور وہ کچھ دنوں کے لئے ندوہ معلّمی سے سیرت کے اسٹاف میں منتقل ہو گئے۔ ان کے متعلق عربی کی کتابوں سے سیرت کے مواد کی فراہمی تھی[۴۵]۔"

۲۵ جولائی ۱۹۱۲ء کو سید صاحب مدراس محمڈن کانفرنس میں شرکت کے لئے، بمبئی سے روانہ ہوئے:

> "کانفرنس میں سید صاحب نے دو تقریریں کیں، ایک "تعلیم نسواں" پر، دوسری کسی مذہبی موضوع پر، اس سفر میں سید صاحب مدراس، بنگلور، سرنگا پٹم، وانماڑی وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے ۸ اگست (۱۹۱۲ء) کو بمبئی واپس آئے[۴۶]۔"

ستمبر ۱۹۱۲ء میں سید صاحب مولانا شبلی کے ساتھ لکھنو واپس آئے۔

۱۹۱۲ء ہی میں مولانا شبلی نے تبلیغ اسلام کا ایک شعبہ "مجلس اشاعت و حفاظت اسلام" قائم کیا، سید صاحب کو جوائنٹ سکریٹری مقرر کیا گیا۔

جولائی ۱۹۱۳ء میں مولانا شبلی نے ندوہ سے استعفیٰ دے دیا، سید صاحب پہلے ہی ندوہ کے حالات سے بد دل ہو کر مئی میں الہلال کے عملہ ادارت میں شامل ہو گئے تھے۔ اس کی اطلاع سید عبدالحکیم رحمانی دسنوی صاحب کو اپنے ۲۲ مئی ۱۹۱۳ء کے خط سے دی۔

اگست[۴۷] ۱۹۱۳ء میں مسجد کانپور کا واقعہ پیش آیا جس نے سارے ہندوستان کے مسلمانوں

---

[۴۴] مکاتیب شبلی حصہ اول ص ۲۵۱ [۴۵] حیات سلیمان ص ۳۷ [۴۶] حیات سلیمان ص ۳۸

[۴۷] حیات سلیمان کی چند جھلکیاں: مہر نیمروز کراچی اگست ۱۹۶۰ء

کو مضطرب اور پریشان کر دیا، شہر شہر گانوں گانوں کے مسلمان گھروں میں بے چینی اور بے کلی پھیل گئی تھی۔ مولانا شبلی کی طرح سید صاحب کا دل بھی اس واقعہ سے بے حد متاثر ہوا تھا، چنانچہ انھوں نے اپنے جذبات کا اظہار "مشہد اکبر" جیسے پُرجوش اور ولولہ انگیز مضمون لکھ کر کیا جو ۱۳ اگست ۱۹۱۳ء کے ہفتہ وار الہلال کلکتہ میں شائع ہوا۔ سید صاحب نے مضمون کی ابتدا کرتے ہوئے لکھا تھا :

> "زمین پیاسی ہے، اس کو خون چاہیے لیکن کس کا؟ مسلمانوں کا۔ طرابلس کی سرزمین کس کے خون سے سیراب ہے؟ مسلمانوں کے۔ مغرب اقصیٰ کس کے خون سے رنگین ہے؟ مسلمانوں کے۔ ایران پر کس کی لاشیں تڑپتی ہیں؟ مسلمانوں کی۔ سرزمین بلقان میں کس کا خون بہتا ہے؟ مسلمانوں کا۔ ہندوستان کی سرزمین بھی پیاسی ہے۔ خون چاہتی ہے کس کا؟ مسلمانوں کا۔ آخر کار سرزمین کانپور پر خون برسا اور ہندوستان کی خاک سیراب ہوئی "

آگے لکھتے ہیں :

> "اگست کی صبح انقلاب حکومت برطانیہ کی تاریخ میں بہادر سپاہی جس وقت ایک غریب و ناتواں وغیر مسلح نوجوانوں پر گولی برسا رہے تھے۔ انھیں کیا خبر تھی کہ یہ گولیاں ان ناتواں انسانوں کے سینوں کو توڑ توڑ کر برطانی عدل و انصاف کو زخمی کر رہی ہیں؟ انھیں کیا معلوم تھا کہ اس گولی کا نشانہ اس ستون کو کمزور کر رہا ہے جس پر حکومت برطانیہ کی عمارت قائم ہے وہ مسرور ہیں کہ ہم وفاداری کی قیمت ادا کر رہے ہیں، نادانوں تم اس سے عداوت کر رہے ہو جس کی محبت کا اظہار چاہتے ہو، وہ کیا عجیب

> منظر تھا جب کربلائے کانپور میں کئی ہزار بے دست و پا برطانوی رعایا برہنہ سر برہنہ پا باچشمِ نم بادلِ پرغم، ایک سیاہ علم کے نیچے جو اسلام کی مظلومی و بیکسی کا نشان تھا، کئی سو معصوم بچوں کے ساتھ چند اینٹوں اور پتھروں کا ڈھیر لگا رہی تھی اور اس کی زبان پر وہ دعا جاری تھی جو وقت تعمیرِ کعبہ ابراہیم و اسمٰعیل کی زبان پر جاری تھی۔"

اور آخر میں مجروحین و معصومین کانپور سے اس طرح مخاطب ہوئے تھے:

> "مجروحین کانپور! تم نے گولیاں کھائی ہیں، نیزوں سے تمھارے سینوں میں سوراخ کیا گیا ہے! تمھاری آنکھوں میں سنگینیں بھونکی گئی ہیں، تمھارے ایک ایک عضو کو زخم سے چور کیا گیا۔ تمھیں یاد ہوگا کہ فرات کے کنارے بھی اسلام کا ایک قافلہ اسی طرح لٹا تھا جس کے بعد بنو اُمیّہ کی تاریخ کا ورق اُلٹ گیا۔
>
> معصوم بچو! اور ریاضِ اسلام کے نودمیدہ غنچو! تمھیں کس نے مرجھا دیا؟ سر جیمس مسٹن کے طعن نے تمھارے بے گناہ و نا آشنائے جرم دلوں کو مضطرب کر دیا۔ تم بڑھے کہ دہنِ زخم سے اس الزام کی تکذیب کرو! اے طائرانِ قدس! اُڑ جاؤ کہ عرش کی سبز قندیلیں تمھارے لئے منتظر ہیں۔"

اس دوران میں سید صاحب کے اور بھی کئی اہم مضامین الہلال میں شائع ہوئے، لیکن سید صاحب بہت زیادہ عرصہ تک الہلال سے منسلک نہ رہ سکے۔ علامہ شبلی کی بھی خواہش تھی کہ وہ الہلال کے بجائے کسی دوسری بہتر جگہ سے متعلق ہو جائیں چنانچہ انھیں کی کوشش سے دکن کالج پونا میں ان کا بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر تقرر ہوا۔ —— سید صاحب غالباً دسمبر ۱۹۱۳ء کی کسی تاریخ کو کلکتہ سے روانہ ہو کر لکھنو پہنچے جہاں ایک ہفتہ اپنے استاد علامہ شبلی کے ساتھ قیام کر کے آگرے ہوتے ہوئے پونا پہنچے۔

۳ جنوری ۱۹۱۴ء کا سید صاحب کا مکتوب بنام سید عبدالحکیم رحمانی اس سلسلے میں نہایت اہم ہے لکھتے ہیں:

"مکرمی! میں کہاں سے کہاں پہنچا، لکھنو آنے کی اطلاع دے چکا ہوں، ایک ہفتہ لکھنو رہ کر حضرت مولانا شبلی کی زیارت کرکے آگرہ پہنچا، آگرہ کی نمایش گاہ اندلس اور لیگ کو دیکھنا ہوا۔ کل پونا پہنچا، مولانا کی کوشش سے میں یہاں دکن کالج میں اسسٹنٹ پرشین لکچرر ہو گیا ہوں میرا ارادہ قبول منصب کا نہ تھا۔ مولانا کا سخت اصرار ہوا، آخر میں مجبور ہونا پڑا۔"

۹ جنوری ۱۹۱۴ء کے مکتوب کے ذریعہ مولانا ابوالکلام آزاد سید صاحب کو دوبارہ الہلال میں کام کرنے کی پرزور دعوت دیتے ہیں:

"بہرحال آج میں اپنے شورش قلبی سے مجبور ہو کر ایک بار اور کوشش وصل کرتا ہوں لیکن ہجر مقدر ہو چکا ہے تو غیر از صبر چارہ نہیں۔

معلوم نہیں کہ اس خط کا کیا نتیجہ نکلے۔ ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ بھی بدگمانیوں کی نذر نہ ہو، تاہم خدا علیم و بصیر میرے دل کو دیکھ رہا ہے کہ اس وقت ہر حرف جو لکھ رہا ہوں کس عالم میں لکھ رہا ہوں، خدارا یقین کیجیے کہ سچائی اور صداقت، محبت وداد اور ایک گہرے حزن و ملال کے سوا اور کوئی چیز اس وقت میرے دماغ میں نہیں، وَاللہ علیٰ اقول شہید وَانہٗ لقسم لو تعلمون عظیم۔

آپ نے پونا میں پروفیسری قبول کر لی۔ حالانکہ خدا نے آپ کو درس و تعلیم مدارس سے زیادہ عظیم الشان کاموں کے لئے بنایا ہے۔ خدا کے لئے میری سنئے اور مجھے اپنا ایک مخلص بھائی متصور کیجیے۔ میں آپ کی عزت

کرتا ہوں اور خدا شاہد ہے کہ آپ کی محبت اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ میں خود غرض ہوں اور میری غرض میری خواہش میں عنصر اصلی ہے، تاہم میری خود غرضی آپ کے لئے مضر نہیں بلکہ بہتر ہے۔ کیا حاصل اس سے کہ آپ نے چند طالب علموں کو فارسی و عربی سکھلا دی، آپ میں وہ قابلیت موجود ہے کہ آپ لاکھوں نفوس کو زندگی سکھلا سکتے ہیں۔

میرے تازہ حالات آپ کو معلوم نہیں، گھر میں علالت میری عدم موجودگی میں بڑھ گئی اور اب اس درجہ حالت ردی ہے کہ اپنی قسمت حیات کے فیصلہ کو بہت قریب پاتا ہوں۔ خود میری حالت ایسی ہے کہ خدا شاہد ہے مسلسل چار گھنٹے کام نہیں کر سکتا، ورنہ آنکھوں میں تاریکی چھا جاتی ہے، اس سے بڑھ کر یہ کہ الہلال ایک تحریک تھی جس نے استعداد پیدا کی، لیکن اس استعداد سے معاً کام لینا چاہیے اور میں نے قطعی ارادہ کر لیا کہ خواہ الہلال کی کچھ ہی حالت کیوں نہ ہو کام شروع کر دیا جائے۔ چنانچہ شروع بھی کر دیا ہے۔ ایسی حالت میں قیامت ہے کہ اگر آپ باوجود استطاعت و طاقت رکھنے کے میری اعانت سے انکار کر دیں۔

آپ باور رکھئے کہ اگر مصائب و موانع کی وجہ سے میں مجبور و پابہ گل رہ گیا تو قیامت کے دن یقیناً آپ اس کے ذمہ دار ہوں گے کہ آپ نے ایک بہت بڑے وقت کے ردِّ عمل کو اپنی علیحدگی سے ضائع کر دیا۔

آپ آکر الہلال بالکل لے لیجئے جس طرح جی چاہے اسے اڈٹ کیجئے۔ مجھے سوا اس کے اصول و پالیسی کے جس میں آپ مجھ سے متفق ہیں اور کسی بات سے تعلق نہیں میں بالکل آپ پر چھوڑ دیتا ہوں، اور خود اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتا ہوں۔ صرف اپنے مضامین کو دے دیا

کروں گا اور کچھ تعلق نہ ہوگا۔ عربی کے لئے مولوی عبدالماجد صاحب کا وعدہ گریز کے لئے ہے ایک اور شخص آپ کے اسسٹنٹ ہوں گے اور وہ علناً و سراً بلکلیّ آپ کی اڈیٹری میں روز اوّل سے ہوگا۔

ایک دقّت یہ ہے کہ ہر کام کے لئے مالی شرائط کا اظہار ضروری ہے اور ایسا کیجئے تو کہتے ہیں کہ طمع دلاتے ہیں۔ استغفر اللہ۔ لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ بغیر کسی ایسی نیت کے محض شرائط معاملہ کے طور پر چند امور عرض کرتا ہوں۔

سردست آپ تشریف لے آئیں اور ایک سو تیس ۱۳۰ روپے منظور فرمائیں، تیس ۳۰ کے مصارف اور انتظام کے لئے ہیں اس کے بعد ہر ماہ دس کا اضافہ ہوگا یہاں تک کہ دو سو ۲۰۰ روپے ہو جائیں۔

پروف کریکشن کے لئے انور علی آ گئے ہیں اور اب اس کے لئے کوئی زحمت نہیں صرف اڈیٹری کا معاملہ ہے۔ یہ ایک بہتر کام ہے۔ جو الہلال کی گرفتاریوں کی وجہ سے میں شروع نہیں کر سکتا اب اگر اور دیر ہوگئی تو سخت نقصان ہوگا اور اسی لئے آخری فیصلہ میں نے اس کے لئے کرلیا۔

میں آپ کو پابند نہیں کرنا چاہتا لیکن اگر آپ خود چاہیں تو جتنی مدّت کے لئے کہیں معاہدہ قانونی بھی ہو سکتا ہے۔

آپ معاً استعفا دے دیں اور کلکتہ تشریف لے آئیں اور اس خط کا جواب لاونعم میں بذریعہ تار دیں۔ مجھ کو پوری امید ہے کہ میری یہ سعی بے کار نہ جائے گی کیونکہ میں سچے دل سے آپ کا طالب ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ سچی طلب و مودت ہمیشہ کامیاب ہوتی ہے۔

اگر مولانا شبلی کا خیال ہو کہ ان کے ذریعہ سے پونا تشریف لے گئے

ہیں وہ مُصر تھے اب ناراض ہوں گے تو میں خود اُن سے اس معاملہ کو کہہ کر صاف کر لوں۔

تاہم جو کچھ ہو جلد ہو۔"

۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو جب کہ سید صاحب اعظم گڈھ پہنچ چکے تھے علامہ شبلی نے وفات پائی۔ جس کا غم مہینوں قدر دانِ شبلی کرتے رہے اور اخبارات میں اس کا اظہار ہوتا رہا، سید صاحب نے بھی "نوحۂ استاد" لکھ کر اپنے غمناک جذبات کا اظہار ایک مرثیہ میں کیا جس کا پہلا شعر ہے:

اے متاعِ عزت پیشیں کے پچھلے کارواں
آہ وہ بھی مٹ گیا باقی جو تھا تیرا نشاں

۲۱ نومبر ۱۹۱۴ء کو مولانا حمید الدین کی دعوت پر ایک مجلس "اخوان الصّفا" کے نام سے بنائی گئی" تاکہ مولانا شبلی کے اعمال متروکہ کی تکمیل ہو سکے۔ جس کے اراکین مجلس حسب ذیل منتخب کئے گئے:

۱	مولانا حمید الدین	رئیس مجلس
۲	مولانا سید سلیمان ندوی	ناظم
۳	مولانا عبد السلام ندوی	رکن
۴	مولانا مسعود علی ندوی	"
۵	مولانا شبلی متکلم ندوی	" [48]

"اس مجلس کا مقصد یہ قرار پایا کہ مولانا مرحوم کے ادھورے کاموں کی تکمیل کی جائے۔"[49]

"۲۹ نومبر ۱۹۱۴ء کو مولانا حمید الدین صاحب اور سید صاحب نواب سلطان جہاں بیگم ریاست بھوپال کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جہاں

---

[48] حیات سلیمان ص ۹۶ [49] حیات شبلی ص ۶۸۹

انھیں بتایا گیا کہ "سیرت کی ماہوار رقم بقیہ زمانہ مقررہ تک جاری رہے گی۔"[۵۰]

۳۰ جون ۱۹۱۴ء کو مولانا شبلی نے "سیرت عائشہ" کے سلسلے میں تحریر کیا:

> "آج بھوپال سے خط آیا ہے۔ حضرت عائشہ کی سوانح کا بڑا تقاضہ ہے یعنی جلد تیار کردو"۔ .... بیگم صاحبہ بھوپال معقول معاوضہ دینگی وہ یہ بھی چاہتی ہیں کہ ازواجؓ کی سوانح عمریاں بھی قلم بند ہو جائیں لیکن چوں کہ جلد چاہتی ہیں اور تم کو فرصت نہ ہوگی اس لئے کچھ اور انتظام کرنا پڑے گا۔ حضرت عائشہ سے متعلق میری خاص معلومات ہیں۔ میں تمھارا مسودہ دیکھتا تو رائے ظاہر کرسکتا۔[۵۱]"

۲ جولائی ۱۹۱۴ء کو پھر لکھتے ہیں:

> "حضرت عائشہ اور دیگر ازواج مطہرات کو ملاکر ایک مستقل کتاب لکھو اور وہ بھی شامل سیرت ہو اور مخصوصاً تمھارے نام سے ہو اسکی اشاعت اور اس کا نفع بھی تم ہی سے متعلق ہوگا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ صاف شدہ مسودہ میں ایک نظر دیکھ لوں[۵۲]"

۳ جولائی کے خط میں رقمطراز ہیں:

> "ہاں اسلم جیراجپوری نے بھی تو شاید حضرت عائشہ کی سوانح لکھی ہے۔ اس کو دیکھ لو کہ اس سے بہت الگ رہے یا بہت آگے نکل جائے۔[۵۳]"

اس زمانہ میں سید صاحب نے ارض القرآن کی پہلی جلد مکمل کرلی تھی جس کے متعلق شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں:

---

[۵۰] حیات سلیمان: ص ۹۷ [۵۱] مکاتیب شبلی حصہ دوم ص ۱۱۰

[۵۲] مکاتیب شبلی حصہ دوم ص ۱۱۱ [۵۳] مکاتیب شبلی حصہ دوم ص ۱۱۲

> "ارض القرآن درحقیقت سیرت النبی جلد اوّل کا مقدمہ ہے جس میں عرب قدیم کے حالات تحریر کئے گئے تھے مگر یہ طویل زیادہ ہوگیا۔ اس لئے اس کا صرف خلاصہ سیرت میں لیا گیا[۵۴]۔"

فروری ۱۹۱۵ء میں مولانا شبلی نعمانی کے حالات قلمبند کیا جو اسی ماہ کے زمیندار لاہور میں شائع ہوا۔

۲۵ فروری ۱۹۱۵ء کو اکبر الٰہ آبادی نے اپنے مکتوب بنام سید سلیمان ندوی میں تحریر کیا:

> "آپ کے اشعار نے جن کے معنی بحرِ حقیقت میں ڈوبے ہیں مجھ کو آپ کا زیادہ مشتاق کردیا۔"

۳، ۴، ۵ اپریل ۱۹۱۵ء کو دارالعلوم ندوۃ العلما کی نئی عمارت میں ندوہ کا چودھواں اجلاس ہوا۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے ۴ اپریل کو "ندوہ کے اغراض و مقاصد اور اس کی اہمیت اور ضرورت" پر نہایت جامع تقریر کی[۵۵]۔

۵ اپریل ۱۹۱۵ء کو دارالعلوم ندوہ کے قدیم طلبا نے ارکان ندوۃ العلماء اور علمائے کرام کو چائے کی دعوت دی۔ جس کے بعد سید صاحب نے تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ قدیم طلبا ارکان ندوہ سے کس قسم کے توقعات رکھتے ہیں اور ندوہ سے وہ کس طرح کی امید وابستہ کئے ہوئے ہیں[۵۶]۔"

۲۵ مئی ۱۹۱۵ء کو دارالمصنفین کا پہلا جلسہ ہوا جس میں سید صاحب، مولانا حمید الدین اور مولانا مسعود علی ندوی شریک ہوئے۔ اس جلسہ میں مولانا حمید الدین کو صدر منتخب کیا گیا اور سید صاحب کو ناظم کی ذمہ داری سونپی گئی[۵۷]۔

نومبر ۱۹۱۵ء میں سید صاحب پونا کالج سے مستعفی ہوکر اعظم گڈھ تشریف لے آئے[۵۸]۔

دسمبر ۱۹۱۵ء میں بمبئی میں مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ ہوا جس کی صدارت مظہر الحق صاحب نے

---

[۵۴] حیات سلیمان : ص ۶۷

[۵۵] تاریخ ندوۃ العلما، حصہ دوم از مولوی شمس تبریز خاں ص ۱۱۰

[۵۶] تاریخ ندوۃ العلماء : ص ۱۲۰

[۵۷] حیات سلیمان : ص ۹۹

[۵۸] حیات سلیمان ص ۱۰۰

کی اور جس کے مجلس استقبالیہ کے صدر جناب محمد علی جناح تھے اسی زمانہ میں کانگریس کا جلسہ بھی بمبئی میں ہو رہا تھا۔ چونکہ دونوں جماعتوں کے تعلقات اچھے اور خوشگوار ہو رہے تھے اس لئے کانگریس کے لیڈروں نے مسلم لیگ کے جلسہ میں شرکت کی جہاں ایک دوسرے کا خیر مقدم پرجوش نعروں سے کیا گیا۔ سید صاحب نے بھی دونوں جلسوں میں شرکت کی تھی اور اس کیفیت سے متاثر ہو کر ایک نظم "مسٹر مظہر الحق" کہی تھی:

حق و باطل مدتوں تک معرکہ آرا رہا　　ابر خورشید حقیقت پر بہت چھاتا رہا
پر شب تاریک اب تاریک پہلی سی نہ تھی　　ملک میں پچھلے دنوں کچھ کچھ اُجالا سا رہا
وہ زمانہ جا چکا جب بُت پرستی عام تھی　　جب خدا کا حکم، ہر عیّار کا ایما رہا
جب متاعِ رہنمائی تھی سزاوار خرید　　جب کہ ہر قاروں پہ ہم کو خضر کا دھوکا رہا
جب کہ تھی آزادگانِ عشق کی ہم میں کمی　　جب کہ ہر فرعون ہم میں قوم کا موسیٰ رہا
پھر بھی تمیز حق و باطل کا وہ جوہر نہ تھا　　جو ہمیشہ قوم میں شمع رہِ صحرا رہا
رزمگاہِ نور و ظلمت بمبئی مدت سے ہے　　گر یہی انوارِ حق چمکے تو کیا بے جا رہا

آیت قرآں کہ جاء الحق مصدق ہو گئی
مجلس آئیں ہماری "مظہر حق" ہو گئی[۵۹]

۲ جنوری ۱۹۱۶ء کو بعد نماز عصر پونا میں اسلامیہ اسکول کے ہارون ہال میں سیٹھ ابراھیم ہارون جعفر کی صدارت میں جلسہ منعقد ہوا جس میں صدر نے افتتاحی تقریر میں خواہش ظاہر کی کہ ندوہ کا اس سال کا اجلاس پونا میں ہو۔ سید صاحب نے سیٹھ صاحب کی تقریر کے بعد ندوہ کے مقاصد پر ایک دلچسپ و مفصل تقریر کی[۶۰]

۲۲-۲۳-۲۴ اپریل ۱۹۱۶ء کو پونا میں ندوۃ العلماء کا پندرھواں اجلاس منعقد ہوا جس میں

---

[۵۹] ارمغان سلیمان: سید محی الدین احمد (ناشر) ص ۸۹ [۶۰] تاریخ ندوۃ العلماء حصہ دوم: ص ۱۶۹-۱۷۰

رسالہ معارف کے پہلے شمارے (جولائی ۱۹۱۶ء) کا عکس

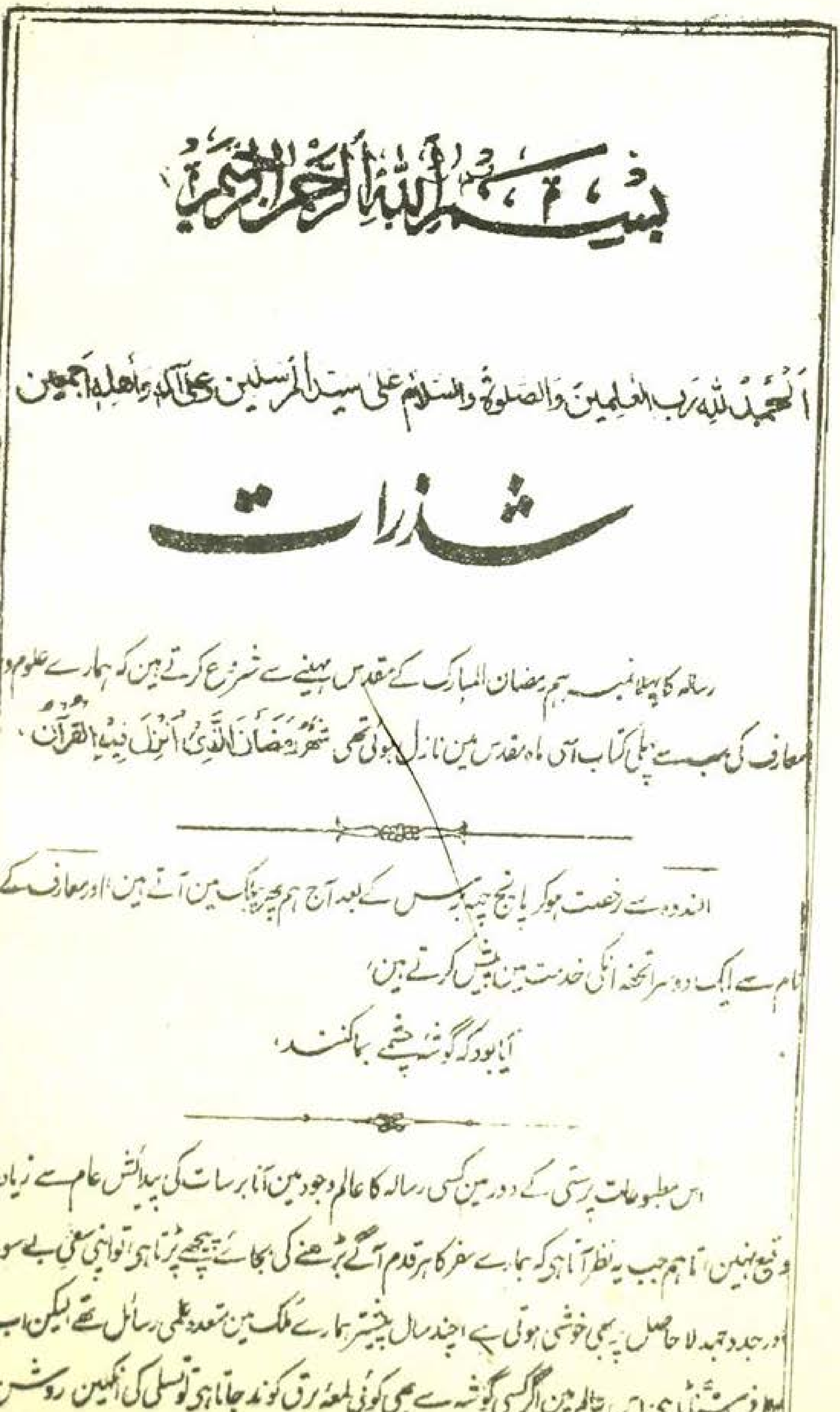

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

شذرات

رسالہ کا پہلا نمبر ہم رمضان المبارک کے مقدس مہینے سے شروع کرتے ہین کہ ہمارے علوم و معارف کی سب سے پہلی کتاب اسی ماہ مقدس مین نازل ہوئی تھی شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ،

الندوہ سے رخصت ہوکر پانچ چھ برس کے بعد آج ہم پھر پبلک مین آتے ہین اور معارف کے نام سے ایک دوسرا تحفہ انکی خدمت مین پیش کرتے ہین،

آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند،

اس مطبوعات پرستی کے دور مین کسی رسالہ کا عالم وجود مین آنا برسات کی پیدائش عام سے زیادہ وقیع نہین، تاہم جب یہ نظر آتا ہے کہ ہمارے سفر کا ہر قدم آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے پڑتا ہے، تو اپنی سعی بے سود اور جد وجہد لاحاصل پر بھی خوشی ہوتی ہے، چند سال پیشتر ہمارے ملک مین متعدد علمی رسائل تھے، لیکن اب ہر طرف سناٹا ہے، اس عالم مین اگر کسی گوشہ سے بھی کوئی لمعۂ برق کوند جاتا ہے تو تسلی کی آنکھین روشن

سید صاحب بھی شریک ہوئے تھے اور ایک پر مغز تقریر کی تھی۔[۶۱]

جولائی ۱۹۱۶ء میں معارف کا پہلا شمارہ منظر عام پر آیا۔

یکم نومبر ۱۹۱۶ء کو علامہ اقبال نے سید صاحب کو ایک خط کے ذریعہ اطلاع دی:

> "اورینٹل کالج لاہور میں ہیڈ پرشین ٹیچر کی جگہ خالی ہوئی ہے۔ اس کی تنخواہ ایک سو بیس ۱۲۰ روپیہ ماہوار ہے میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اس جگہ کو اپنے لئے پسند فرماتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو آپ کے لئے سعی کی جائے۔ آپ کا لاہور میں رہنا پنجاب والوں کے لئے بے حد مفید ہو گا۔[۶۲]"

۱۲ نومبر ۱۹۱۶ کو علامہ اقبال نے سید صاحب کو لکھا:

> "مجھے یہ معلوم تھا کہ آپ ملازمت کوئی قبول نہ کریں گے لیکن سنڈیکیٹ کے بعض ممبروں کی تعمیل ارشاد میں آپ کو لکھنا ضروری تھا کسی قدر خود غرضی کا شائبہ بھی میرے خط میں تھا اور وہ یہ کہ میں چاہتا تھا کہ جس طرح پنجاب والوں کو صوبہ متحدہ کے علماء و صلحا سے اس سے پیشتر فائدہ پہنچا ہے اب بھی وہ سلسلہ آپ کے یہاں رہنے سے بدستور جاری رہے۔ مولانا شبلی مرحوم کی زندگی میں میں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح مولانا مرحوم پنجاب میں مستقل طور پر اقامت گزیں ہو جائیں۔ مگر مسلمان امراء میں مذاق علمی مفقود ہو چکا ہے۔ میری کوشش بار آور نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ دار المصنفین کے کام میں برکت دے اور آپ کا وجود مسلمانوں کے لئے مفید ثابت کرے۔

---

[۶۱] تاریخ ندوۃ العلماء، حصہ دوم: ص ۱۷۹ [۶۲] اقبال نامہ حصہ اول: شیخ عطاء اللہ: ص ۷۵

آپ کی غزل لاجواب ہے بالخصوص یہ شعر مجھے بڑا پسند آیا ؎

ہزار بار مجھے لے گیا ہے مقتل میں
وہ ایک قطرۂ خوں جو رگ گلو میں ہے

مولانا شبلی مرحوم و مغفور نے تاریخی واقعات کو نظم کرنا شروع کیا تھا اور جو چند نظمیں انھوں نے لکھی تھیں وہ نہایت مقبول ہوئیں۔ غزل کے ساتھ وہ سلسلہ بھی جاری رکھیے۔[۶۳]"

دسمبر ۱۹۱۶ء میں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں سیاسی جماعتوں کا سالانہ جلسہ لکھنؤ میں ہوا۔ سید صاحب اس میں شریک ہوئے تھے اس موقع پر سید صاحب نے یہ نظم کہی تھی:

اک زمانہ تھا کہ اسرار دروں مستور تھے — کوہ شملہ جن دنوں ہم پایۂ سینا رہا
جبکہ دارو ئے وفا ہر درد کا درماں رہی — جبکہ ہر ناداں عطائی بو علی سینا رہا
جب ہمارے چارہ فرما زہر کہتے تھے اسے — جس پہ اب موقوف ساری قوم کا جینا رہا
بادہ حبّ وطن کچھ کیف پیدا کر سکے — دور میں یونہی اگر یہ ساغر و مینا رہا
علتِ دیریں سے گو اصلی قوٰی بیکار ہیں — گوش شنوا ہے، نہ ہم میں دیدۂ بینا رہا

پر مریض قوم کے جینے کی ہے کچھ کچھ امید
ڈاکٹر اُس کا اگر مسٹر علی جینا رہا[۶۴]

یہ جلسہ ہندو مسلم اتحاد کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس وقت انجمن ترقی اردو کی حیثیت مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ایک بے جان شعبہ کی سی تھی" جس کا دروازہ مسلمانوں تک محدود تھا" کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ ایک مستقل اردو کانفرنس کی بنیاد پڑنی چاہیے جس میں ہندو مسلمان دونوں شریک ہو سکیں۔ سید صاحب انھیں لوگوں میں تھے معارف جنوری ۱۹۱۷ء

---

[۶۳] اقبال نامہ حصہ اول: ص ۷۶ [۶۴] ارمغان سلیمان: سید محی الدین احمد (ناشر) ص ۹۰

کے شذرات میں انھوں نے اپنے خیالات کا اس طرح اظہار کیا تھا:

"ہم کو انجمن ترقی اردو یعنی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے شعبۂ علمیہ سے تعرض نہیں، لیکن اگر وہ کانفرنس نہیں بنا سکتی تو ہم کو خود ایک الگ اردو کانفرنس بنانی چاہئے جس کا دروازہ بے حجاب ہندو مسلم کے لئے کھلا ہوا ہو، اور جو دونوں قسموں کے ممبروں سے مرکب ہو جس کا مقصد موانع کو ہٹا کر ملک میں اردو کی اشاعت و ترویج ہو[65]"

۱۹۱۶ء میں ارض القرآن، مکاتیب شبلی جلد اول دونوں کتابیں آگے پیچھے شائع ہوئیں۔ اور سیرت عائشہ کا نصف حصہ مرتب ہو چکا تھا۔[66]

۲۰ فروری ۱۹۱۷ء کو اکبر الہ آبادی نے سید صاحب کو لکھا:

"آپ کے طرز سخن سے جو آگاہ ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ آپ نے میرے ناچیز کلام کی نسبت جو بعض ریمارکس کسی تحریر سابق میں کئے تھے وہ میرے لئے باعث فخر ہیں، میں نے اس کا اعتراف نہیں کیا، ممکن ہے کچھ غلط فہمی ہوئی ہو، خیر مجھ کو جانے دیجئے کہ

حیف است ذکر من آنجا کہ دوست

آپ سے مجھ کو دلی تعلق کیوں نہ ہو، اولاً آپ میرے قدر افزا دوست مولانا شبلی مرحوم کے شاگرد ہیں دوسرے خود ایسے قابل اور سنجیدہ ہیں کہ آپ سے قطع نظر مشکل ہے خواجہ حسن نظامی صاحب کے محرم نامے کے متعلق آپ کی تحریریں دیکھیں، مدعا میں جو لطافت و نزاکت ہے آپ ہی کا حصہ ہے۔"

---

[65] حیات سلیمان: ص ۱۴۲ [66] حیات سلیمان: ص ۱۰۴ دیکھئے اقتباس مولانا سلیمان ندوی بنام سید عبدالحکیم دسنوی

492088

۶ اپریل ۱۹۱۷ء کے مکتوب میں اکبر الٰہ آبادی سید صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے لکھتے ہیں :

> ” میں آپ کی مدح میں مبالغہ نہ کروں گا کہ آپ کو تصنیف شعر کی زحمت (آپ کا شعر خوب ہے) یہی کہوں گا کہ آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ اسی سبب سے آپ کا مشتاق رہتا ہوں کہ کچھ سیکھوں۔

اسی خط میں لکھتے ہیں :

> ” کبھی کبھی دو چار شعر کہہ لیا کیجئے آپ کو نظم سخن میں سلیقہ حاصل ہے۔“

۱۲ اپریل ۱۹۱۷ء کو سید صاحب کی پہلی اہلیہ کا انتقال ہوگیا۔ اس حادثہ سے وہ بے انتہا متاثر ہوئے جس کا اظہار انھوں نے اس طرح کیا :

> ” آخر خدا کی مرضی پوری ہو کر رہی دو ماہ شدید علالت کے بعد، میری رفیقۂ زندگی نے ۲۷ سال کی عمر میں اس عالم کو الوداع کہا، استاد مرحوم کی وفات کے بعد، یہ دوسرا حادثہ ہے جس نے میرے سکونِ خاطر کو درہم کر دیا، اپنے ایک سالہ صغر سن بچہ کو چھوڑ کر بڑی بے کسی میں جان دی یہ ۱۲ اپریل ۱۹۱۷ء کا واقعہ ہے۔ لیکن اب تک حواس برجا نہیں ہوئے۔[۶۷]“

اور اسی ماہ اپریل میں ”مرگ یار“ جیسی درد و غم میں ڈوبی ہوئی نظم کہی جس کا مطلع ہے :

ہم سفر وادئ ہستی میں وہ دلبر نہ ہوا
شمع اس راہ میں اس کا رُخ الور نہ ہوا[۶۸]

۱۲ مئی ۱۹۱۷ء کے مکتوب میں اِس نظم کے متعلق اکبر الٰہ آبادی نے اپنے تاثرات اس طرح

---

[۶۷] یاد رفتگاں : سید سلیمان ندوی، ص ۳۱ [۶۸] ایضاً ص ۳۲

ظاہر کئے :

"آپ کے اشعار نے میرے داغ دل ہرے کر دیئے۔ ہرے تو رہتے ہی ہیں یہ کہئے، لہولہان کر دیئے۔ جوشِ غم نے آپ سے ایسے مصرعے کہلا دیئے :

ع شمع اس راہ میں اس کا رخِ انور نہ ہوا
ع وہ گیا اور بپا دہر میں محشر نہ ہوا

ورنہ صرف علمی قابلیت اور قوت قافیہ پیمائی کافی نہیں۔"

۱۳ جون ۱۹۱۷ء کے مکتوب میں اکبر الٰہ آبادی سید صاحب کو لکھتے ہیں :

"نیاز نامے جواب سے محروم رہے اللہ تعالیٰ آپ کو بہ ایں جلالت علم وفضل و کمالات صوری و معنوی سوءِ ظن سے محفوظ رکھے۔ ہم لوگ تو آپ کے دعاگو اور آپ پر ناز کرنے والے ہیں۔"

جولائی ۱۹۱۷ء کے تمدّن میں ارض القرآن پر حسب ذیل تبصرہ شائع ہوا :

"اس نام کی ایک کتاب جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی اڈیٹر معارف نے شائع کی ہے۔ مولانا سلیمان صاحب ندوی مولانا شبلی نعمانی کے قابل قدر شاگرد ہیں۔ نظام کالج[۶۹] میں ایک عرصہ تک پروفیسر رہنے کے بعد آپ نے اس انجمن کی نظامت کا کام اپنے ذمّہ لیا ہے جو ان کے استاد مکرم جناب مولانا شبلی کی یادگار میں دارالمصنفین کے نام سے اعظم گڈھ میں قائم ہے یہ کتاب عرب کی جغرافیائی تحقیق پر مشتمل ہے اس میں یونانی، رومی، اسرائیلی، مصری، عربی روایات کے متعلق ایک محققانہ

---

[۶۹] مراد دکن کالج پونا سے ہے۔

بحث کی گئی ہے اور عرب کے قبل نزول قرآن اور بعد نزول قرآن کے صوبوں کا جغرافیہ درج کیا گیا ہے۔ کتاب میں مغربی تحقیق کی بہ دلائل معقول تردید کی ہے، جنھوں نے واقعات سے غلط اور متعصبانہ نتائج نکالے ہیں۔

مولانا سلیمان صاحب ایک قابل شخص ہیں اور ہمیں یہ بات اپنے توقعات کے بالکل موافق محسوس ہوئی کہ آپ نے جس امر کی تحقیق کو لیا ہے اور جس بحث کو چھیڑا ہے اس میں نہایت درجہ کامیابی حاصل کی ہے۔ اس نوعیت کی کوئی کتاب اس وقت تک اردو زبان میں موجود نہیں ہے۔ اس لئے جناب مولانا صاحب اور بھی زیادہ مبارکباد کے مستحق ہے کہ انھوں نے اردو زبان میں ایسے لٹریچر کو مہیا کر دیا جکی ضرورت تھی اور جس قسم کے کتابوں کے موجود نہ ہونے پر ہر مسلمان کو اُن لوگوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا ہے، جو اس قسم کی کتابوں کو طلب کرتے ہیں۔"

یکم ستمبر ۱۹۱۷ء کے مکتوب میں اکبرؔ الٰہ آبادی لکھتے ہیں:

"آپ کے حالات وخیالات آپ کو ترقیِ مراتب انسانی کی طرف لئے جاتے ہیں۔ آپ آپ ہی ہیں۔"

اکتوبر ۱۹۱۷ء میں اُردو انسائکلوپیڈیا کا کام شروع کیا گیا جس کے ایڈیٹروں میں پہلا نام مولانا سید سلیمان ندوی کا تھا لیکن بدقسمتی سے کام آگے نہ بڑھ سکا۔ ۵؎

نومبر ۱۹۱۷ء کو علامہ اقبال سید صاحب کو لاہور سے لکھتے ہیں:

۵؎ حیات سلیمان : ص ۷۳۹

"آپ کا نوازش نامہ قوت روح اور اطمینان قلب کا باعث ہے میں ایک مدت کے مطالعہ اور غور و فکر کے بعد انھیں نتائج پر پہنچا ہوں جو آپ کے والا نامے میں درج ہیں جو کام آپ کر رہے ہیں جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول آپ کو اس کا اجر فرمائیں گے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تصوف کا وجود ہی سرزمین اسلام میں ایک اجنبی پودا ہے جس نے عجمیوں کی دماغی آب و ہوا میں پرورش پائی ہے[1]۔"

٢٩، ٣٠ مارچ ١٩١٨ء کو ندوۃ العلماء کا سترہواں اجلاس ناگپور میں منعقد ہوا جس میں سید صاحب شریک ہوئے اور یہ تجویز پیش کی۔

"یہ جلسہ حضور نظام دکن خلد اللہ ملکہ کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ اعلحضرت نے اپنے قلمرو میں عثمانیہ یونیورسیٹی ان اصولوں پر قائم کی ہے جو ندوۃ العلماء کے اصول تعلیم کے عین مطابق ہے[2]۔"

٢٨ اپریل ١٩١٨ء کو اقبال اپنے مکتوب بنام سید صاحب میں تحریر کرتے ہیں:

"والا نامہ ابھی ملا ہے "رموز بیخودی" میں نے ہی آپ کی خدمت میں بھجوائی تھی۔ ریویو کے لئے سراپا سپاس ہوں۔

آج مولانا ابوالکلام کا خط آیا ہے انھوں نے میری اس ناچیز کوشش کو بہت پسند فرمایا ہے۔ مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ استاذ الکل ہیں۔ اقبال آپ کی تنقید سے مستفید ہوگا۔

---

[1] اقبال نامہ حصہ اول: ص ٧٧

[2] تاریخ ندوۃ العلماء حصہ دوم: ص ٢٠٩ - ٢١٠

> اسرار خودی کا دوسرا اڈیشن تیار کر رہا ہوں، عنقریب آپ کی خدمت میں مرسل ہوگا۔[۴۳]

۱۰ مئی ۱۹۱۸ء کو علامہ اقبال نے مثنوی رموز بیخودی پر معارف میں تبصرہ کرنے پر سید صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تحریر کیا:

> ”معارف“ میں ابھی آپ کا ریویو (مثنوی رموز بے خودی پر) نظر سے گذرا، جس کے لئے سراپا سپاس ہوں، آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ میرے لئے سرمایۂ افتخار ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔
>
> صحت الفاظ و محاورات کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے، ضرور صحیح ہوگا، لیکن اگر آپ ان لغزشوں کی طرف بھی توجہ فرماتے تو میرے لئے آپ کا ریویو زیادہ مفید ہوتا اگر آپ نے غلط الفاظ و محاورات نوٹ کر رکھے ہیں تو مہربانی کر کے مجھے ان سے آگاہ کیجئے کہ دوسرے اڈیشن میں اُن کی اصلاح ہو جائے۔
>
> غالباً آپ نے ”رموز بیخودی“ کے صفحات پر ہی نوٹ کئے ہوں گے۔ اگر ایسا ہو تو وہ کاپی ارسال فرما دیجئے میں دوسری کاپی اس کے عوض آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔[۴۴]“

اگست ۱۹۱۸ء میں سیرت النبی کا پہلا حصہ شائع ہوا اور ۱۶ اگست کو سید صاحب نے خود بھوپال جا کر اس کی ایک جلد نواب سلطان جہاں بیگم کی خدمت میں پیش کی۔[۴۵]

۱۰ اگست ۱۹۱۸ء کو مولانا محمد علی جوہر نے اپنے مکتوب بنام سید صاحب میں سیرت النبی کی اشاعت کی خبر پا کر اس کو دیکھنے کا اشتیاق بے چینی کے ساتھ ظاہر کیا:

---

[۴۳] اقبال نامہ حصہ اول: ص ۸۰ [۴۴] ایضاً: ص ۸۱ [۴۵] حیات سلیمان: ص ۱۶۹

> "اگر آپ کو پہلے سے کبھی اس کا کافی علم نہ تھا کہ میں سیرت نبوی کے لئے عرصہ سے بے قرار ہوں تو کم از کم یہاں تشریف لانے کے بعد تو قطعی طور پر اس کا احساس ہو گیا ہو گا بلکہ میں نے آپ سے وعدہ لے لیا تھا کہ اگر مکمل نہیں تو اجزا ہی ارسال کر دیئے جائیں گے، اگر اس پر بھی آپ کو میری بے قراری میں شک ہے تو میں دربار نبوی میں ازالہ حیثیت عرفی کی نالش دائر کردوں گا۔ آپ کے جانے کے بعد سے کل تک برابر انتظار تھا کہ مجھ جیسے کاہل اور خط لکھنے میں چور نے بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ ایک عریضہ ارسال خدمت کروں۔ آج صبح کے لئے ارادہ مصمم تھا کہ کل شام ہی معارف دیکھنے میں آیا اور سیرت کی پہلی جلد تیار ہو جانے کا مژدہ سُنا۔ اب بھی اگر آپ ایک جلد ارسال نہ فرمائیں گے تو یقین کیجئے کہ میں رسیاں تُڑا کر خود اعظم گڈھ آ کودوں گا اور دارالمصنفین میں وہ ہڑبونگ مچاؤں گا کہ آپ حضرات اہل قلم کی محبوب یک سوئی کا خاتمہ ہو جائے گا اور اعظم گڈھ کی آنکھیں محاذ مغربی سے زیادہ آتشبازی سے خیرہ اور اعظم گڈھ کے کان اس سے کہیں زیادہ گولوں کے پھٹنے کی آوازوں سے بہرہ ہو جائیں گے۔ خیر یہ لاف و گذاف تو ہوتا ہی رہیگا اب عرض یہ ہے کہ براہ کرم ایک جلد قسم دوئم بذریعہ دی پی ارسال فرما دیجئے۔"[۶۶]

۱۰ ستمبر ۱۹۱۸ کے مکتوب اکبر الہ آبادی بنام سید صاحب میں اکبر کے خیالات اس طرح کے ملتے ہیں:

---

[۶۶] سید سلیمان ندوی نمبر۔ ریاض کراچی مارچ ۱۹۵۴ ص ۱۷۶

"آپ نے جو کچھ فرمایا ہے بہت صحیح ہے میں خوب سمجھتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اس وقت دنیا کدھر جا رہی ہے۔ بہر حال سر تسلیم خَم ہے جس بات کو اپنے حق میں بہتر سمجھیں بشرط امکان اُس کو کیے جائیں، اللہ کے فضل سے امیدوار رہیں ....

آپ کی تحریروں کو پڑھ کر یہ اشعار کہے تھے ؎

اِدھر جوانوں کو ہے یہ سودا کہ سیر بازار انھیں کرائیں
اُدھر خواتین خلوت آرا ہنوز مست اپنی موج میں ہیں
مگر یہ قیدِ حرم کہاں تک حجاب کے دن نقاب کب تک
کہ گبر و ترسا کی لیڈیاں اب شریک واعظ کی موج میں ہیں

(اِن دنوں سید صاحب نے معارف میں آزادی نسواں کے متعلق نوٹ لکھے تھے)

۲۳ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو علامہ اقبال نے سید صاحب کا اس طرح شکریہ ادا کیا:

"جس توجہ سے آپ نے تنقیدی خطوط لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے، اس کے لئے نہایت شکر گذار ہوں۔"

۲ دسمبر ۱۹۱۸ء کا مکتوب اقبال بھی نہایت اہم ہے:

"والا نامہ مل گیا ہے، حالات معلوم ہونے پر طبیعت بہت متاثر ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کو اطمینان قلب عطا فرمائے۔ آپ کا یہ فقرہ کہ "میرے ساتھ خدا کا معاملہ عجیب ہے" گویا تمام ملت مرحومہ کے احساسات کا ترجمان ہے۔ جو قوم ایک مشن لے کر پیدا ہوئی ہے اس کی روحانی تربیت کے لئے ابتلا کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں،

ثہ اقبال نامہ حصہ اول: ص ۹۱

ایک انگریزی مصنف جسے ابتلا کے دور رس نتائج کا تجربہ ہو چکا تھا لکھتا ہے کہ "دُکھ دیوتاؤں کی ایک رحمت عظیم ہے" تاکہ انسان زندگی کے ہر پہلو کا مشاہدہ کر سکے" آپ اُمت محمدیہ کے خاص افراد میں سے ہیں اور اس مامور من اللہ قوم کے خاص افراد کو ہی امر الٰہی ودیعت کیا گیا ہے۔ فرقہ یاسیہ کو چھوڑ کر فرقہ رجائیہ میں آ جائیے جس حقیقت کو آپ زیر پردہ دیکھ چکے ہیں اس کی بے نقابی کا قریب ہے انشاء اللہ۔

زمانہ باز بیفروخت آتش نمرود
کہ بے نقاب شود جوہر مسلمانی

شخصی اعتبار سے آپ کے ساتھ حد درجہ ہمدردی ہے یقین جانئے کہ آپ کے الفاظ نے میرے دل پر سوز و گداز کی کیفیت طاری کر دی اور میں دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آلام و مصائب میں استقامت عطا فرمائے۔

ہاں ترجمہ کی داد دیتا ہوں، لٹریری اغراض کے لئے یہ ترجمہ نہایت عمدہ ہے میرے خیال میں اس سے بہتر الفاظ نہ مل سکیں گے، البتہ فلسفیانہ اغراض کے لئے شاید اور الفاظ وضع کئے جائیں تو بہتر ہو گا۔"[۵۸]

۱۹۱۸ء میں ارض القرآن کا دوسرا حصہ طبع ہو کر منظر عام پر آیا۔

۲۲/۳۰ جنوری ۱۹۱۹ء کے خطیب دہلی میں ارض القرآن جلد دوم پر حسب ذیل تبصرہ شائع ہوا:

---

[۵۸] اقبال نامہ حصہ اول: ص ۹۷

"حال میں مولینا سید سلیمان ندوی ناظم دار المصنفین نے ارض القرآن کی دوسری جلد مرتب فرمائی ہے اس میں سلسلہ ابراہیمی کے اس حصہ کی تاریخ سے بحث کی گئی ہے۔ جس کا تعلق بالخصوص قرآن پاک سے ہے اس ضمن میں، مولینا سید سلیمان نے تحقیق و تلاش اور وسعت معلومات کے وہ جواہر ریزے اس کتاب میں جمع فرما دیئے ہیں کہ برسوں کے مطالعہ کے بعد بھی کہیں اور سے تشنہ کامانِ علم اپنی پیاس نہیں بجھا سکتے۔ مگر اس کتاب کے مطالعہ سے سیرابی ہو سکتی ہے۔

آل ابراہیم کے سلسلہ میں مولینا سید سلیمان نے تمام اہم مسائل پر محققانہ بحث کی ہے مثلاً عرب کی تجارت، قبل اسلام عرب کی زبانیں، قبل از اسلام عرب کے ادیان اور قبل از اسلام مذاہب اور قرآن مجید۔ یہ اس کتاب کے اہم ابواب ہیں جن کے ضمن میں تمام ضروری مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے اور سلسلہ ابراہیمی کی کل قوموں کے تمام تمدن مذہبی و معاشرتی سوانح و حالات جہاں اس کا تعلق قرآن مجید سے ہے بیان کئے گئے ہیں۔ تمام کتاب محققانہ رنگ میں لکھی گئی ہیں۔ ہم اپنے ناظرین کو اس کتاب کے مطالعہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور آخر میں خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ارکان دار المصنفین کو توفیق اور مہلت مزید عطا فرمائے کہ وہ ملک و قوم کی اس سے زیادہ خدمت کر سکیں۔"

۳ اپریل ۱۹۱۹ء کے مکتوب اقبال بنام مولانا سید سلیمان کا یہ حصہ اہم ہے:

"میری خامیوں سے مجھے ضرور آگاہ کیا کیجئے۔ آپ کو زحمت تو ہوگی لیکن مجھے فائدہ ہوگا۔ "بادہ نارسا" کے لئے مجھے کوئی سند یاد

نہیں، بادۂ نارس یا "میوۂ نارسل" (بمعنی خام) لکھتے ہیں۔ لفظ "مینار" غلط ہے۔ صحیح لفظ منار (بغیر "ی" کے ہے) یہ الفاظ اس زمانہ کی نظموں میں واقع ہوئے ہیں جس زمانہ میں سمجھتا تھا کہ لٹریچر میں ہر طرح کی آزادی لے سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض نظموں میں میں نے اصول بحر کا بھی خیال نہیں کیا اور ارادۃً۔[79]"

۱۹ اپریل ۱۹۱۹ء کے اٹھارہویں اجلاس ندوۃ العلماء بمقام بلگام (بمبئی) میں سید صاحب شریک ہوئے اور تقریباً ایک گھنٹہ تک نہایت پُرمغز اور پُرمعلومات تقریر کی۔[80]

۱۷ ستمبر ۱۹۱۹ء کو علامہ اقبال نے سید صاحب کو لکھا:

> "میں تو اپنے اشعار کو چنداں وقعت نہیں دیتا، لیکن جب اڈیٹر "معارف" ان کے لئے تقاضا کرتے ہیں تو شبہ ہوتا ہے کہ شاید ایسا ہی کچھ ہو"۔[81]

۲۷ ستمبر ۱۹۱۹ء کو اقبال اپنے متعلق سید صاحب کو تحریر کرتے ہیں:

> "...غرض یہ کہ موجودہ حالات میں میرے افکار اس قابل نہیں کہ ان کی تنقید کے لئے سید سلیمان کا دل و دماغ صرف ہو لیکن اگر احباب تبصرہ پر مُصر ہیں تو یہی بہتر ہے کہ مجموعہ کا انتظار کیا جائے۔[82]..."

نومبر ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علمائے ہند کی بنیاد پڑی۔ اس کے بانیوں میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا کفایت اللہ، مولانا احمد سعید، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا آزاد سبحانی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری وغیرہ تھے۔[83]

---

[79] اقبال نامہ حصہ اول : ص ۱۰۱ [80] تاریخ ندوۃ العلماء حصہ دوم : ص ۲۱۴

[81] اقبال نامہ حصہ اول : ص ۱۰۵ [82] ایضاً : ص ۱۰۹/۱۰۸ [83] حیات سلیمان : ص ۲۱۷

۲۴ دسمبر ۱۹۱۹ء کا مکتوب مولانا محمد علی بنام مولوی مسعود علی ندوی سے سید صاحب کے علمی کاموں کی اہمیت پر اچھی روشنی پڑتی ہے :

> "سلیمان صاحب کے خط کا ابتک انتظار ہے مگر شکایت نہیں کیونکہ اس عرصے میں میں نے "ارض القرآن" کی دوسری جلد بھی ختم کر ڈالی (گو لفظ "بھی" بالکل صحیح نہیں ہے کیونکہ بدقسمتی سے جلد اول ابتک پوری ختم نہیں ہوئی اور غلطی سے گھر چلی گئی ہے اور ابتک واپس نہیں آئی۔ سلیمان صاحب اسی طرح کتابیں لکھتے رہیں اور ساری عمر بھی خط نہ لکھیں۔ تب شکایت کا موقع نہ ہو گا بلکہ مشکوریت کا سلسلہ جاری رہے گا۔"[۸۴]

دسمبر ۱۹۱۹ء کی آخری تاریخوں میں امرتسر میں کانگریس اور مجلس خلافت کے اجلاس منعقد ہوئے جس کے بارے میں سید صاحب لکھتے ہیں :

> "...... اس وقت سارے ہندوستان کے ہر طبقہ کے اہل سیاست کا مجمع تھا۔ یہی وقت تھا جب محمد علی اور شوکت علی صاحب وغیرہ نے اس تحریک کی کامیابی کے لئے ہندوؤں کو بھی اپنے ساتھ لیا اور اسی طرح گاندھی جی اور مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی اور شوکت علی نے مل کر احیائے خلافت کے ساتھ ہندوستان کی آزادی کے مسئلہ کو بھی تحریک کے مقاصد میں شامل کر لیا اور اس طرح سیاست نے ہندوستان میں نئی کروٹ لی گاندھی جی نے اس تحریک میں عملاً حصہ لیا اور شوکت صاحب سے مل کر سارے ہندوستان کا دورہ کیا۔"[۸۵]

---

[۸۴] سید سلیمان ندوی نمبر : ریاض کراچی مارچ ۱۹۵۴ء ص ۱۷۷
[۸۵] برید فرنگ : ص ۹ (خطوط کا پس منظر)

امرتسر کے اس تاریخی اجتماع میں یہ طے ہوا کہ ہندوستان سے چند آدمیوں پر مشتمل ایک وفد انگلینڈ اور یورپ کے دوسرے اتحادی ملکوں میں جائے اور ہندوستانیوں کے مطالبات سے حکومت برطانیہ اور دوسرے اتحادی ملکوں کے وزراء کو آگاہ کرے۔

وفد کے مطالبات حسب ذیل قرار دیئے گئے۔

۱ ٹرکی کے سلطان کی حکومت بحیثیت اس کے کہ وہ مسلمانوں کا خلیفہ ہے، قسطنطنیہ تھریس اور اناطولیہ اور آرمینیا میں مستقل و آزاد قائم رکھی جائے۔

۲ حجاز، شام، فلسطین اور عراق کو جہاں مسلمانوں کے مقدس مقامات ہیں اور جس کے مجموعہ کا نام جزیرۃ العرب ہے غیر اسلامی اقتدار سے محفوظ رکھا جائے اور اس طرح حکومت برطانیہ نے جو وعدہ اسلامی مقامات مقدسہ کی حفاظت کے متعلق کیا تھا، اس کو وہ پورا کرے۔

۳ ہندوستان کی آزادی کے لئے رائے عامہ ہموار کی جائے کیونکہ بلاد اسلامیہ کا تحفظ ہندوستان کی آزادی کے بغیر ممکن نہیں[۸۶]

اس وفد کے تین ارکان مولانا محمد علی، مولوی سید حسین اور مولانا سید سلیمان ندوی منتخب ہوئے۔ حسن محمد حیات صاحب اس کے سکریٹری بنائے گئے۔

اس وفد میں رکن کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کے متعلق سید صاحب لکھتے ہیں:

> "میرے ذمہ یہ کام تھا کہ مذہبی اور تاریخی حیثیت سے انگریزی اخباروں میں ہمارے خلاف جو مضمون نکلیں، ان کا جواب لکھنا اور اسلامی ملکوں کے مسلمانوں سے مل کر ان کو اس تحریک سے آگاہ کرنا اور ان کی ہمدردی حاصل کرنا ان کے

---

[۸۶] برید فرنگ : ص ۱۰ (خطوط کا پس منظر)

> علاوہ دو اور کام بھی میں نے اپنے ذمہ لے رکھے تھے ایک یہ کہ روزانہ انگریزی اخباروں کو پڑھ کر قابل لحاظ مضامین اور خبروں پر سرخ نشان لگا دینا، تاکہ وفد کے دیگر ارکان بھی اُن کو پڑھ لیں، دوسرا یہ کہ ہر ہفتہ، ہفتہ بھر کی رفتار کار اور کاموں کی روداد لکھ کر ہندوستان بھیجنا خصوصیت کے ساتھ شوکت علی صاحب اور مولانا عبدالباری صاحب کو وفد کے کاموں سے باخبر رکھنا[۸۷]۔"

یہ وفد ۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو بمبئی پہنچا جہاں "اسٹیشن سے لے کر مستقر تک آدمیوں کا وہ ہجوم تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ بمبئی کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے[۸۸]۔" ۳۰ جنوری کو بال گنگا دھر تلک کی صدارت میں ایک الوداعی جلسہ ہوا جس میں سید صاحب نے ایک نہایت پُر اثر تقریر کی۔

یکم فروری کو صبح کے وقت بمبئی سے یہ وفد روانہ ہوا۔ سید صاحب لکھتے ہیں:

> "بمبئی میں مسلمانوں نے جس جوش و خروش سے خیر مقدم کیا اور الوداع کیا وہ یادگار واقعہ ہے جہاز پر مسلمانوں نے بڑے خلوص و عقیدت سے رخصت کیا نعرۂ اللہ اکبر کی گونج بار بار اُٹھ رہی تھی۔ ہر طرف سے پھولوں کی بارش ہو رہی تھی، پر اُمید نگاہیں ہمارے چہروں پر جمی ہوئی تھیں، شوکت علی، مولانا عبدالباری اور سیٹھ چھوٹانی نے سینوں سے لگا کر دعائیں دیں[۸۹]۔"

۲۲ فروری کو یہ وفد وینس پہنچا۔ جہاں سے سوئزرلینڈ ہو کر ہم پیرس کے لئے روانہ ہو گئے۔ ۲۶ فروری کو رات کے وقت لندن پہنچے۔ ۲ مارچ کو رات کے وقت وزیر برائے ہند

---

[۸۷] برید فرنگ: ص ۱۲ (خطوط کا پس منظر) [۸۸] ایضاً ص ۱ [۸۹] ایضاً: ص ۲

سے وفد کی ملاقات ہوئی انھوں نے وعدہ کیا کہ "گورنمنٹ جہاں تک ممکن ہے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا خیال کرے گی[۹]۔"

۲ مارچ کو شام کے وقت مسٹر فشر (عارضی وزیر ہند) نے ایوان ہند میں ملنے کی دعوت دی۔ سید صاحب لکھتے ہیں:

> "ہم لوگ شام کو چھ بجے انڈیا آفس پہنچے آدھ گھنٹے کے انتظار کے بعد ملاقات ہوئی، ایوان ہند کے انڈر سکریٹری اور پرائیوٹ سکریٹری موجود تھے۔ محمد علی اور سید حسین دونوں صاحبوں نے نہایت آزادی اور صفائی سے اپنے مطالبات پیش کئے اور کہا کہ "ہم کو انگریزی زبان میں کوئی لفظ نہیں ملتا جو ادب کے ساتھ تنبیہہ پیش کرنے کا مفہوم ادا کر سکے، جس کے اندر تہدید کا مفہوم نہ ہو۔" مسٹر محمد علی نے زیادہ تر مذہبی نقطۂ نظر کو بیان کیا، سید حسین صاحب نے ہندوؤں کے شمول اور تمام ہندوستان کے اتفاق و اتحاد عام اور اس کے اسباب کا تذکرہ کیا اور موقع پا کر گاندھی جی کی مرتبہ یاد داشت، متعلقہ مطالبات خلافت کے اقتباسات سنائے۔
>
> مسٹر فشر پھر میری طرف متوجہ ہوئے، میں نے خلافت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کی مذہبی حیثیت بتانے کو ان سے کہا کہ نہ میں پولیٹیکل آدمی ہوں اور نہ میں جن کا قائم مقام ہوں وہ پولیٹیکل ہیں، ہم لوگ خالص علمی و مذہبی خدمت کرنے والے ہیں۔ میرا اس وفد میں شریک ہو کر آنا خود اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ ہم جس مقدمہ

---

[۹] برید فرنگ: ص ۱۲

کو آپ کی عدالت میں پیش کر رہے ہیں وہ خالص مذہبی ہے۔[91]"

اس کے بعد مسٹر فشر سے دیر تک باتیں ہوئیں۔

۱۹ مارچ کو مسٹر لائڈ جارج (وزیر اعظم) سے ملاقات ہوئی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک ملاقات رہی۔ تمام گفتگو کے بعد انھوں نے فرمایا کہ "ہم سلف ڈٹرمنیشن" کے سوا کوئی اصول نہیں جانتے ہیں۔[92]"

وفد خلافت جب وزیر ہند سے ملنے گیا تو پہلے اس کمرے میں کچھ دیر انتظار کرنا پڑا جہاں وزارات ہند کی بیٹھک ہوئی تھی سید صاحب لکھتے ہیں:

> "..... اس چھوٹے سے کمرہ کو دیکھ کر خیال آیا کہ یہ وہ ایوان عالی ہے جہاں بیٹھ کر ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ ہوتا ہے، معارف کے کام کی یہ بات ہے کہ ایوانِ وزارت کی میز پر پیتل کے چند موٹے پتر مع ایک چھوٹے سے دستہ کے نظر آئے، وہ کاغذ دبانے کے پیپرویٹ تھے، تعداد میں آٹھ تھے۔ ان پر فارسی اور اردو اشعار کندہ نظر آئے۔ فارسی کے اشعار عموماً سعدی کے ہیں۔ اِن تمام اشعار میں بادشاہ کو عدل و انصاف کی تعلیم ہے۔ کاش اگر وزرائے ہند ان اشعار کے مطالب کو سمجھ سکتے تو اپنے فیصلوں میں اس قدر تنگ دلی اور سختی روا نہ رکھتے، میں تصور کرتا ہوں کہ ہر نئے فیصلہ کے وقت پیتل کی یہ بے زبان مورتیں اپنا فرض موعظت ادا کرتی ہوں گی۔ پرنس غلام حسین آف میسور نے ۱۸۵۴ء میں غدر سے تین برس پہلے ان کو پیش کیا ہے خیال کرتا ہوں سلطان میسور کے دربار کی یادگار ہوں گے۔"[93]

---

[91] بریدِ فرنگ: ص ۱۶ [92] ایضاً: ص ۳۰ [93] ایضاً: ص ۳۲/۳۳

۲۴ مارچ ۱۹۲۰ء کو لندن میں مولانا سید سلیمان ندوی نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔

۳۰ مارچ ۱۹۲۰ء کو رائل ایشیاٹک سوسائیٹی کے جلسہ افتتاح تعمیر میں سید صاحب شریک ہوئے لکھتے ہیں:

> "۳۰ مارچ کو رائل ایشیاٹک سوسائیٹی کے جلسہ افتتاح تعمیر میں شریک ہوا، اکثر علمائے مشرقیات جمع تھے۔ لارڈ رے نے ایک مشرقی مبحث پر اور چینی سفیر متعین لندن نے "چینی تمدن" پر ایک مضمون پڑھا جس میں ایک فقرہ مزہ کا تھا۔ "ہم چینی پہلے سمجھتے تھے کہ ہمارے سوا اور تمام دنیا غیر متمدن و وحشی ہے لیکن یہ خیال رفتہ رفتہ کم ہو گیا اور اب ہم سمجھتے ہیں کہ نہیں اور لوگ بھی کچھ متمدن ہیں"۔ کتب خانہ دیکھا کچھ زیادہ بڑا نہیں ایک مصور شاہنامہ نمایش کی میز پر ہے[۹۴]۔"

یکم اپریل ۱۹۲۰ء کے مکتوب میں بٹرلی (ڈربی شائر) کے ۲٦ مارچ کے سفر اور اجتماع کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

> "اس ہفتہ ایک چھوٹا سا سفر بھی ہوا۔ یہاں ایک دو سال سے طلبائے ہند مقیم انگلینڈ سال میں ایک دفعہ ایک جگہ ہفتہ کے لئے جمع ہوتے ہیں انڈین کانفرنس اس کا نام ہے۔ امسال اجتماع بٹرلی واقع ڈربی شائر میں ہوا تھا۔ ہم لوگ بھی مدعو تھے۔ میں اور محمد علی صاحب گئے تھے، راہ میں مسز نائیڈو بھی ساتھ ہو گئیں بٹرلی اسٹیشن پر طلبا نے "بندے ماترم" کے ہجوم میں مہمانوں کو اتارا، تمام اطراف انگلینڈ سے ہر صوبہ کے تقریباً سوا سو لڑکے آئے تھے جن میں ۵ یا ٦

---

[۹۴] برید فرنگ: ص ۲٦

لڑکیاں بھی تھیں۔ سکونت کے لحاظ سے طلبا کی زیادہ تعداد بمبئی کی تھی اس کے بعد بنگال کی، بعد ازاں یوپی اور پھر مدراس کی۔ محمد علی صاحب سے فرمایش کی گئی کہ وہ "انڈین نیشنلزم" اور "پین اسلامزم" پر تقریر کریں۔ انھوں نے تقریر اس طرح کی کہ گویا وہ کسی مسلمان مجمع میں ہیں۔

یہاں قاعدہ یہ ہے کہ مقرر کی تقریر کے بعد حاضرین میں سے اگر کسی کو تقریر کے متعلق کوئی شبہ یا خیال ہوتا ہے تو وہ پیش کرتا ہے۔ طالب علم ہر جگہ طالب علم ہوتے ہیں۔ انھوں نے ایک طرف سے سوالات کا سلسلہ باندھ دیا۔ پنجاب کے کوئی پروفیسر بال کشن ہیں، جن کا تعلق گروکل سے بھی ہے انھوں نے آریہ سماج کے مناظرانہ ٹھاٹ سے مباحثہ شروع کیا صبح ۹ بجے سے شام کے سات بجے تک بازار گرم رہا۔ بیچ میں صرف کھانے اور چائے کے لئے مجلس برخاست ہوئی سارے اعتراضات کا مبنیٰ یہ تھا کہ انڈین نیشنلزم چاہتی ہے کہ آپ کی کوششوں کا مرکز صرف ہندوستان ہو۔ پین اسلامزم دنیا پر حاوی ہے تو آپ خاص و عام کو کیونکر یکجا کر سکتے ہیں۔ ہندوستان اور اسلام کے اغراض جب باہم متصادم ہوں گے تو آپ کیا کریں گے؟

میری حالت ایسے موقع پر دیکھنے کے لائق ہوتی ہے اگر انگریزی نہ سمجھتا تو کچھ الجھن ہوتی، لیکن ماشاءاللہ انگریزی اب سمجھ لیتا ہوں، بول لیتا ہوں لیکن تقریر پر قدرت نہیں رکھتا۔ اس سے طبیعت میں اس قدر الجھن ہوتی ہے کہ حد بیان سے باہر، کبھی تقدیر کو کوستا ہوں کبھی اپنی گذشتہ کوتاہیوں پر ماتم کرتا ہوں کہ کیوں طالب علمی میں انگریزی میں محنت نہ کی۔ بہر حال بمصالح مسز نائیڈو نے مجھ سے کہا

کہ جائے کے بعد جو جلسہ ہو تو آپ تقریر اُردو میں کیجئے (وہ ایک اور جلسہ میں میری تقریر کو سن کر بے حد داد دے چکی ہیں) اکثر لڑکے سمجھ جائیں گے لیکن احتیاطاً انگریزی میں ترجمہ بھی کر دیا جائے گا۔ چنانچہ میں نے تقریر کی۔ آپ خود بینی کا الزام نہ دیں تو میں کہوں کہ میں نے اچھی تقریر کی کہ ایک معترض بھی چوں نہ کر سکا۔ سب نے دلائل کی قوت کو تسلیم کر لیا اور مان لیا کہ انڈین نیشنلزم اور پین اسلامزم کیونکر متحد ہو سکتے ہیں[۹۵]"

۲۸ مارچ کو بٹرلی سے روانہ ہوئے۔

۲۹ مارچ کو ہاؤس آف کامنس میں لیبر پارٹی کے کچھ لیڈروں سے گفتگو ہوئی۔

۱۰ اپریل کو لیبر پارٹی کی ایڈوائزری کمیٹی سے ملاقات کی۔

۱۲ اپریل کو لندن سے پیرس روانہ ہوئے۔ اسی تاریخ کو نوری سعید پاشا سے مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا محمد علی کی ملاقات ہوئی۔

۲۳ اپریل کو لیبر پارٹی کی ایڈوائزری کمیٹی سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔

۲۶ اپریل کو مسٹر مانٹیگو سے ملاقات ہوئی۔

۳۰ جون ۱۹۲۰ء کو اراکین وفد آکسفورڈ گئے۔

یکم ستمبر ۱۹۲۰ء کو اراکین وفد لندن سے روانہ ہوئے۔ اور آخر ستمبر ۱۹۲۰ء میں ہندوستان واپس آئے۔

۱۰ اکتوبر کو علامہ اقبال نے وفد کی واپسی پر سید صاحب مبارکباد پیش کرتے ہوئے تحریر کیا:

---

[۹۵] برید فرنگ : ص ۴۰/۴۱/۴۲

"مراجعت مع الخیر مبارک

آپ نے بڑا کام کیا ہے جس کا صلہ قوم کی طرف سے شکر گزاری کی صورت میں مل رہا ہے اور دربار نبوی سے نہ معلوم کس صورت میں عطا ہوگا۔ وزرائے انگلستان کا جواب وہی ہے جو ان حالات میں ہمیشہ دیا گیا ہے۔

"انؤمن لبشرین مثلنا وقومھما لنا عٰبدون"

تاہم مجھے یقین ہے کہ ہندی وفد کا سفر یورپ بڑے اہم نتائج پیدا کرے گا۔[۹۶]"

اکتوبر ۱۹۲۰ء میں پہلی قومی درسگاہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا اس کے اصل بانی مولانا محمد علی، حضرت شیخ الہند اور حکیم اجمل خاں تھے لیکن اس کے ارکان میں گاندھی جی، موتی لال نہرو، مسز سروجنی نائیڈو بھی تھے۔ مولانا سید سلیمان ندوی کی حیثیت بھی اس کے رکن رکین کی رہی اور وہ ایک عرصہ تک جامعہ کے کاموں سے دلچسپی لیتے رہے۔[۹۷]

۱۵ نومبر ۱۹۲۰ء کو ندوۃ العلماء کا نہایت اہم جلسہ ہوا جس میں سرکاری امداد بند کرنے کا فیصلہ دو تہائی کثرت آراء سے طے پایا۔ اس کے ساتھ یہ بھی طے کیا گیا کہ:

"اس طرح سے جو کمی آمدنی میں ہوگی اس کو عامۂ مسلمین کی امداد سے پورا کرنے کی استدعا کی جائے مگر کسی حالت میں معیار تعلیم کم نہ ہونے دیا جائے بلکہ اور بلند کرنے کے اسباب مہیا کیے جائیں۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی اور مولانا حمید الدین صاحب

---

[۹۶] اقبال نامہ حصہ اول: ص ۱۴۷ [۹۷] حیات سلیمان: ص ۲۷۳-۲۷۴

> بی۔ اے سابق پرنسپل دارالعلوم حیدرآباد دکن نے ہر دوسرے مہینے دس دن کے واسطے دارالعلوم میں قیام فرما کر معیار تعلیم کو بہتر بنانے کی ذمہ داری بھی قبول فرمائی[98]۔"

۱۹۲۰ء میں جب سید صاحب کی کتاب سیرت عائشہ شائع ہوئی اور اس کی ایک جلد علامہ اقبال کو بھیجی تو ۲۳ دسمبر کو انھوں نے اس کی رسید بھیجتے ہوئے تحریر کیا:

> "سیرتِ عائشہ کے لئے سراپا سپاس ہوں، یہ ہدیہ سلیمانی نہیں سرمۂ سلیمانی ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے سے میرے علم میں بہت مفید اضافہ ہوا، خدائے تعالیٰ جزائے خیر دے[99]۔"

۲۴ دسمبر ۱۹۲۰ء کو کانگریس کے اجلاس میں شرکت کے لئے سید صاحب ناگپور پہنچے جس کی اطلاع انھوں نے اپنے محترم رفیق سید عبدالحکیم رحمانی دسنوی کو اس طرح دی:

> "دہلی سے دہلی جماعت کے ساتھ ناگپور آیا۔ ۲۴ کو ناگپور پہنچا۔ ۲۶ سے کانگریس ہے گرما گرم بحثیں ہو رہی ہیں۔ بنگال نے تو کندھا ڈال دیا۔ لالہ لاجپت رائے مذبذب الرائے ہیں، مالوی جی دم بخود، مسلمان ہیں اور گاندھی جی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں امید نہیں کہ ۳۰ سے پہلے کانگریس ختم ہو سکے۔ کانگریس کے مقصد کی تجویز پاس ہو گئی یعنی ہندوستان کا کامل استقلال، آج اس وقت ترک موالات کا رزولیوشن پیش ہے[100]۔"

دسمبر ۱۹۲۰ء میں سید صاحب کا مضمون "خلافت اور ہندوستان" کے عنوان سے معارف میں شائع ہوا۔

---

[98] تاریخ ندوۃ العلماء، حصہ دوم: ص ۲۷۲ [99] اقبال نامہ حصہ اول: ص ۱۱۳ [100] حیات سلیمان، ص ۲۲

دسمبر ۱۹۲۱ء میں کانگریس کا اجلاس احمد آباد میں ہوا تھا جس میں سید صاحب شریک ہوئے تھے، اسی اجلاس میں سید صاحب کو کانگریس ورکنگ کمیٹی کا ممبر چُنا گیا۔

۲۹ مئی ۱۹۲۲ء کو علامہ اقبال سید صاحب کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

> "خضرِ راہ" کے متعلق جو نوٹ آپ نے لکھا، اس کا شکریہ قبول فرمائیے۔ جوشِ بیان کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا صحیح ہے۔ مگر یہ نقص اس نظم کے لئے ضروری تھا (کم از کم میرے خیال میں) جنابِ خضر کی پختہ کاری، اُن کا تجربہ اور واقعات و حوادثِ عالم پر اُن کی نظر سب باتوں کے علاوہ ان کا اندازِ طبیعت جو سورۂ کہف سے معلوم ہوتا ہے اس بات کا مقتضی تھا کہ جوش اور تخیل کو ان کے ارشادات میں کم دخل ہو، اس نظم کے بعض بند میں نے خود نکال دیے اور محض اس وجہ سے کہ ان کا جوشِ بیان بہت بڑھا ہوا تھا اور جنابِ خضر کے اندازِ طبیعت سے موافقت نہ رکھتا تھا۔ یہ بند اب کسی اور نظم کا حصّہ بن جائیں گے۔"[۱۰]

۵ جولائی ۱۹۲۲ء کو "پیامِ مشرق" سے متعلق سید صاحب کی رائے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اقبال لکھتے ہیں :

> "پیامِ مشرق" پر جو نوٹ آپ نے معارف میں لکھا ہے اس کے لئے سراپا سپاس ہوں، پروفیسر نکلسن کا خط بھی آیا ہے انھوں نے اسے بہت پسند کیا ہے اور غالباً اس کا ترجمہ بھی کریں گے وہ لکھتے ہیں کہ یہ کتاب جدید اور اوریجنل خیالات سے مملو ہے اور گوئٹے کے دیوان مغربی کا قابلِ تحسین جواب ہے مگر میرے لئے آپ کی رائے

---

[۱۰] اقبال نامہ حصہ اول، ص ۱۱۸ / ۱۱۹

ایک یادگار تصویر

۱۹۲۲ء - ۱۹۲۱ء

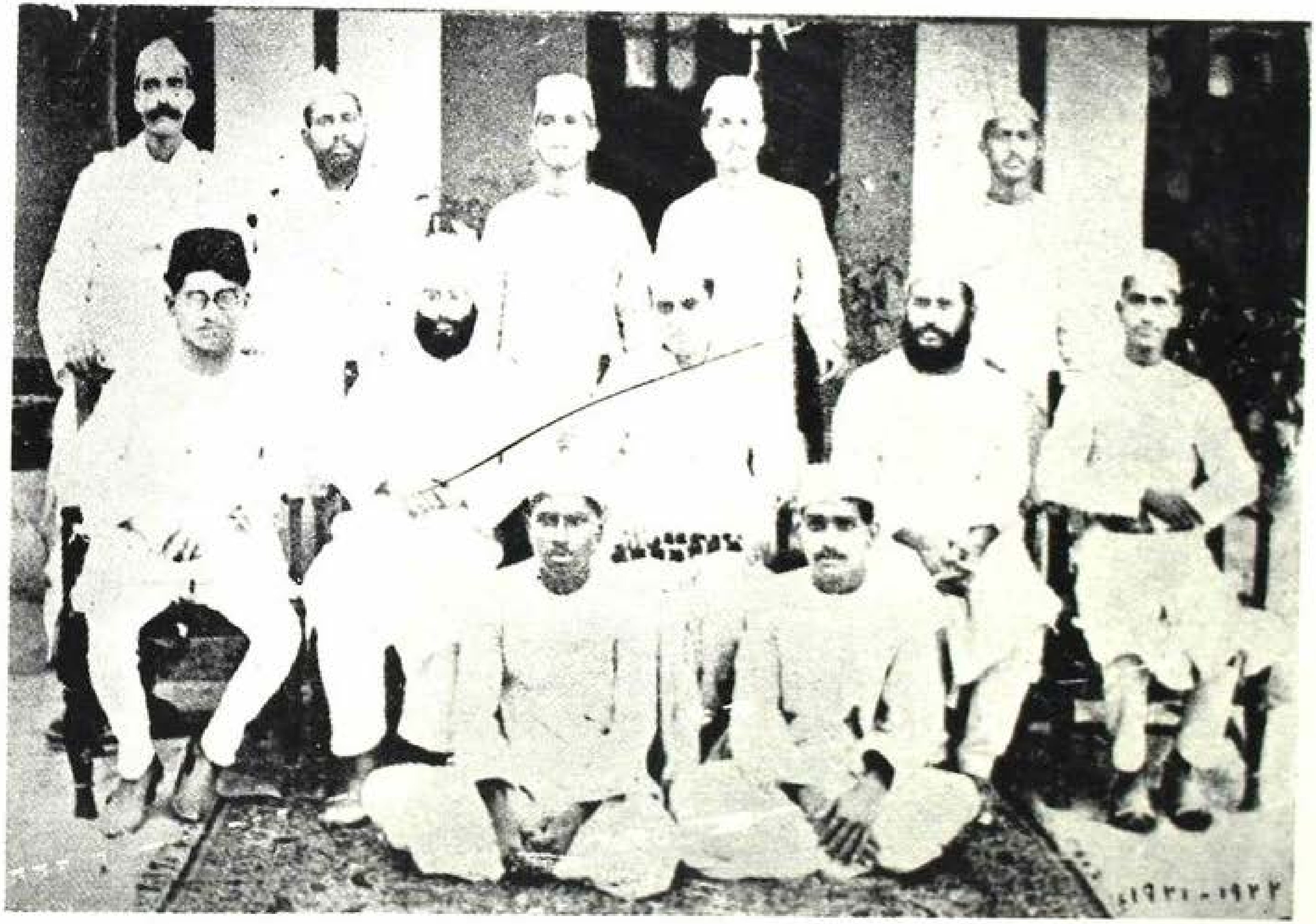

بیٹھے ہوئے (دائیں سے بائیں) نجیب اشرف ندوی. مولانا مسعود علی ندوی. پنڈت جواہر لال نہرو. مولانا سید سلیمان ندوی

پروفیسر نکلسن کی رائے سے زیادہ قابلِ افتخار ہے۔

……

اب کے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ پر آپ سے ملنے کی توقع تھی۔ میں اسی خیال سے جلسہ میں گیا کہ آپ کو اپنے ہاں مہمان کرنے کے لئے لیتا آؤں گا۔ مگر جلسے میں جا کر مایوسی ہوئی۔[۱۰۲]"

۲۳ نومبر ۱۹۲۲ء کو اجلاس کانگریس و خلافت کمیٹی کلکتہ میں شرکت کی۔

دسمبر ۱۹۲۲ء کے جلسۂ تقسیم اسناد مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں شرکت کی۔

۱۹۲۳ء میں بہار خلافت کانفرنس کی صدارت کی جس میں ایک خطبہ پڑھا جو بعد میں اکتوبر ۱۹۲۳ء کے معارف میں "ارض مقدس کی داستان" کے عنوان سے شائع ہوا۔

۱۹۲۳ء میں مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب جو نہایت دلچسپی اور دردمندی کے ساتھ ندوہ کی خدمت کر رہے تھے وفات پا گئے تو نواب علی حسن خاں ندوہ کے ناظم منتخب کئے گئے اور وہاں کی تعلیم کی دیکھ ریکھ اور اصلاح و ترقی کے لئے مولانا سید سلیمان ندوی کو معتمد تعلیم مقرر کیا گیا۔[۱۰۳] پھر ۲۰ دسمبر کو نواب صاحب مستقل ناظم اور سید صاحب دارالعلوم کے معتمد قرار پائے۔[۱۰۴]

۲۰ اگست ۱۹۲۳ء کو مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کا معائنہ فرمایا اور اپنے تاثرات ظاہر کرتے ہوئے سید صاحب کے متعلق یہ خیالات قلمبند کئے:

> "خوش قسمتی ہے کہ مولوی سید سلیمان صاحب ندوی نے دارالعلوم کی نگرانی قبول فرمائی ہے اُن سے زیادہ ہمدرد اور دارالعلوم کا نبض شناس اور کون ہو سکتا ہے ان کی کوششیں اساتذہ کرام کی کوششوں

---

[۱۰۲] اقبال نامہ حصہ اول : ص ۱۲۰/۱۱۹ [۱۰۳] حیات سلیمان : ص ۲۸۶ [۱۰۴] تاریخ ندوۃ العلماء حصہ دوم : ص ۲۵۴

کے ساتھ مل کر وہ نتائج بفضلہٖ تعالیٰ بروئے کار لائیں گی جس کی تمنّا ندوۃ العلماء کے بانیوں کے دلوں میں تھیں اور ہیں۔

"یارب ایں آرزوئے من چہ خوش است   تو بدیں آرزو مرا برساں[۱۰۵] "

یکم فروری ۱۹۲۴ء کو علامہ اقبال سید صاحب سے دریافت کرتے ہیں:

"مسلمانوں نے منطق استقرائی پر جو کچھ لکھا ہے اور جو جو اضافے انھوں نے یونانیوں کے منطق پر کیے ہیں اس کے متعلق میں کچھ تحقیق کر رہا ہوں۔ میں آپ کا نہایت شکر گزار ہوں گا اگر آپ ازراہ عنایت اپنے وسیع معلومات سے مجھے مستفیض فرمائیں۔ کم از کم ان کتابوں کے نام تحریر فرمائیے جن کو پڑھنا ضروری ہے[۱۰۶] "

۵ ستمبر ۱۹۲۴ء کے مکتوب میں علامہ اقبال سید صاحب سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کرتے ہیں:

"انجمن حمایتِ اسلام کا صدر مجھے منتخب کیا گیا تھا، مگر میں نے بعض وجوہ سے استعفا دے دیا ہے، کونسل میں اختلاف ہے اور عام حالت اس انجمن کی اچھی نہیں ہے بعض ارکان ذاتی اغراض سے اس میں داخل ہیں اور ان کے نزدیک انجمن ان اغراض کے حصول کا ذریعہ ہے اور بس۔ اس وقت وہی جماعت جلسہ کی تیاریاں کر رہی ہے مگر آپ ضرور تشریف لائیے، یہاں کے لوگوں کو ختم نبوت کے مسئلے میں بڑی دلچسپی ہے اور آپ کی تقریر انشاء اللہ بے حد توجہ سے سنی جائے گی۔ اُس کے علاوہ میں ایک مدت سے آپ کی ملاقات کا اشتیاق رکھتا ہوں، میرے ہی غریب خانہ پر ٹھہریے یہاں سے انجمن کا جلسہ گاہ کچھ دور نہیں۔

---

[۱۰۵] تاریخ ندوۃ العلماء، حصہ دوم: ص ۲۷۸ [۱۰۶] اقبال نامہ حصہ اول: ص ۱۲۷

موٹر پر چھ منٹوں کی راہ ہے[۱۰۷] ۔"

اسی مکتوب میں سید صاحب کے بارے میں ان خیالات کا اظہار بھی کرتے ہیں :

"...... مختصر یہ ہے کہ یورپین افکار کی تاریخ کا اعادہ آج کل دنیائے اسلام میں ہو رہا ہے ۔ ان حالات میں جو اس وقت کیفیت آپ کے قلب کی ہے وہ ایک حد تک نیچرل امر ہے ۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ جو کام کر رہے ہیں وہ امت مسلمہ کے لئے از بس مفید ہے ۔ دنیائے اسلام اس وقت ایک روحانی پیکار میں مصروف ہے اس پیکار و انقلاب کا رُخ متعین کرنے والے قلوب و اذہان پر شک و نا اُمیدی کی حالت کبھی کبھی پیدا ہو جاتی ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا قلب قوی ہے اور ذہن ہمہ گیر آپ اس حالت سے جلد نکل جائیں گے یا صوفیہ کی اصطلاح میں یوں کہیئے کہ اس مقام کو جلد طے کر لیں گے آپ قلندر ہیں مگر وہ قلندر جس کی نسبت اقبال نے یہ کہا ہے :

قلندراں کہ براہِ تو سخت می کوشند
زشاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند
بجلوت اند و کمندے بہ مہر و مہ پیچند
بخلوت اند و زمان و مکاں در آغوشند
دریں جہاں کہ جمالِ تو جلوہ ہا دارد
ز فرق تا بہ قدم دیدہ و دل و گوشند

---

[۱۰۷] اقبال نامہ حصہ اول : ص ۱۳۷

بروز بزم سراپا چو پرنیان و حریر
بروز رزم خود آگاہ و تن فراموشند

آپ اس جماعت کے پیش خیمہ ہیں، اس جماعت کا دنیا میں عنقریب پیدا ہونا قطعی اور یقینی ہے۔ باقی جس راہ پر آپ اس سے پہلے قدم زن تھے اس کے متعلق انشاء اللہ بوقت ملاقات گفتگو ہوگی[108]۔"

۱۹۲۴ء میں سیرت النبی جلد سوئم شائع ہوئی۔

۱۵ جنوری ۱۹۲۵ کو ایک جلسہ میں جمعیۃ علمائے ہند کا نیا انتخاب عمل میں آیا۔ اس جلسہ کی صدارت مولانا سید سلیمان ندوی نے کی۔ مولانا مفتی کفایت اللہ صدر منتخب ہوئے۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری اور مولانا نثار احمد کانپوری نائب صدر اور مولانا احمد سعید سحبان الہند ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے انتخاب کئے گئے۔ ورکنگ کمیٹی میں ممبر کی حیثیت سے سید صاحب بھی چنے گئے[109]۔

۹، ۱۰ اور ۱۱ فروری ۱۹۲۵ء کو ندوۃ العلماء کا سالانہ اجلاس لکھنؤ میں ہوا جس میں دارالاقامہ کی تعمیر کے لئے ہر صوبہ سے پندرہ ہزار روپے کی فراہمی کی تجویز پاس ہوئی۔ سید صاحب نے بہار کے قصبوں میں دورہ کر کے معقول رقم اس سلسلہ میں فراہم کی۔

۸ مارچ ۱۹۲۳ء کو ندوۃ العلماء کا انیسواں اجلاس لکھنؤ میں ہوا۔ جس میں تقریر کرتے ہوئے علامہ عبدالعزیز ثعالبی تیونسی نے کہا:

"میرے محترم دوست مولانا سید سلیمان صاحب ندوی وہاں موجود نہ تھے، میں نے وہاں کئی روز ٹھہر کر اس لٹریچر کی نوعیت سے واقفیت حاصل کی جو وہاں سے شائع ہو رہا ہے، تب میں نے خدا کا شکر ادا

---

[108] اقبال نامہ حصہ اول : ص ۱۳۹ - ۱۴۰ [109] تاریخ جمعیۃ علمائے ہند : اسیر ادروی ص ۶۵

کیا کہ بے شبہ قومی تعمیر کے لئے جس قسم کی تصانیف اور دماغی تربیت کی ضرورت ہے مسلمانان ہندوستان اس سے غافل نہیں ہیں[۱۱]،،

اکتوبر اور نومبر ۱۹۲۵ء میں مدراس کے انگریزی مدرسوں کے طالب علموں اور عام مسلمانوں کے سامنے لالی ہال (مدراس) میں ہفتہ وار آٹھ خطبے دیئے جو دسمبر ۱۹۲۵ء میں خطباتِ مدراس کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئے۔

۲۴ نومبر ۱۹۲۵ء کے "ہمدرد" دہلی کے اداریہ میں سید صاحب کے متعلق یہ خیالات شائع ہوئے :

" اگرچہ یہ سچ ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ کارکنان ندوۃ العلماء کی کوششیں بھی بہت حد تک بار آور ہوئیں۔ جماعت علماء میں ایک عام بیداری پیدا ہو گئی۔ انھیں اپنے فرائض کا احساس ہونے لگا اور اپنی پرانی غلطیاں نظر آنے لگیں۔ نہ صرف یہی بلکہ دارالعلوم ندوہ بھی اپنے مقاصد میں کچھ کم کامیاب نہ رہا۔ ندوہ نے اگر اور کچھ نہیں سہی تو ایک سید سلیمان پیدا کر دیا اور اس پر وہ جتنا ناز کرے کم ہے۔ سید جمال الدین افغانی جب اتحاد اسلامی کی کوششیں کر رہے تھے اور مصر و ایران کی آزادی کو برطانیہ کی ہوس پرستیوں سے بچانا چاہتے تھے تو اس وقت انھیں اگر کسی پر اعتماد تھا تو ایک سید محمد عبدہٗ پر تھا اور وہ فخریہ کہا کرتے تھے کہ "اگر برطانیہ کو اپنے سب سے بڑے جنگی بیڑہ پر ناز ہے تو مجھے ایک شاگرد پر اس سے زیادہ فخر ہے جو ایسے کتنے جنگی بیڑے بیکار کر دے گا۔"

---

[۱۱] تاریخ ندوۃ العلماء حصہ دوم : ص ۲۸۰

> آج اگر علامہ شبلی بھی زندہ ہوتے تو اپنے اس شاگرد رشید پر کچھ کم ناز نہ کرتے[۱۱۱]۔"

۲۸، ۲۹ نومبر ۱۹۲۵ء کو ندوۃ العلماء کا سالانہ اجلاس انبالہ میں منعقد ہوا۔

۲۹ نومبر ۱۹۲۵ء کی صبح نو بجے کے جلسہ میں سید صاحب نے ایک تجویز پیش کی جو بالاتفاق منظور ہوئی، اس تجویز میں ندوۃ العلماء کے بارے میں جو اختلافات پیدا ہو گئے تھے ان کی مذمت کی گئی تھی[۱۱۲]۔

دسمبر ۱۹۲۵ کے آخری ہفتہ میں کانپور میں خلافت اور کانگریس کے سالانہ اجلاس ہوئے اور اسی زمانہ میں علی گڈھ میں مسلم یونیورسٹی کی پچاس سالہ جوبلی منائی گئی۔ سید صاحب ان تمام جلسوں میں شریک ہوئے[۱۱۳]۔"

۱۱، ۱۲، ۱۳ اور ۱۴ مارچ ۱۹۲۶ء کو جمعیۃ علماء ہند کا ساتواں سالانہ اجلاس کلکتہ میں منعقد ہوا جس کی صدارت مولانا سید سلیمان ندوی نے کی۔

> "اس اجلاس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ صوبہ سرحد کے ساتھ جو امتیازی سلوک روا رکھا گیا ہے۔ وہ صریح بے انصافی ہے۔" فرنٹیر کرائم ریگولیشن" کا نفاذ صوبہ سرحد کے لئے دائمی مارشل لا ہے اس کو ختم کیا جائے اور اصلاحات نافذ کئے جائیں[۱۱۴]۔"

۲۴ اپریل ۱۹۲۶ء کو علامہ اقبال سید صاحب کو لکھتے ہیں:

> آپ اپنے نوازش نامہ کی طوالت کے لئے عذر خواہی کرتے ہیں۔ مگر میرے لئے یہ طویل خط باعث خیر و برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ میں نے اسے کئی دفعہ پڑھا ہے اور گذشتہ رات چودھری غلام رسول مہر

---

[۱۱۱] اداریہ ہمدرد دہلی ۲۴ نومبر ۱۹۲۵ء

[۱۱۲] تاریخ ندوۃ العلماء حصہ دوم ص ۳۰۶

[۱۱۳] حیات سلیمان: ص ۳۰۴

[۱۱۴] تاریخ جمعیۃ علماء ہند: اسیر ادروی ص ۶۶

> سے بھی پڑھواکر سنا اور احباب بھی، اس مجلس میں شریک تھے۔ اگر میری نظر اس قدر وسیع ہوتی جس قدر آپ کی ہے تو مجھے یقین ہے کہ میں اسلام کی کچھ خدمت کرسکتا فی الحال انشاء اللہ آپ کی مدد سے کچھ نہ کچھ لکھوں گا۔[115]"

۱۹۲۶ء میں دارالعلوم میں تعلیمی نگرانی کا بہتر انتظام کرنے کے لئے نئے سرے سے ایک مجلس کی بنیاد ڈالی گئی اور ۱۵، ۱۶ مئی کے جلسہ انتظامیہ میں اس مجلس کے ارکان کا باضابطہ انتخاب عمل میں آیا۔ مولانا سید سلیمان ندوی معتمد دارالعلوم ندوۃ العلماء کا نام سرِ فہرست تھا۔[116]

مئی ۱۹۲۶ء کی آخری تاریخوں میں جمعیۃ خلافت کا وفد، مولانا سید سلیمان ندوی کی قیادت میں سلطان عبدالعزیز کی دعوت پر جدّہ پہنچا۔ مولانا محمد علی اور جناب شعیب قریشی اس وفد کے ارکان میں سے تھے۔ جدّہ پہنچنے کے بعد مدینہ طیّبہ اور جنت البقیع کے دوسرے مزارات کے منہدم ہونے کی خبر ملی، اگلے دن ہی یہ وفد مکّہ روانہ ہوگیا۔ ۲۷ مئی کو سلطان عبدالعزیز نے باریابی بخشی۔ پہلے گفتگو میں مولانا شوکت علی نے حصہ لیا اور بتا دیا کہ:

> "ہم مشرک نہیں ہیں، کتاب و سنّت پر ہمارا ابھی ایمان ہے دوسرے یہ کہ حجاز تمام مسلمانوں کا ہے، اس لئے یہاں اجنبی نہیں ہیں۔"

سید صاحب نے کتاب و سنّت پر تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا کہ:

> "دنیا کا کون ایسا مسلمان ہے جو کتاب و سنّت سے اعراض کرتا ہو، جہاں تک الفاظ کا تعلق ہے سب اسلامی فرقے اُن کو یکساں قبول کرتے ہیں۔ بحث جو کچھ ہے وہ اس کے معنی میں ہے۔ ہر فرقہ اس کا مدعی ہے کہ وہ کتاب و سنّت کے مطابق ہے۔ کیا کوئی ایسا فرقہ بھی ہے جو

---

[115] اقبال نامہ حصہ اول: ص ۱۵۱ [116] تاریخ ندوۃ العلماء حصہ دوم: ص ۳۳۴

> کہتا ہے کہ ہم کتاب وسنت سے روگرداں ہیں اور کسی حکم کو کتاب و سنت کے مطابق سمجھتے ہوئے اس کی مخالفت کرتے ہیں؟ اختلاف جو کچھ ہے وہ ان کی تفسیر و تاویل، احادیث کے ضعف و توثیق یا دلائل کے قوت و ضعف میں ہے اور یہ اختلاف نیا نہیں بلکہ ہمیشہ کا ہے اس لئے یہ مناسب نہیں کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو دلائل کے بجائے قوت سے اپنے مسائل تسلیم کرائے۔ خود اہل سنت میں مختلف فرقے ہیں اور ان میں آرا و مسائل کا اختلاف بھی ہے اس لئے یہ موقع نہیں کہ ہم موجودہ کشمکش کے زمانے میں ان مسائل کو چھیڑیں، اس وقت ضرورت اس کی ہے کہ کفر کے مقابلہ میں تمام اسلامی فرقوں کو یکجا کریں نہ کہ آپس کے اختلاف کو اور زیادہ بڑھائیں[۱۱۲]۔"

مولانا شبیر احمد عثمانی نے "مثالیں دے کر بتایا کن اُمور میں شرک کا فتویٰ دینا چاہئے اور کن اُمور میں نہ دینا چاہئے۔" ۳۰ مئی کو ایک بار پھر اسی مقصد سے مولانا سلیمان ندوی، مولانا کفایت اللہ، مولانا شوکت علی نے سلطان عبدالعزیز سے ملاقات کی اور اپنے خیالات وضاحت سے ان کے سامنے پیش کیے۔

۳۱ مئی کو مجلس علماء کا جلسہ ہوا جس میں اس وقت موجود مکہ کے علماء شریک ہوئے۔ جلسہ کی کاروائی سلطان کی تقریر سے شروع ہوئی انھوں نے کتاب وسنت سے تمسک پر زور، پھر مصر و شام اور سوڈان کے علماء نے تقریریں کیں اور اہل نجب اور سلطان کی ثنا و صفت بیان کی۔ مولانا محمد علی کی جب باری آئی تو انھوں نے اور باتوں کے علاوہ کتاب و سنت کے نام پر خواہش ظاہر کی کہ سلطان ملوکیت چھوڑ کر جمہوریت اپنا لیں۔ جمعیۃ العلماء کے

---

[۱۱۲] حیات سلیمان : ص ۲۵۶

رکن مولانا عبدالحلیم نے اور مولانا کفایت اللہ نے بھی تقریریں کیں۔ ان حضرات کی تقریروں نے سلطان اور قاضی القضاۃ کو برہم کر دیا۔ چنانچہ سید صاحب نے ایسی صورت حال کے پیش نظر رواداری پر تقریر کی۔

دوسرا اجلاس یکم جون کو ہوا۔ سب سے پہلے سید صاحب نے مقابر اور مآثر کے مسئلہ پر ایک پرمغز تقریر کی اور احادیث اور تاریخ و سیر کی کتابوں سے اُن کا ثبوت دیا۔ اور آخر میں فرمایا کہ ہم مجلس خلافت کی طرف سے تین تجاویز پیش کرنے آئے ہیں:

(۱) "کتاب و سنّت پر عمل کے ساتھ ساتھ اُن اُمور میں وسعت دینی چاہیئے جن میں خود صحابہ اور تابعین مختلف الرائے تھے اور احادیث و عمل صحابہ سے اسکی مثالیں پیش کیں"۔

(۲) "کتاب و سنت کے تمسک کے نتائج کا سب سے پہلا مظہر حکومت کو ہونا چاہیئے یعنی طرزِ اوّل کے مطابق خلیفہ کا انتخاب شرعی طریقہ پر ہونا چاہیئے جو وراثت سے پاک ہو"۔

(۳) "مآثر و مقابر کا مسئلہ ہے اس مسئلہ میں یہ بات جان لینی چاہیئے کہ مقابر اور مآثر دو الگ الگ چیزیں ہیں اور ان کے احکام بھی جدا جدا ہیں۔ مسئلہ مقابر میں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ احادیث صحیحہ میں بنا علی القبور اور تخصیص سے قبور وغیرہ کی ممانعت آئی ہے گو ایک مختصر فریق اس کے دوسرے معنی مراد لیتا ہے اس لئے اگر سلطان اس مسئلہ میں دنیائے اسلام کے علماء کے فیصلہ کا انتظار کر لیتے تو یقیناً ان کو نا اُمیدی نہ ہوتی اور اس کی ذمہ داری تنہا ان کی ذات پر آنے کے بجائے تمام دنیائے اسلام پر بٹ جاتی، مآثر کا معاملہ اس سے الگ ہے، مآثر سے مراد وہ مقامات ہیں جن کو انبیا یا صحابہ کی جانب کسی حیثیت سے نسبت ہے قرآن و حدیث اور آثار سلف میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ان مآثر پر عمارتیں

> بنانے سے روکتی ہو، بلکہ قرآن پاک، احادیث، سیر اور آثار میں ایسے آثار کا ذکر ہے اس بنا پر ان آثار کی عمارتوں کے انہدام کی شدتِ غلو کے سوا کوئی شرعی توجیہہ نہیں ہو سکتی۔ ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہاں جاہل مسلمان بعض غیر شرعی اعمال کرتے ہیں ایسے اعمال سے ان کو روک دینا چاہیئے یا بعض عمارتیں جو غیر شرعی طور پر اور غیر مستند مقامات پر بنائی گئی ہیں ان کی تصحیح و ترمیم کردی جاتی مثلاً مولد نبوی کی موجودہ شکل یقیناً صحیح نہیں ہے، زمانہ سلف میں اس کی شکل مسجد کی تھی جس میں نماز پڑھی جاتی تھی بعد میں موجودہ شکل حقیقی مولد کے کمرے کی بنائی گئی جو صحیح و مستند نہ تھی اس کی تصحیح کردینا چاہیئے تھا مگر توڑ دینا شدتِ غلو کی انتہا ہے۔ مقام ابراہیم، صفا، مروہ، چاہ زمزم، وغیرہ تمام آثار آثارِ ابراہیمی ہیں۔ کیا خدانخواستہ ان کو بھی منہدم کردیا جائے گا[۱۱۸]"

سید صاحب کے بعد سید رشید رضا مصری اور بعض دوسرے عالموں نے تقریریں کیں لیکن حافظ وہبہ نے کہا کہ ہم کو کام کرنا ہے اس لیئے پانچ چھ آدمیوں کی ایک کمیٹی مقرر کردی جائے مگر ممبروں کے چننے میں اختلاف ہونے کی وجہ سے یہ جلسہ بے نتیجہ ختم ہوگیا۔ لیکن دو دن بعد کمیٹی بنادی گئی موتمر کی صدارت کے لئے حجاز کے شریف عدنان کا انتخاب ہوا اور مولانا سلیمان ندوی اور رضاء الدین روسی وفد کے رئیس نائب صدور انتخاب ہوئے اور مکہ معظمہ کو موتمر کا صدر مقام بنایا گیا۔

۷ جون ۱۹۲۶ء کو موتمر کا پہلا اجلاس ہوا جس میں سید صاحب نائب صدر کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ وفد کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی تقریباً تین مہینے بعد یہ وفد جولائی ۱۹۲۶ء میں ہندوستان واپس آگیا۔ اس موقع پر سید صاحب زیارت اور حج کے فریضہ

---

[۱۱۸] حیات سلیمان : ص ۲۶۱

سے مشرف ہوئے۔

۵، ۶، ۷ نومبر ۱۹۲۶ء میں ندوۃ العلماء کا اکیسواں اجلاس کانپور میں ہوا۔ جس میں سید صاحب شریک ہوئے اور مختلف موقعوں پر تقریریں کیں۔ صدارت کے فرائض حکیم اجمل خاں نے انجام دیئے۔

۶ نومبر ۱۹۲۶ء کو دو بجے سے ۴ بجے سہ پہر تک اجلاس سوم منعقد ہوا جس کی تجویز نمبر ۶ کے رُو سے سید صاحب، ڈاکٹر سیف الدین اور سید غلام بھیک نیرنگ پر مشتمل ایک وفد مدراس جانے کے لئے تیار کیا گیا تھا تاکہ وہاں سے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی تعمیر کے لئے چندہ فراہم کرے۔[۱۱۹]

۹ دسمبر ۱۹۲۶ء کے "ہمدرد" (دہلی) کے اداریہ میں مولانا محمد علی نے خلافت کے رئیس کے انتخاب کے سلسلے میں اپنے ان خیالات کا اظہار کیا تھا:

> جب ابتدائے ۱۹۲۰ء میں ہندوستان سے وہ وفد خلافت یورپ جانا تجویز ہوا، جس کی صدارت کی عزت مجھے بخشی گئی تھی اور علماء میں سے ایک رکن منتخب کیا جانا طے پایا، تو ہم سب کی نظر انتخاب مولانا سید سلیمان ندوی ہی پر پڑی تھی کہ وہ مصر و شام کے علماء کی طرح روشن خیال تھے اور نئی دنیا اور نئی روشنی سے ناآشنائے محض نہ تھے۔ وہ ندوہ ہی میں علماء کے حجرہ کے چراغ کو ترک کر کے مٹی کے تیل کے لیمپ کے خوگر ہو چکے تھے، انگلستان، اسکاٹ لینڈ، فرانس، اٹلی اور سوئٹزرلینڈ جا کر انھوں نے اپنی آنکھوں کو تیز سے تیز اور بڑی سے بڑی طاقت والی بجلی کی روشنی کا بھی عادی بنا لیا۔ اس لئے جب اِس

---

[۱۱۹] تاریخ ندوۃ العلماء حصہ دوم : ص ۳۴۵

وفد کی مراجعت کے چار سوا چار سال بعد ایک دوسرا وفد خلافت بھیجا جانا تجویز ہوا، اور اس کے بعد بجائے مغرب کے دروازوں کے "ناکر" استعمال کرنے کے خود مشرق اور مرکز اسلام کے دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹائی جانے والی تھی تو سب نے اس کی صدارت کے لئے مولانا سید سلیمان ندوی ہی کو منتخب کیا حالانکہ مولانا عبدالقادر قصوری جیسے دنیادار بھی دو دینداروں کے ہمراہ حجاز تشریف لے گئے تھے[120]۔

۱۵، ۱۶ اور ۱۷ اپریل ۱۹۲۷ء کو انجمن حمایتِ اسلام کے بیالیسویں اجلاس میں سید صاحب نے شرکت کی، قیام مولانا ظفر علی خاں کے یہاں دفتر زمیندار میں ہوا۔ سید صاحب لکھتے ہیں:

> "یہ لکھنے میں میرا دل خوشی اور مسرت سے لبریز ہے کہ لاہور کے اہل علم اور قلم طبقے نے اپنی برادری کے اس کمترین ممبر کو خوش آمدید کہنے میں پوری فیاضی کا ثبوت دیا۔ مولوی ظفر علی خاں نے تو اپنے گھر مہمان ہی اتارا اور یہ نامناسب بھی نہ ہوا کہ ایک دہقانی، ایک زمیندار کا مہمان بنا[121]۔"

۱۵ اپریل کی صبح کے وقت علامہ اقبال ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی کے ساتھ مولانا صاحب سے ملنے دفتر زمیندار تشریف لائے۔ یہ ان دونوں بزرگوں کی پہلی بالمشافہ ملاقات تھی جس کے بارے میں خود سید صاحب نے لکھا ہے:

> "ڈاکٹر اقبال سے یہ میری پہلی ظاہری ملاقات تھی اور مراسلت کی باطنی ملاقات تو ۱۹۱۴ء سے قائم ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کرم کیا کہ ملنے میں پیش دستی فرمائی۔ قیام گاہ میں آئے متعدد صحبتوں میں ساتھ

---

[120] اداریہ: ہمدرد دہلی ۹ دسمبر ۱۹۲۶ء

[121] سفر لاہور کی یادیں: معارف اعظم گڈھ مئی ۱۹۲۷

رہے اور پھر خود اپنے کاشانے میں مدعو کیا جس کو وہ "دار الفقر" اور
میں "دار الاقبال" کہوں گا۔[۱۲۲]"

پہلے روز سید صاحب نے انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں "عہد اسلام میں اشاعت اسلام" کے موضوع پر تقریر کی۔ رات میں علامہ اقبال کے یہاں کھانے کی دعوت تھی جس میں مولانا ظفر علی خاں، مولانا غلام رسول مہر، مولانا عبد المجید سالک، پروفیسر تاثیر، چودھری محمد حسین اور ڈاکٹر محمد عبد اللہ چغتائی بھی مدعو تھے۔ کھانے سے فراغت پانے کے بعد یہ حضرات دیر تک مختلف مباحث سے متعلق بات چیت کرتے رہے۔[۱۲۳]

۱۶ اپریل ۱۹۲۷ء کے جلسہ میں سید صاحب نے THE SPIRIT OF ISLAMIC CULTURE کے موضوع پر تقریر کی۔[۱۲۴] اس سفر میں ڈاکٹر اقبال سے ملاقاتوں کا ذکر کرتے ہوئے سید صاحب نے لکھا ہے:

> "ڈاکٹر اقبال ان تمام صحبتوں میں شمع محفل تھے۔ انھوں نے تو "شمع اور شاعر" لکھا ہے۔ لیکن میں نے تو لاہور میں خود شاعر کو "شمع" دیکھا اور قدر شناسوں کو اس کا پروانہ پایا۔ ان کی صحبت لاہور کے نوجوانوں کی دماغی سطح کو بلند کر رہی ہے، ان کے فلسفیانہ نکات، عالمانہ افکار، شاعرانہ خیالات، ان کی آس پاس کی دنیا کو ہمیشہ متاثر رکھتے ہیں۔ ان کی "زمزمہ پردازیوں" کا نیا مجموعہ "زبور عجم" کے نام سے عنقریب سامعہ نواز ہونے والا ہے۔ میں نے کہا کہ فلسفۂ عجم کے دشمن کو مناسب بھی یہی تھا کہ عجم کے ہاتھوں میں زبور دے کر ان کے خیالی فلسفے

---

[۱۲۲] سفر لاہور کی یادیں: معارف اعظم گڈھ مئی ۱۹۲۷

[۱۲۳] / [۱۲۴] اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں: اختر راہی ص ۲۸۔ ۲۹

> کو مزامیر داؤد کی دعاؤں سے بدل دے اور ان کے کانوں کو زبور
> کا پردہ رکھ کر قرآن کی نغمہ سنجیوں سے مانوس کر دے[۱۲۵]۔"

ستمبر ۱۹۲۷ء "مجلس علماء ترچناپلی کے جلسہ کی صدارت" فرمائی۔ اس سفر میں سید صاحب نے:

> " عربی تعلیم کی اصلاح اور اشاعت کی خاص طور سے کوشش فرمائی۔
> مدراس کے عربی مدارس کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اور بعض مدارس
> کا معائنہ فرمایا[۱۲۶] "

اکتوبر ۱۹۲۷ء میں مدراس سے واپسی پر حیدرآباد کا بھی سفر کیا اور جامعہ عثمانیہ کا معائنہ کیا۔

۲۵، ۲۶، ۲۷ نومبر ۱۹۲۷ء کو امرتسر میں ندوۃ العلماء کا بائیسواں اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں سید صاحب نے شرکت کی اور اس کی کارروائی میں عملی حصّہ لیا۔ یہیں سے نومبر ۱۹۲۷ء کے آخر میں پشاور میں ہونے والے جمعیۃ العلماء کے اجلاس میں شرکت کے لئے پشاور روانہ ہو گئے۔

۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ جب منظر عام پر آئی تو عام طور سے مسلمان اس سے مطمئن نہیں تھے، خاص طور سے جمعیۃ علمائے ہند نے اس کے خلاف آواز بلند کی۔ ان کا کہنا تھا کہ:

> "...... بدقسمتی سے رپورٹ میں مہا سبھائی ذہنیت کارفرما ہو گئی اور رپورٹ
> میں مسلمانوں کی شدید حق تلفی کی گئی۔ مسئلہ اہم تھا لیکن جمعیۃ علماء ہند
> کے لئے اس کی تائید ممکن نہ تھی، جمعیۃ علماء کا کانگریس سے قریبی تعلق رہا۔
> لیکن یہ رپورٹ جس مذموم و مسموم ذہنیت کے زیر اثر مرتب کی گئی تھی،

---

[۱۲۵] سفر لاہور کی یادیں: معارف اعظم گڈھ مئی ۱۹۲۷ء

[۱۲۶] حیات سلیمان: ص ۳۴۱

جمعیت علماء اس ذہنیت کے خلاف ہمیشہ لڑتی آئی تھی[۱۲۷]۔"

شاید شدید مخالفت کی اس فضا سے پریشان ہو کر پنڈت موتی لال نہرو نے ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو سید صاحب کو یہ خط لکھا:

آنند بھون، الٰہ آباد

۱۶ اکتوبر ۱۹۲۸ء

مکرمی جناب سید صاحب تسلیم

جو طوفان بے تمیزی اس وقت برپا ہے اس کے انسداد کے لئے آپ کی امداد کی سخت ضرورت ہے۔ آپ کی امداد کے دو مواقع جلد پیش آنے والے ہیں، ایک تو کانفرنس جو ۲۷ اکتوبر کو منعقد ہوگی اور دوسری اس کے بعد ۳ نومبر سے ۶ نومبر تک ایک مرتبہ دہلی کا سفر اختیار کرنا۔ پہلے موقع پر سنا جاتا ہے کہ مجمع کثیر ہوگا، اور ہر خیال کے اصحاب موجود ہوں گے وہاں اگر اچھی فضا قائم ہوگی تو نہایت مفید ہوگا۔ دہلی میں آل انڈیا کمیٹی کی میٹنگ ہے اور اس کے ساتھ ہی کانفرنس کمیٹی کی بھی میٹنگ ہوگی، وہاں جماعت علماء سے ضرور گفتگو کی نوبت آوے گی۔ ان اصحاب کا جواب ہمارے پاس سوا آپ کے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے اور نہیں ہے مولانا ابوالکلام آزاد صاحب ضرور موجود ہوں گے لیکن آپ کی موجودگی بھی لازمی ہے تکلیف تو ہوگی مگر بالفعل اس معاملہ سے زیادہ اہم کوئی قومی معاملہ نہیں ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس تکلیف کو ضرور برداشت فرمائیں گے، اور رپورٹ جو ۲۲ کو شائع ہوگی، فوراً ابلاغ خدمت ہوگی۔

مخلص

موتی لال نہرو[۱۲۸]

---

[۱۲۷] تاریخ جمعیۃ علماء ہند مرتبہ اسیر ادروی: ص ۶۹

[عکس تحریر موتی لال نہرو]

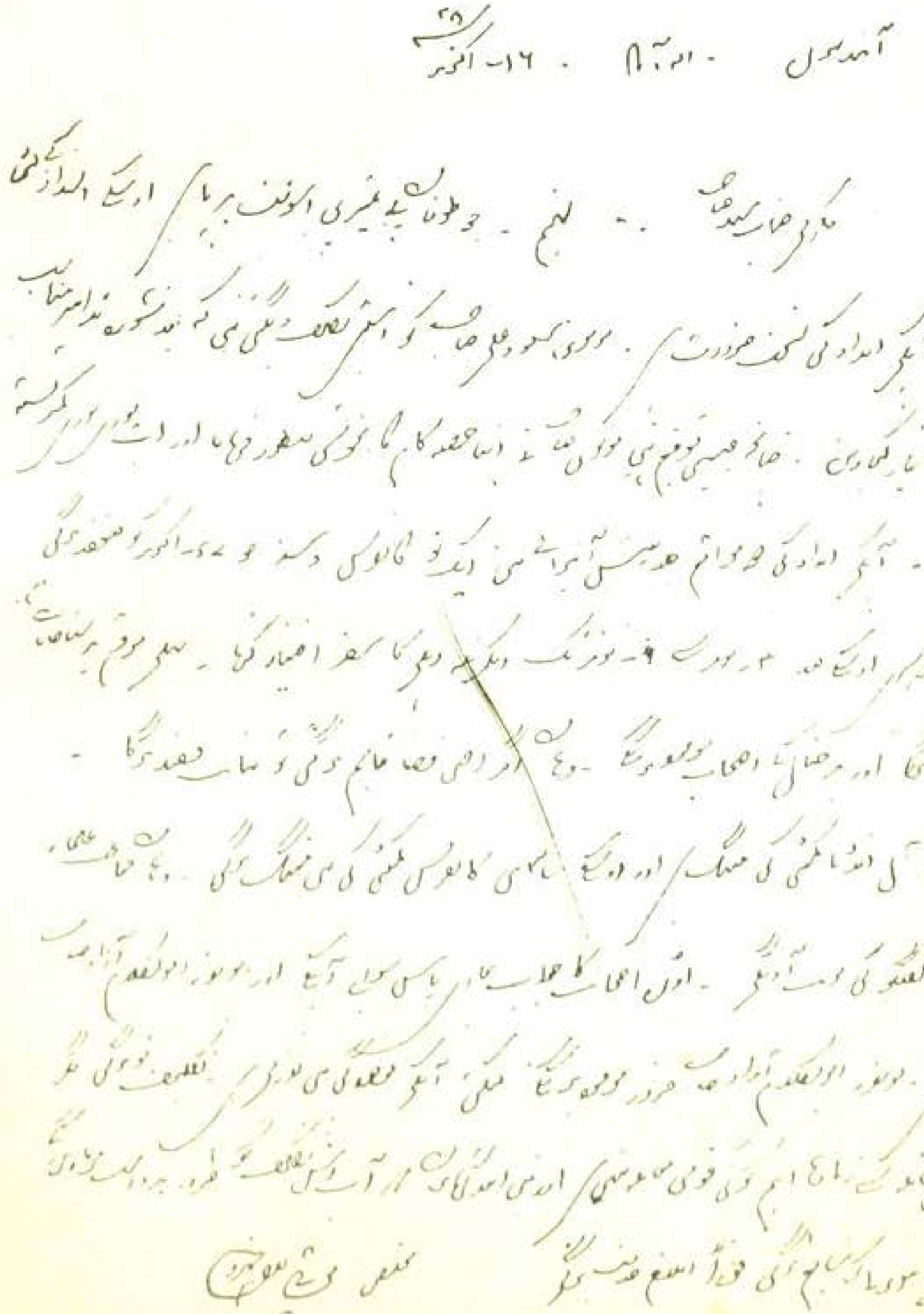

آنند بھون ۔ الہ آباد ۔ ۱۶۔ اکتوبر ۲۹ء

۱۹۲۸ء میں شاردا بل کی مخالفت سید صاحب نے اس لئے کی کہ اگرچہ نابالغی کی شادی شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بعض حالات اور مصالح کی بنا پر نابالغوں کی شادی کر دینے کی ضرورت پیش آتی ہے شریعت میں اس کی مخالفت بھی نہیں ہے۔ قانون بن جانے کی وجہ سے جس چیز کے لئے شریعت نے اجازت دی ہے وہ جرم قرار پا جاتی ہے پھر دوسرے معاملات میں بھی حکومت مداخلت کر سکتی تھی[۱۲۹]

۲۲، ۲۳ مارچ ۱۹۲۹ء میں سید صاحب نے ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کی فرمائش پر "عرب و ہند کے تعلقات" سے متعلق تقریریں کیں جسے ۱۹۳۰ء میں اکیڈمی نے کتابی شکل میں شائع کی۔

مارچ ۱۹۳۰ء میں اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن کی فرمائش پر انجمن اسلام ہال بمبئی میں سید صاحب نے "عربوں کی جہاز رانی" پر حسب ذیل چار خطبے دیئے تھے:

- زمانہ جاہلیت اور اسلام میں عربوں کی جہاز رانی۔ ان کی زبان میں بحری الفاظ کی کثرت، اشعار عرب اور قرآن پاک میں بحری سفروں کے حوالے۔
- عربوں کی دنیا کے سمندروں سے واقفیت اور ان کے بحری سفروں کی انتہائی منزلیں اور بعض بحری انکشافات۔
- عربوں کے سامان و آلات جہاز رانی۔
- عربوں کی بحر محیط کو عبور کرنے کی کوششیں اور امریکہ تک پہنچنے کے امکانات۔

اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن نے کتابی شکل میں ان خطبات کو ۱۹۳۵ء میں شائع کرایا۔

---

[۱۲۸] سید سلیمان ندوی نمبر۔ ریاض کراچی ص ۱۷۹ [۱۲۹] حیات سلیمان: ص ۳۶۰ / ۳۶۱

۳، ۴، ۵ مئی ۱۹۳۰ء کو جمعیۃ علمار ہند کا سالانہ اجلاس امروہہ (مراد آباد) میں ہوا جس میں کانگریس کی ہمنوائی اور اس کی تحریکوں میں شرکت کا اعلان کیا گیا ..... اس اجلاس کی سبجکٹ کمیٹی میں مولانا سید سلیمان ندوی نے تقریر میں کہا:

> "انقلاب کی تحریک جب شروع ہو جاتی ہے تو تاریخ کی شہادت یہی ہے کہ وہ بے نتیجہ ختم نہیں ہوتی۔ بے شک اس کو مختلف حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ نیست و نابود معلوم ہونے لگتی ہے لیکن اس کی خاک میں چھپی ہوئی چنگاریاں بھڑکتی ہیں اور شعلہ بن کر مختلف طاقتوں کو نذر آتش کر دیتی ہیں۔
>
> اب کیا مسلمان پسند کریں گے کہ مخالف انقلاب طاقتوں کا ضمیمہ بن کر وہ بھی نذر آتش ہو جائیں۔ یا ساحل پر کھڑے ہوئے طوفان کا تماشہ دیکھتے رہیں اور جب طوفان ختم ہو تو وہ اپنی سیاسی طاقت بھی ختم کر چکے ہوں اور ان کا شمار بھی ان پسماندہ قوموں میں ہو جن کے لئے ہندوستان میں نفرت و حقارت کی پالیسی ہمیشہ کے لئے طے ہو چکی ہے۔"[۱۳۰]

دسمبر ۱۹۳۰ء میں آل انڈیا اورینٹل کانفرنس اور ہسٹاریکل ریکارڈس سوسائٹی کے اجلاس منعقدہ پٹنہ میں سید صاحب شریک ہوئے تھے اور "خیام" کے عنوان سے ایک اہم مقالہ پڑھا تھا جسے بہت پسند کیا گیا تھا۔ بعد میں یہ مقالہ حکیم خیام کے چند غیر مطبوعہ فلسفیانہ رسائل اور رباعیات کے ایک غیر مطبوعہ نسخہ کے ساتھ مطبع معارف اعظم گڈھ سے ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا۔

مئی ۱۹۳۲ء میں مولانا سید سلیمان ندوی اور شیخ تقی الدین الہلالی کی نظامت اور

---

[۱۳۰] تاریخ جمعیۃ علمار ہند : ص ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳

مولانا مسعود علی ندوی کی ادارت میں ندوۃ العلماء سے عربی ماہنامہ "الضیاء" کا پہلا شمارہ منظر عام پر آیا۔ جس میں سید صاحب نے "طلوع الضیا" کے عنوان سے ایک تفصیلی افتتاحیہ قلمبند کیا۔[131]

۱۹۳۲ء ہی میں سیرت النبی جلد چہارم منصب نبوت کے عنوان سے متعلق شائع ہوئی۔

مارچ ۱۹۳۳ء میں انجمن اردوئے معلّٰی میں نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمن خاں شیروانی کی صدارت میں سید صاحب نے پروفیسر رشید احمد صدیقی کی فرمائش پر "ہندوستان میں ہندوستانی" کے عنوان سے ایک اہم خطبہ پڑھا جسے بے حد پسند کیا گیا۔[132]

اپریل ۱۹۳۳ء میں ادارہ معارف اسلامیہ کے اجلاس میں شرکت فرمائی اور "لاہور کا ایک مہندس خاندان جس نے تاج اور قلعہ بنایا" کے عنوان سے تحقیقی مقالہ پڑھا۔[133]

۱۱ اپریل ۱۹۳۳ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی خواہش پر "مسلمانوں کی آئندہ تعلیم" کے عنوان سے ایک اہم خطبہ پڑھا۔[134]

۱۹۳۳ء ہی میں ناگری پرچارنی سبھا کی فرمائش پر "اردو کی پیدائش کی تاریخ" پر نہایت معلوماتی اور محققانہ مقالہ پڑھا۔ جو جولائی ۱۹۳۳ء کے معارف میں شائع ہوا۔[135]

جولائی ۱۹۳۳ء میں بڑودہ کا سفر کیا، اس موقع سے فائدہ اٹھا کر وہ بھڑوچ، راندیر، سورت، انکلیشور اور ڈھابھیل بھی گئے، بھڑوچ پہنچ کر نربدا کے کنارے ان پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ "نربدا" کے نام سے انھوں نے ایک نظم کہی۔ سید صاحب لکھتے ہیں:

> "بھڑوچ جس کے کنارے دریائے نربدا بہتا ہے اور جو آگے چل کر
> بحر عرب میں مل جاتا ہے، عربوں کے جنگی و تجارتی آمد و رفت کا مرکز

---

[131] تاریخ ندوۃ العلماء حصہ دوم: ص ۲۲۴ حیات سلیمان میں جولائی (۱۹۳۲) تاریخ اجراء تحریر ہے۔ دیکھئے حیات سلیمان: ص ۲۹۳ [132] حیات سلیمان: ص ۳۹۷ [133] ایضاً: ص ۳۹۹ [134] ایضاً: ص ۳۹۸ [135] ایضاً: ص ۴۰۰

تھا۔ عرب اس کو "بروص" کہتے ہیں، سنہ ۱۴ھ میں حضرت عثمان ذوالنورین کے عہد میں جب اسلام کے ملکی فتوحات کا شباب تھا ان کے جنگی جہاز اس کے ساحل پر آ کر لگتے تھے۔ سفر کے اثنا میں جب بھڑوچ پہنچا اور نربدا کے کنارے آ کر کھڑا ہوا تو تخیل کی آنکھوں نے تیرہ سو چھتیس برس پہلے کی تصویریں نگاہوں کے سامنے کر دیں اور گو میں شاعر نہیں تاہم جذبات کے تلاطم نے موزوں ترانہ کی شکل اختیار کر لی۔"

اس نظم کا مطلع ہے :

نربدا اے نربدا ! اے جادۂ بحر عرب
گرچہ تو ہندی ہے، لیکن زادہ بحر عرب

"یہ ترانہ تال سر اور زیر و بم سے خالی ہے اس لئے اہل وجد و سماع اس پر کان نہ دھریں۔"[۱۳۶]

۴ ستمبر ۱۹۳۳ء کو علامہ اقبال نے سید صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا :

"علوم اسلام کی جوئے شیر کا فرہاد آج ہندوستان میں سوائے سید سلیمان ندوی کے اور کون ہے؟"

اور یہ بھی مشورہ دیا کہ :

"دار المصنفین کی طرف سے ہندوستان کے حکمائے اسلام پر ایک کتاب نکلنی چاہیے اس کی سخت ضرورت ہے۔ عام طور پر یورپ میں سمجھا جاتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی کوئی فلسفیانہ روایت نہیں ہے۔"[۱۳۷]

پھر ۱۰ ستمبر ۱۹۳۳ء کو اطلاع دیتے ہیں :

"شاہ افغانستان آپ سے تعلیم مذہبی کے بارہ میں مشورہ چاہتے ہیں،

---

[۱۳۶] نقوش سلیمانی از سید سلیمان ندوی ص ۲۷۱/۲۷۲ [۱۳۷] اقبال نامہ حصہ اول : ص ۱۶۶

> شاید اسی ماہ ستمبر میں آپ کو کابل سے دعوت آئے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ جانے کے لئے تیار ہوں گے ممکن ہے کہ سید راس مسعود اور اقبال بھی آپ کے ہمراہ ہوں"[۱۳۸]

۱۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو علامہ اقبال سفر افغانستان کے بارے میں سید صاحب کو لکھتے ہیں:

> "سید راس مسعود اصرار کرتے ہیں کہ لاہور سے ۲۰ اکتوبر کی صبح کو پشاور کی طرف روانہ ہوں۔ شام کو پشاور پہنچ جائیں گے۔ رات بھر ٹھہر کر ۲۱ کی صبح کو روانہ کابل ہوں گے آپ ایسا انتظام کریں کہ یا تو ۲۰ کی صبح کو لاہور پہنچیں یا ۱۹ کی شام کو لاہور پہنچ جائیں۔ امید کہ آپ کو پاسپورٹ اس سے پہلے مل جائیگا۔ میرا پاسپورٹ کل مل جانے کی توقع ہے[۱۳۹]"

۱۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو اقبال سفر افغانستان کے سلسلہ میں پھر لکھتے ہیں:

> "..... سید راس مسعود ۱۹ کی شام کو لاہور پہنچ جائیں گے۔ آپ بھی مہربانی کر کے ۱۹ کی شام کو لاہور پہنچ جائیے یا ۲۰ کی صبح کو ایسے وقت پہنچئے کہ آپ ہمارے ساتھ ۲۰ کی صبح میل ٹرین میں سوار ہو سکیں۔ قونصل خانہ سے جو آدمی ہمارے ہمراہ جائے گا وہ بھی لاہور ہی سے ساتھ ہو گا۔[۱۴۰]"

۲۳ اکتوبر کو سید صاحب لکھنؤ سے پشاور روانہ ہوئے۔ ۲۴ اکتوبر رات ۸ بجے پشاور سے ایک اسٹیشن پہلے نوشہرہ پہنچے جہاں حکیم عبدالعزیز ندوی، حکیم عبدالجلیل ندوی، اور جناب عبدالرحمٰن ندوی صاحبان سے ملاقات ہوئی۔ تقریباً ایک گھنٹہ بعد گاڑی پشاور

---

[۱۳۸] اقبال نامہ حصہ اول: ص ۱۶۷ [۱۳۹] ایضاً: ص ۱۷۳-۱۷۴ [۱۴۰] ایضاً: ص ۱۷۵

پہنچی ۔ اسٹیشن پر نمایندگان حکومت افغان ، اور مختلف احباب موجود تھے ۔ دوسرے دن یعنی ۲۵ اکتوبر کو ۳ بجے سہ پہر میں افغانستان کے لئے روانہ ہوئے اور عشا کے وقت جلال آباد پہنچے ۔

۲۶ اکتوبر کو صبح کے وقت جلال آباد سے کابل کے لئے روانہ ہوئے اور مغرب کے بعد اسی دن کابل پہنچے ۔ جہاں چند روز قیام رہا ، نادر شاہ ، شاہ افغان سے قصر دلکشا میں ملاقات ہوئی ، شاہ محمود خاں وزیر جنگ کے یہاں دعوتِ چائے میں شریک ہوئے اور تعلیمی مسائل پر گفتگو کی ۔ انجمن ادبی کی اعزازی دعوت شب بلائے گئے ، کابل کے اسکولوں اور مدرسوں کا معائنہ کیا ، انجمن ادبی میں جوابی تقریر کی ۔[141]

۳۰ اکتوبر کو صبح کابل سے غزنین کی طرف روانہ ہوئے ۳۱ اکتوبر کی صبح کو غزنین سے آگے روانہ ہوئے اور مقر ، پھر قلات غلزئی پہنچے جہاں سے یکم نومبر کی صبح کو کارواں آگے بڑھا اور قندھار پہنچا ، ۲ نومبر کی صبح کو قندھار سے روانگی ہوئی ۔ راستے میں چمن سے ہوتے ہوئے گاڑی کوئٹہ کی طرف بڑھی ۔[142]

گاڑی تیزی سے خطرناک راستے کو عبور کر رہی تھی اُدھر ڈاکٹر اقبال نے روحانیت سے متعلق گفتگو شروع کی جس میں اپنے صاحب دل صوفی والد محترم کا تعارف بھی کرایا اور اپنے بچپنے کے بعض واقعات بھی سنائے سید صاحب بیان کرتے ہیں :

> عجیب اتفاق کہ راستہ تو یہ خطرناک درپیش تھا اور ڈاکٹر اقبال صاحب نے روحانیت کے ذاتی مشاہدات و تجارب اور ایک سچے پیر کی تلاش پر گفتگو شروع کر دی ۔ گفتگو طرفین سے نہایت دلچسپ ہو رہی تھی ۔ اس عہد کے مختلف شیوخ اور بزرگان سلاسل کا تذکرہ رہا اس

---

[141] سیر افغانستان : ص ۷۶ [142] سیر افغانستان : ص ۱۷۹

سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے آغاز زندگی اور طالب علمانہ عہد کا ذکر چھیڑا پھر اپنے والد مرحوم کا تذکرہ کیا کہ وہ خود ایک صاحبِ دل صوفی تھے اور دیندار علماء کی صحبت میں رہتے تھے۔ اِس ضمن میں یہ معلوم ہوا کہ ہمارے جلیل القدر اسلامی شاعر کے حیاتِ خفتہ کے تاروں میں جس مضراب نے حرکت پیدا کی وہ خود ان کے والد ماجد کی ذاتِ بابرکات تھی۔

اثنائے گفتگو میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے طالب علمی کے عہد کے ایک قصّہ کے اثنا میں اپنے والد مرحوم کا ایک ایسا فقرہ سنایا جس نے میرے دل پر بے حد اثر کیا، فرمایا کہ اپنے وطن سیالکوٹ میں صبح کی نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتا تھا ایک صبح کو نماز کے بعد حسبِ دستور میں تلاوت میں مصروف تھا کہ والد مرحوم اُدھر آئے اور دریافت کیا کہ کیا کرتے ہو۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا آپ جانتے ہیں کہ میں اس وقت تلاوت کرتا ہوں، فرمایا جب تک تم یہ نہ سمجھو کہ قرآن تمھارے قلب پر بھی اسی طرح اُترا ہے جیسے محمد رسول اللہ صلعم کے قلب اقدس پر نازل ہوا تھا، تلاوت کا مزہ نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے فرمایا کہ جب بی۔ اے پاس کرلو گے تو بتاؤں گا۔ کچھ دنوں بعد جب انھوں نے بی۔ اے پاس کرلیا تو اس خوشخبری کے معاوضے میں اس دن کا حوالہ دے کر اس مقام کے حصول کی تدبیر پوچھی، مرحوم نے ان کو کچھ طریقے اور دعائیں تلقین کیں اور نوجوان بیٹے سے عہد لیا کہ ہمیشہ اپنی زبان و قلم سے ملت محمدی کی خدمت بجالاتا رہوں گا۔"[۱۴۳]

---

[۱۴۳] سیر افغانستان: ص ۱۷۹-۱۸۰

یہ قافلہ مغرب اور عشاء کے درمیان کوئٹہ پہنچا، جہاں ڈاک بنگلہ میں قیام کیا۔ دوسرے دن دس بجے کے قریب اسٹیشن پہنچے، ۱۱ بجے گاڑی آئی اور یہ حضرات دہلی سے ملتان روانہ ہوئے اور دوسرے دن ملتان پہنچے۔ جہاں سید صاحب اپنے ایک عزیز سیّد عبدالباری صاحب کے یہاں قیام کیا۔ چار دن ملتان میں رہنا ہوا، چوتھے دن ۱۱ بجے ملتان سے لکھنؤ کے لئے روانہ ہوئے۔ اور دوسرے دن دوپہر کو لکھنؤ پہنچے۔

نومبر ۱۹۳۳ء میں سیّد صاحب کی مشہور و معروف تصنیف "خیّام" شائع ہوئی اور اس کی ایک جلد علامہ اقبال کو بھیجی گئی تو علامہ اقبال نے اپنے مکتوب ۹ دسمبر ۱۹۳۳ء میں اِن خیالات کا اظہار کیا:

> "عمر خیام پر آپ نے جو کچھ لکھ دیا ہے اس پر اب کوئی مشرقی یا مغربی عالم اضافہ نہ کر سکے گا۔ الحمدللہ کہ اس بحث کا خاتمہ آپ کی تصنیف پر ہوا۔[۱۴۲]

فروری ۱۹۳۴ء میں ڈاکٹر بہجت وہبی نے جامعہ ملّیہ اسلامیہ میں مسلمانوں کے عروج و زوال پر چار خطبے دیئے ان میں دو خطبوں کی صدارت سید صاحب نے کی۔[۱۴۳]

"جون ۱۹۳۴ء میں سید عبدالعزیز صاحب وزیر تعلیم صوبہ بہار و اُڑیسہ کی دعوت پر عربی مدارس کے نصاب کی ترتیب کے لئے رانچی کا سفر کیا۔ اس کمیٹی کے ایک رُکن مولانا مناظر احسن گیلانی بھی تھے، دونوں نے مل کر نیا نصاب مرتّب کیا"۔[۱۴۴]

دسمبر ۱۹۳۴ء کے معارف میں سید صاحب نے ہندوستان کے اسلامی عہد

---

[۱۴۲] اقبال نامہ حصہ اول : ص ۱۷۸

[۱۴۳] حیات سلیمان : ص ۴۰۶

[۱۴۴] ایضاً : ص ۴۲۳

کی ایک مستند تاریخ کا خاکہ پیش کیا۔[۱۴۵]

جنوری ۱۹۳۵ء میں لاہور کا سفر کیا اور ڈاکٹر اقبال کے مشورہ سے انجمن حمایت اسلام، لاہور کے لئے زنانہ کالج کا خاکہ پیش کیا۔[۱۴۶]

۱۹۳۵ء میں ریاست حیدر آباد نے ایک کمیٹی ایسے حضرات کی بنائی جو اسلامی فقہ کی روشنی میں قانونِ قتل و قصاص کی ترتیب و تدوین کرے۔ اس کے ایک ممبر سیّد صاحب بھی منتخب ہوئے، چنانچہ جولائی ۱۹۳۵ء میں انھوں نے حیدر آباد کا سفر کیا۔ راستے میں بھوپال اُتر گئے اور چار دن تک ٹھہرے۔ قیام کے دَوران میں وہ نواب بھوپال سے دارالمصنّفین کی امداد کے سلسلے میں ملے۔ اور بتایا کہ ریاست نے دارالمصنفین کی امداد دوسو ۲۰۰ سے گھٹا کر صرف نوّے ۹۰ روپے کر دی ہے۔ دارالمصنّفین کے اخراجات کے مقابلہ میں یہ رقم بہت کم ہے۔ چنانچہ نواب صاحب نے امداد کی رقم بڑھا کر پہلے کی طرح دوسو ۲۰۰ روپے ماہوار کر دی۔ چار دن بھوپال میں قیام کر کے سید صاحب حیدر آباد کے لئے روانہ ہو گئے۔[۱۴۷]

اکتوبر ۱۹۳۵ء میں سیّد صاحب کو پلورِسی ہو گئی۔ جس کا علاج ہوا، لیکن صحت یاب ہوتے ہوتے چند ماہ لگ گئے۔[۱۴۸] اقبال کو جب سید صاحب کی علالت کی اطلاع ملی تو انھوں نے مولانا مسعود عالم ندوی کو اپنے دلی تأثرات لکھے اور حالت دریافت کی:

---

[۱۴۵] حیات سلیمان : ص ۴۲۴

[۱۴۶] ایضاً : ص ۴۲۷

[۱۴۷] ایضاً : ص ۴۳۰

[۱۴۸] ایضاً : ص ۴۳۱

> "مولانا سید سلیمان ندوی کی علالت کی خبریں بہت متردد کر رہی ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن کو صحت عاجل مرحمت فرمائے۔ میری طرف سے اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر استفسار حالات کیجئے، اِس وقت علمائے ہند میں وہ نہایت قابلِ احترام ہستی ہیں۔ خدائے تعالیٰ اُنھیں تا دیر زندہ رکھے۔"[۱۴۹]

نومبر ۱۹۳۵ء میں سیرت النبیؐ جلد پنجم شائع ہوئی۔

۲ اگست ۱۹۳۶ء کو سیّد صاحب کی صحت یابی کی خبر پا کر علّامہ اقبال نے انھیں تحریر کیا :

> "خدا کا لاکھ لاکھ شُکر ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو صحت عطا فرمائی۔ آپ کا وجود ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے از بس ضروری ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ خدائے تعالےٰ نے مسلمانوں کی دُعاؤں کو شرف قبولیت بخشا ہے تاکہ وہ دیر تک آپ کے علوم سے مستفیض ہوتے رہیں۔"[۱۵۰]

۲۴، ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو اُردو کی ترقی اور تحفظ کے سوال پر غور کرنے کے لئے مولوی عبدالحق نے آل انڈیا اُردو کانفرنس علی گڑھ میں بلائی، جس میں ہندوستان کے مختلف حصّوں سے اُردو کے شیدائیوں نے شرکت کی تھی۔ سید صاحب بھی شریک ہوئے تھے۔

نومبر ۱۹۳۶ء میں مولانا شوکت علی نے دہلی میں فلسطین کانفرنس بُلائی، جس کی صدارت سید صاحب نے کی اور :

---

[۱۴۹] اقبال نامہ حصّہ اول : ص ۲۰۱

[۱۵۰] ایضاً : ص ۱۹۷

> ”اس کانفرنس میں ایسا فاضلانہ خطبہ پڑھا، جو پوری عرب دُنیا میں بہت پسند کیا گیا اور مصر و شام کے اخبارات نے اس کا عربی ترجمہ چھاپا۔ مجلس اعلیٰ فلسطین کے صدر مفتی امین الحسینی نے خاص طور سے بذریعہ تار اس کا شُکریہ ادا کیا“۔[۱۵۱]

عام طور سے اچھے کام کرنے والوں کی، نادان لوگ مختلف طریقوں سے مخالفت کرتے ہیں۔ چنانچہ سید صاحب کی مخالفت میں ایک صاحب نے ”سید سلیمان ندوی کی قرآنی غلطیاں“ کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا، جس میں بعض اہم حضرات سے تقریظیں لکھوائی گئی تھیں، فلسطین کانفرنس کے موقع پر یہ رسالہ سیّد صاحب کو دیا گیا جس کا جواب سیّد صاحب نے نہایت عالمانہ انداز میں دسمبر ۱۹۳۶ء کے معارف میں دیا۔

۱۹۳۶ء کے آخری زمانہ میں یا ۱۹۳۷ء کے بالکل ابتدائی مہینوں میں ایک آل انڈیا نمایش کا انتظام لکھنؤ میں کیا گیا تھا۔ ہندوستانی اکیڈمی نے اس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی کانفرنس منعقد کی جس کے شعبۂ اُردو کی صدارت کے فرائض سیّد صاحب نے انجام دیئے۔ اور ایک قابلِ قدر خطبہ پڑھا جس میں لکھنؤ کی علمی ادبی خدمات پر روشنی ڈالی گئی تھی۔[۱۵۲]

مارچ ۱۹۳۷ء کے آخری ہفتہ میں مُسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی طلائی جوبلی منائی گئی۔ جس کے شعبۂ علوم و فنونِ اسلامی کی صدارت سیّد صاحب نے کی۔

”اس میں انھوں نے جو فاضلانہ خطبہ پڑھا وہ اسلامی علوم و فنون

---

[۱۵۱] حیات سلیمان : ص ۴۳۹

[۱۵۲] ایضاً : ص ۴۴۲

> کے عروج و زوال کی تاریخ پر ایک جامع تبصرہ ہے۔ اس کے تمام اہم پہلوؤں پر مبصّرانہ نگاہ ڈالی گئی ہے اور اسلامی علوم کی خدمت میں دوسرے اسلامی ملکوں کے ساتھ ہندوستان کا حصّہ بھی دِکھایا ہے اور اس وقت یورپ اور اسلامی ملکوں میں جو کام ہو رہا ہے اس کا بھی ذکر کیا ہے"۔[۱۵۳]

اگست ۱۹۳۷ء میں انجمن ترقی اُردو، بہار کے زیر اہتمام جلسہ میں مولوی عبدالحق، بابو راجندر پرشاد، مولانا سید سلیمان ندوی اور دوسری معروف اور محترم شخصیتیں شریک ہوئیں۔ اس جلسہ میں ہندی اور اُردو والوں نے "ہندوستانی" پر سمجھوتا کیا جو بعد میں "راجندر عبدالحق پیکٹ" کے نام سے مشہور ہوا۔[۱۵۴]

نومبر ۱۹۳۷ء میں جامعہ دارالسّلام، عمر آباد میں جلسہ تقیم اسناد کی صدارت کی اور نہایت پُرمغز تقریر کی۔ مدراس سے واپسی پر حیدر آباد میں قیام کیا :

> "...... اخبارات سے نظام کو آپ کی آمد کی خبر مل گئی تھی۔ انھوں نے پہلے خاصہ کا خوان بھیج کر عزّت افزائی فرمائی، اِس کے بعد خود سے شرف ملاقات بخشا۔ اور ایک گھنٹہ سے زیادہ مختلف مذہبی و دینی مسائل پر گفتگو رہی"۔[۱۵۵]

نومبر ۱۹۳۸ء میں سِیرتُ النّبی جلد ششم کی اشاعت عمل میں آئی۔ اسی سال سیّد صاحب کی تقریروں، تحریروں اور مقدموں پر مشتمل اُن کی کتاب

---

[۱۵۳] حیات سُلیمان : ص ۴۴۳

[۱۵۴] ایضاً : ص ۴۴۷

[۱۵۵] ایضاً : ص ۴۶۰

"نقوشِ سلیمانی" منظرِ عام پر آئی۔

دسمبر ۱۹۳۹ء میں مُسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ جلسہ کلکتہ میں ہوا جس کی صدارت نواب کمال یار جنگ بہادر جاگیردار، حیدرآباد نے کی۔ سید صاحب نے اس کے شعبۂ اُردو کی صدارت فرمائی۔

جنوری ۱۹۴۰ء میں سیّد صاحب حیدرآباد، پونا اور بمبئی گئے جہاں مختلف اداروں، کالجوں، مدرسوں کا معائنہ کیا، طلبہ کو خطاب کیا اور اساتذہ سے تبادلۂ خیال کیا۔

جنوری ۱۹۴۰ء میں **الندوۃ** دوبارہ جاری کرایا۔

۱۳ر فروری ۱۹۴۰ء کو مہاتما گاندھی نے سید صاحب کے نام اپنے مکتوب میں لکھا:

> "بھائی صاحب
>
> ۲۷/ ۲۶ فروری کو ہندوستانی پرچار سبھا کی کانفرنس ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اس میں شریک ہوں اور اس سوال کو سُلجھانے میں حصّہ لیں۔ مجھے آشا ہے کہ آپ ضرور آویں گے۔ آنے کی تاریخ اور وقت سے خبر دیں گے۔
>
> آپ کا
> م، ک، گاندھی"[۱۵۶]

مارچ ۱۹۴۰ء میں پشاور اور بہاولپور کے لئے سید صاحب روانہ ہوئے:

---

[۱۵۶] سید سلیمان ندوی نمبر: ریاض (ماہنامہ) کراچی ص ۱۷۸

۸ مارچ کو پشاور پہنچے۔ قیام ناظم شعبۂ دینیات اسلامیہ کالج جناب نورالحق ندوی پشاوری کے یہاں کیا۔ دینیات اور طب کے نصاب کی ترتیب دی۔ ۹ مارچ کو کالج کے طلبہ اور اساتذہ کو خطاب کیا۔ ۱۱ مارچ کو ایک بار پھر کالج کے اساتذہ اور طلبہ کو مخاطب کیا اور پُرزور الفاظ میں کہا کہ :

> "مُسلمانوں کی اکثریت کے اِن صُوبوں میں کالج کے مُسلمان طلبہ کو ایمان و عمل کا ایسا نمونہ پیش کرنا چاہئے کہ پُورے ہندوستان کے مُسلمان اس کی تقلید کریں۔" [۱۵۷]

۱۱ مارچ کی رات کو پشاور سے چل کر ۱۲ مارچ کی صُبح کو لاہور پہنچے۔ ایک دن خواجہ عبدالوحید صاحب کے یہاں قیام کیا۔

۱۳ مارچ کی صُبح کو بھاولپُور کے لئے روانہ ہوئے اور شام کے وقت وہاں پہنچے۔ سرکاری مہمان خانہ میں ٹھہرائے گئے۔ ۱۴ مارچ کو صادق ایجرٹن کالج کے جلسۂ تقسیم اسناد میں خطبہ پڑھا۔ ۱۵ مارچ کو کالج ہال میں خصائص اسلامی پر تقریر کی۔ جُمعہ کو "فضائل نبوی" پر تقریر کی۔ اور ۲۳ مارچ کو لکھنؤ ہوتے ہوئے اعظم گڈھ کے لئے روانہ ہوئے۔

۱۹۴۰ء ہی میں سیّد صاحب کی کتاب "رحمتِ عالم" شائع ہوئی، جو مدرسوں اور اسکولوں کے طالب علموں کے لئے لکھی گئی تھی۔ اسی سال "حیاتِ شبلی" کا کام شروع کیا جو دو سال بعد ۱۹۴۲ء میں تکمیل کو پہنچا۔

۱۹۴۱ء میں نواب چھتاری کی صدارت میں "اسلام کے سیاسی نظام کی تدوین" کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی۔ جس کے کنوینر مولانا سید سُلیمان ندوی بنائے گئے

---

[۱۵۷] حیات سُلیمان : ص ۴۸۲

اور مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا آزاد سُبحانی، مولانا ابُوالاعلیٰ مودودی، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا عبدالحامد بدایونی اور ڈاکٹر ذاکر حسین اس کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے۔ جنوری ۱۹۴۱ء میں ندوہ میں اس کا پہلا جلسہ ہوا۔[۱۵۸]

فروری ۱۹۴۳ء میں مُسلم یونیورسٹی علی گڈھ نے سیّد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی اور مولوی عبدالحق کی علمی ادبی خدمات کے اعتراف میں ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری پیش کی۔ اس خوشی کے موقع پر اہلِ دِسنہ نے ان کی خدمت میں حسب ذیل سپاسنامہ پیش کیا :

سپاسنامہ

بخدمتِ اقدس عالی جناب معلّٰی القاب علّامہ ڈاکٹر سید سُلیمان دِسنوی ندوی ڈی لٹ بالقابہ
منجانب اعزّا و اَحباب وطن دِسنہ ضلع پٹنہ

عزیزگرامی ! آج دِسنہ کی تاریخ میں سب سے زیادہ فخر و مسرّت کا دن ہے کہ اس کے عزیز ترین فرزند کی شاندار علمی خدمات کا اعتراف ہندوستان کی اسلامی، علمی، تعلیمی دُنیا کے مرکزِ وحید نے کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ نذرِ عقیدت و اعتراف ہے جو ایک جامعہ پیش کر سکتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جامعہ کے اس اقدام نے آپ کی ذاتِ گرامی کو بلند نہیں کیا ہے بلکہ اس سے خود اس کا درجہ بلند تر ہو گیا۔ یہ آپ کی عزّت افزائی نہیں ہے بلکہ خود مُسلم یونیورسٹی کی عزّت افزائی ہے۔

---

[۱۵۸] حیات سلیمان : ص ۴۸۶

عزیز محترم ! آپ کو خود اس کا علم ہے کہ آپ کے اہلِ وطن ابتدا ہی سے آپ کی اس ترقی کے ہر قدم کو جس نے آج آپ کو بامِ شہرت کے ارفع ترین مقام تک پہنچا دیا ہے ہمیشہ سے محبّت و فخر کے ساتھ دیکھتے رہے ہیں، کیونکہ دُور بین اور حقیقت شناس نظریں ابتدا ہی سے دیکھ رہی تھیں کہ ؎

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

دِسنہ کے مکتب سے لے کر دَارالعُلوم ندوہ کی انتہائی تعلیم تک آپ نے جو اِمتیاز قائم رکھا وہ اس کا غمّاز تھا کہ چمنِ دِسنہ کا یہ پَودا شبلی جیسے تجربہ کار مالی کی رکھوالی سے انشاءاللہ ایسا پروان چڑھے گا اور اتنا عنبر بیز و عطر افشاں ہو گا کہ نہ صرف ہندوستان، بلکہ ہندوستان سے باہر کی ساری علمی و مذہبی دُنیا اس سے اپنے مشامِ جان کو معطّر کرے گی۔ بحمداللہ کہ آج ہماری توقعات ہمارے وَہم و گمان سے بڑھ کر پوری ہو رہی ہیں۔

عزیز معظم ! آج ہمارے سامنے وہ تمام مختلف درجات ہیں جنھوں نے آپ کو اس مرتبۂ بلند تک پہنچا دیا ہے۔ ہم کو اس کا علم ہے کہ کس طرح تقسیم اسناد کے جلسے ہی میں آپ نے اپنی آئندہ عظمت کا ثبوت دیا تھا، کس طرح ندوہ کی مدرسی نے اس بات کی پیشن گوئی کر دی تھی کہ اس چہار دیواری کے اندر علم و اَدب، دینیات و سیاسیات اور تاریخ کی تعلیم دینے والا ایک دن ساری علمی و مذہبی، سیاسی و اَدبی دُنیا کا معلّم بنے گا۔ کس طرح ندوہ کی سب اِڈیٹری ہندوستان کی بلند ترین علمی و اسلامی مجلّہ کی ادارت کا راستہ صاف کرے گی۔ اور کس طرح "الپنج" اور "علی گڑھ منتھلی" میگزین وغیرہ کے مضامین ایسی بلند پایہ اور مستند تصانیف کا سنگِ بنیاد ثابت ہوں گے جو تمام اسلامی زبانوں

میں ترجمہ ہو کر ساری دُنیا میں باعثِ ہدایت ہوں گی ۔ واقعہ تو یہ ہے کہ جس وقت سے آپ نے علمی و مذہبی دُنیا میں عملی قدم رکھا ہے وہ کون سی ایسی مذہبی، علمی، تعلیمی، سیاسی اور اصلاحی تحریک ہے جس میں آپ نے ممتاز حیثیت سے شرکت نہیں کی ۔ "الہلال" کی ادارت، وفدِ خلافت، موتمر اسلامی، وفدِ حجاز، دعوتِ کابل وغیرہ اس کی زندہ مثالیں ہیں ۔ مُسلم یونیورسیٹی، ہندوستانی اکیڈمی، ہندوستانی کمیٹی، جمعیت علماء، انجمن حمایتِ اسلام لاہور، اور مختلف تعلیمی اداروں اور مجلسوں نے آپ کو اپنا رُکن بنا کر اپنی رہبری کا بہترین سامان مہیّا کیا ہے اور دارالعُلوم ندوۃ العُلماء کی موجودہ زندگی و ترقی تو صرف انتھک مخلصانہ مساعی کا نتیجہ ہے ۔

عزیزِ والاشان ! یوں تو اسلامی و علمی ہندوستان کی کون سی بلند ترین ہستی اور مجلس ہے جس نے آپ کی عزّت افزائی کو اپنے لئے باعثِ مسرّت و فخر نہیں سمجھا ہے، لیکن ان کی ساری عقیدت تمام تر دماغی رہی ہے ۔ لیکن یہ عزّت ہم اور صرف ہم کو، حاصل ہے کہ ہماری عقیدت ہی نہیں بلکہ بے پناہ محبت صرف دماغی نہیں بلکہ سر تا پا رُوحانی ہے ۔ ہمارا یہ فخر اس حیثیت سے نہیں ہے کہ آپ ہمارے ضلع، ہمارے صُوبہ، ہمارے ملک اور ہماری قوم کے ایک رُکن ہیں بلکہ ہم اپنے قلوب کو پُرخلوص محبت اور فکر انگیز مسرّت سے اس لئے معمور پاتے ہیں کہ آپ ہم میں سے ایک ہیں ۔ ہمارا رشتہ، قلم و کاغذ، دماغ و عقل، اور غور و فکر کا نہیں ہے بلکہ گوشت و پوست، مواخات و مواسات کا ہے ۔ یقین جانیئے کہ آج دسنہ کے صرف وہی لوگ جو زندہ ہیں اپنے جامے میں پھولے نہیں سماتے بلکہ ہماری اور ہماری برادری اور وطن کی وہ تمام مقدس ہستیاں بھی جو آج عالم ارواح میں ہیں، نہ صرف ہماری خوشی میں شریک ہی ہوں گی بلکہ آپ کے استاذ محترم علامہ شبلی قدس سرّہ کے ساتھ رُوحانی حیثیت سے شریکِ نظارہ ہوں گی ۔

پیارے عزیز ! ہمارے پاس نہ نادر شاہ کا خزانہ ہے نہ نظام دکن کی دَولت ، ہمارے پاس محبت اور صرف محبت کی پونجی ہے اور اس کو ہم نہایت خلوص کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور بارگاہ ربّ العزّت میں دُعا کرتے ہیں کہ الٰہی اپنے اس چہیتے بندے کو قوم اور ملک کی رَہنمائی و رَہبری کے مواقع ہمیشہ عنایت فرما ! اور اس عظیم الشّان شخصیت کو ، جو ہماری محبت و اُلفت کا مرکز ہے قائم و دائم رکھ۔ ایں دعا از ما و از جملہ جہاں آمین باد۔

ہم ہیں آپ کے مخلص دُعاگو :
باشندگانِ دِسنہ ، ضلع پٹنہ[۱۵۹]

---

[۱۵۹] یہ سپاسنامہ کتب خانہ الاصلاح ، دِسنہ میں محفوظ ہے۔

اگست ۱۹۳۸ء میں مولانا سید سلیمان ندوی نے راہ سلوک اختیار کیا، پھر مولانا تھانوی سے بیعت کی درخواست کی اور پھر تھانہ بھون میں مولانا تھانوی نے بیعت سے سرفراز فرمایا :

> "اور اب اکتوبر ۱۹۴۲ء آپہنچا تھا، مسافر نے عشق و معرفت کی اتنی منزلیں طے کرلی تھیں کہ اب وہ مجدد وقت حضرت تھانوی کی نگاہ میں راستہ کے سارے پیچ و خم اور نشیب و فراز سے پوری طرح باخبر اور ناواقفوں کی رہبری کے لیے لائق اعتبار تھا۔" [۱۵۹]

چنانچہ حکیم الامت مولانا تھانوی نے سید صاحب کے نام ایک مکتوب میں تحریر کیا :

> "میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کو خلافت دوں، میں نے اس سلسلہ میں استخارہ بھی کرلیا ہے، اب آپ کا کیا مشورہ ہے۔" [۱۶۰]

سید صاحب نے اس خط کا جواب اس لیے نہیں دیا کہ دو تین دن بعد خود ہی تھانہ بھون پہنچے لیکن خاموش رہے۔ ایک دن حضرت والا کا خط ملا لکھا تھا :

> "آپ نے میرے استشارہ کا جواب نہیں دیا۔" [۱۶۱]

سید صاحب نے جواب میں لکھا :

> "حضرت والا کا مکتوب گرامی پڑھ کر قدموں تلے سے زمین نکل گئی، کہاں میں اور کہاں یہ ذمہ داری۔" [۱۶۲]

جواب پہنچا تو حضرت والا نے حاضرین سے فرمایا :

> "الحمد للہ وہی جواب آیا جس کی توقع تھی۔" [۱۶۳]

اور ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو حضرت والا نے :

---

[۱۵۹] تا [۱۶۳] دیکھیے : تذکرۂ سلیمان : غلام محمد بی۔ اے، عثمانیہ ص ۱۴۰-۱۴۱

"سیدو الامرتبت کو سلاسل اربعہ میں خلافت باطنی عطا فرمادی اور مسند ارشاد پران کو تمکن فرمادیا۔" ۱۶۴؎

عطائے خلافت کے بعد سید صاحب پر جو کیفیت طاری ہوئی اس نے ان سے یہ غزل کہلوائی :

براہ الٰہ آباد بتقریب خلافت ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۲ء

ابھی تو مشقِ فغاں کنج میں ہزار کرے　　اثر کے واسطے کچھ اور انتظار کرے
جو آج لذتِ دردِ نہاں کا جویا ہے　　وہ پہلے سوز سے دل کو تو داغدار کرے
انھیں کے دینے سے ملتا ہے جسکو ملتا ہے　　وہی نہ چاہے تو کوشش کوئی ہزار کرے
ادب سے دیکھ لیں مشتاق دور سے ان کو　　مجال ہے جو کوئی ان کو ہمکنار کرے
سنا دے تو انھیں افسانۂ غمِ ہجراں　　وہ اعتبار کرے یا نہ اعتبار کرے
وہ اپنے کان سے سنتے ہیں میرے نالوں کو　　وہ طرزِ نالہ ہو جو ان کو بے قرار کرے
تری نظر میں ہے تاثیرِ مستیِ صہبا　　تری نگاہ جسے چاہے بادہ خوار کرے
تری نگاہ میں دونوں خواص رکھے ہیں
وہ چاہے مست کرے چاہے ہوشیار کرے ۱۶۵؎

۱۹-۲۰ جولائی کی درمیانی رات میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے وفات پائی، جس کی اطلاع سید صاحب کو بعد میں ہوئی۔ انھیں بے حد رنج ہوا، اپنے دلی کیفیات کا اظہار انھوں نے اپنی نظم "رحلتِ شیخ" میں اس طرح کیا ہے :

داغِ فراقِ یار مٹایا نہ جائے گا　　اب دل کا یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
حرفِ دمِ وداع "خدا کے سپرد ہو"　　تا آخرِ حیات بھلایا نہ جائے گا

۱۶۴؎ و ۱۶۵؎ تذکرہ سلیمان : غلام محمد بی۔اے عثمانیہ ص ۱۴۲

(خیالِ سرِ بالیں)

دل بھر کے دیکھ لو یہ جمالِ جہاں فروز   پھر یہ جمال نور دکھایا نہ جائے گا
گوشِ جہاں بغور سُنے اس کلام کو   پھر یہ کلام شوق سنایا نہ جائے گا
اے میکشو یہ دُردِ تہِ جام بھی پیو   ترسو گے پھر یہ جام پلایا نہ جائے گا
اے دل خموش صبر و رضا کا مقام ہے   نقشِ دوامِ فیض مٹایا نہ جائے گا
پیرِ مغاں نہیں ہے مگر میکدہ تو ہے   جام و صبو یہاں سے ہٹایا نہ جائے گا
یونہی بچھا رہے گا یہاں خوانِ فیضِ عام   جب تک ہیں میہمان بڑھایا نہ جائے گا
چاہا خدا نے تو تری محفل کا ہر چراغ
یونہی جلا کرے گا بجھایا نہ جائے گا [۱۶۶]

(۱۵ جولائی ۱۹۴۲ - براہ جون پور)

فروری ۱۹۴۴ میں "حیاتِ شبلی" شائع ہوئی۔

دسمبر ۱۹۴۴ء کو ہسٹاریکل کانگریس کا اجلاس کے شعبہ تاریخ ازمنہ وسطیٰ ہند منعقدہ مدراس کی صدارت کی۔ [۱۶۷]

فروری ۱۹۴۵ء میں جمعیۃ العلماء صوبہ بمبئی کے اجلاس کی صدارت کی۔ اور اپنے خطبہ میں بمبئی کے مسلمانوں کو ایک عام اور آزاد مدرسہ کے قیام کی طرف توجہ دلائی۔ [۱۶۸]

جون ۱۹۴۶ء میں سید صاحب نے اس شرط پر ریاست بھوپال میں قاضی القضاۃ اور امیر جامعہ

---

[۱۶۶] ارمغان سلیمان : سید محی الدین احمد ص ۳۲

[۱۶۷] حیات سلیمان : شاہ معین الدین احمد ندوی ص ۵۰۳

[۱۶۸] حیات سلیمان : شاہ معین الدین احمد ندوی ص ۵۱۲

(ڈائرکٹر تعلیمات علوم مشرقی) کا عہدہ قبول کرلیا کہ دار المصنفین اور ندوہ سے ان کا تعلق بدستور رہے گا۔ [۱۶۹]

۱۶ جولائی ۱۹۴۶ء کو دار القضاء اور مدارس عربیہ کا چارج لیا۔ [۱۷۰]

۲۵ جنوری ۱۹۴۹ء ـ انجمن ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس بھوپال میں منعقد ہوئی جس کی روداد بیان کرتے ہوئے صفیہ اختر لکھتی ہیں :

> "۲۵ جنوری کو سات بجے شام کانفرنس کا افتتاحیہ اجلاس ہونا تھا۔ تمام دن ہال سجایا جاتا رہا۔ مرکزی سائن بورڈ شانداری سے پورے ہال میں جگمگا رہا تھا۔ تصویریں وغیرہ بھی بقول شخصے وقت کو دیکھتے ہوئے بری نہ تھیں۔ منٹو ہال کے عالی شان ستون، نقشیں، محرابیں بلند و مرصع چھتیں بذات خود مرعوب کن ہیں۔ آج کی سجاوٹ نے ہال میں زندگی کی لہر سی دوڑا دی تھی۔ والنٹیئرز اپنے نشانوں سمیت ہر سمت خراماں نظر آرہے تھے۔ اُدھر استقبالیہ کمیٹی کے ممبروں کے سینوں پر سجے ہوئے خوش رنگ نشان ان کے دل کی دھڑکن کی غمازی کر رہے تھے۔ موٹروں پر موٹریں آکر رکیں اور دیکھتے دیکھتے ہال بھر گیا۔ جلسے کی صدارت کا اعلان کیا گیا اور بائیں پہلو کی کرسیوں کی قطار سے کرشن چندر نکل کر اسٹیج کی طرف بڑھے، اندازہ یہی ہے کہ اکثر اہالیان بھوپال کے دلوں کی ایک دھڑکن ضرور خطا کر گئی ہوگی۔ بس یہی ہیں کرشن چندر؟ دبلا پتلا جسم ہی نہیں ان کی تو آنکھیں تک کمزور ہیں۔ عینک بھی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن یہ تو ان کی علم دوستی کی روشن دلیل ہے۔ پھر ان کی چاندی

---

[۱۶۹] و [۱۷۰] حیات سلیمان : ص ۵۱۵ و ص ۵۱۹

تو گنجی ہے مگر سنا ہے کہ مردوں کی گنجی چاند خوش نصیبی کی نشانی ہے۔ لباس میں کوئی اہتمام رکھنا آیا ان کے بس کی چیز نہیں یا خود کو ان چیزوں سے بالاتر سمجھتے ہیں، ایسی ڈھیلی ڈھالی جرزی کل ہند کانفرنس میں مظاہرے کی چیز تو نہ تھی۔ یہ تخاطب کے وقت دونوں ہاتھ پتلون کی جیبوں میں ڈال کر شانے کبڑے بھی تو کر لیتے ہیں۔ بہرحال اب تو حاضرین کو ان کی صدارت بھگتنی ہی ہوگی۔ کرشن چندر کی فرمایش پر مولانا صاحب (مولانا سید سلیمان ندوی) اسٹیج پر تشریف لائے۔ نہایت نفیس ململ کا سفید عمامہ سر پر اور اس سے بھی زیادہ سفید داڑھی ان کے دمکتے چہرے پر زیب دے رہی تھی، مولانا کا قد و قامت بلند نہیں مگر اس کے کشیدہ پن میں بڑھاپے کے ساتھ بھی فرق نہیں آیا۔ ان کے بشرے سے مسلمانوں کی عظمت رفتہ مترشح نظر آتی ہے۔ ان کی چال ڈھال میں ایک عالمانہ وقار ہے اور ان کے تیور میں ایک محقق کا ٹھوس پن۔

"نوجوان ادیبو! اور ہندوستان کی زبان اور قلم کے مالکو!" مولانا نے مخاطب کیا۔ ان کا انداز، کچھ عمر کے تقاضے اور کچھ فطری آہستہ کلامی کی وجہ سے گرمی گفتار سے محروم ہے۔ وہ ٹھنڈے دل سے آواز کی معین سطح پر بولتے رہے۔ سننے اور سمجھنے کا فرض حاضرین کے ذمہ رہا "کبھی میں بھی نوجوان ادیب تھا" مولانا نے فرمایا "اس وقت کے بوڑھے مجھے دیکھ کر اور میری باتیں سن کر اس قسم کے اعتراضات مجھ پر بھی کرتے تھے۔ آخر میں بھی پرانا ہوا اور اُس عمر کو پہنچا تو مجھے بھی اپنے نوجوانوں کے تیور دیکھ کر ویسا ہی تعجب آتا ہے۔

اب نئے ترقی پسند ادیبوں اور شاعروں کی دُنیا ہے لیکن عزیزو! ایک دن تم کو بھی پرانا بننا ہوگا اور تمھارا ترقی پسند ادب بھی پرانا ہو چکا ہوگا۔ اس

لیے نیا اور پرانا ہونا کوئی خاص بڑائی کی بات نہیں۔ نہ ہر پرانی چیز غلط اور نہ ہر نئی چیز ٹھیک ہے اس کے غلط اور ٹھیک ہونے کی کسوٹی، اس کی افادیت ہے،، ان الفاظ سے مولانا نے ادب کے متعلق ایک ارتقائی نظریہ پیش کیا اور ترقی پسندی کے نام سے عام طور پر جو تعصبات وابستہ ہیں ان کا ازالہ کیا۔" [۱۷۱]

کانفرنس کے بعد ہی جوش کی ایک نظم بھوپال کے اخبار ندیم میں ۳۱ جنوری ۱۹۴۹ کے شمارے میں شائع ہوئی جسے پڑھ کر سید صاحب بے چین سے ہو گئے۔ اور اس کے جواب میں نظم کہی جو ۲ فروری ۱۹۴۹ء کے ندیم بھوپال میں شایع ہوئی۔ یہاں دونوں نظمیں پیش کی جا رہی ہیں تاکہ جوابی نظم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکے : [۱۷۲]

شرار بولہبی

(جوش ملیح آبادی)

جب کہ بچے خواب کے ہنگام تھے گرم خروش
باپ کی صرف ایک "ہوں" نے کر دیا سب کو خموش
"ہوں" بزرگ خانداں کی آہنی دیوار ہے
ہر فساد و غلغلہ کو ایک "ہوں" درکار ہے
سنتے ہیں انسان کا ہے باپ رب کائنات
اس لیے اے دوست تجھ سے پوچھتا ہوں میں یہ بات
جب ہلاکو نے بہائی تھیں لہو کی ندیاں
کوئی "ہوں" اس وقت کیا گونجی تھی زیر آسماں

چراغ مصطفوی

(سید سلیمان ندوی)

باپ کی "ہوں" سے سنبھل جاتے ہیں فرزند سعید
ناخلف جو ہیں نہیں سنتے ہیں تہدید و وعید
اس جہاں میں جو مصیبت پیش آئی ہے کہیں
وہ بجز تنبیہ رب العالمیں کچھ بھی نہیں
تازیانہ غافلوں کو فتنۂ چنگیز تھا
راہوار نظم ملت کے لیے مہمیز تھا
نسل سے چنگیز کی سلطان دیں پیدا ہوا
ظلمت تاتار سے نور مبیں پیدا ہوا

---

[۱۷۱] ایک ہنگامہ : صفیہ اختر : افکار بھوپال خاص نمبر ۱۹۴۹ء ص ۱۱-۱۲

[۱۷۲] ارمغان سلیمان مرتبہ : سید محی الدین احمد ص ۶۴

تحفۃً آئے تھے جب مقتول انسانوں کے سر
پھٹ پڑی تھی کیا کوئی "ہوں" خیمہ چنگیز پر؟
شعلہ ہائے حکم نیرو جبکہ تھے بھڑکے ہوئے
ڈانٹ کی کوئی صدا آئی تھی بام عرش سے؟
لے اڑا تھا جب کہ راون ایک دیوتا کا گہر
کوئی ہوں گرجی تھی کیا اس وقت اوج چرخ پر؟
جب بہا تھا کربلا کی خاک پر دریائے خوں
دہر پہ نازل ہوئی تھی کوئی ہیبت ناک ہوں؟
کر رہا تھا زہر جب سقراط کے دل پر اثر
عرش سے اتری تھی "ہوں" کوئی بساط فرش پر؟
عیسیٰ مریم کو جب کھینچا گیا تھا دار پر
ہوگئی تھی کیا کسی "ہوں" سے زمیں زیر و زبر؟
ایٹم نے رکھ دیا تھا بھون کر جب ایک شہر
قلزم تنبیہ میں آئی تھی کیا اس وقت لہر؟
بستیاں غلطیدہ تھیں جب موت کے گرداب میں
کوئی "ہوں" کڑکی تھی کیا بنگالہ و پنجاب میں؟
جب ہوئے تھے آخری "اوتار" گاندھی جی ہلاک
آئی تھی کوئی ندائے خشمگیں و قہر ناک؟
اتنی چپ سادھے ہوئے ہے کس لیے عرش بریں
کیوں ہمارا آسمانی باپ "ہوں" کرتا نہیں؟

ظلم نیرو سے کھلیں آنکھیں عوام روم کی
ہل گئی بنیاد اس کی عظمت موہوم کی
راون بدکیش، ظلم و جور کا فرماں روا
ہند کے دیوتا کا جو "گوہر" اڑا کر لے گیا
اس سے جوہر کھل گیا "سیتا" کے پاک اخلاق کا
رام کی عظم بلند و شہرۂ آفاق کا
کربلا کی خاک سے امڈا تھا جو سیل بلا
ظلم پیشہ بادشاہوں کو بہا کر لے گیا
جو پیالہ زہر کا سقراط پی کر مر گیا
عقل" کے وہ تا ابد جینے کا ساماں کر گیا
عیسیٰ مریم کی مظلومی کا یہ اعجاز دیکھ
روم کے ظالم ہوئے یوں حق سے سرافراز دیکھ
ایٹم بم سے ہوا جو شہر کل ویران دیکھ
چین کی آہوں کا شرارہ اندروں جاپان دیکھ
خرمن پنجاب و بنگالہ پہ جو بجلی گری
اس سے جل کر خاک ہے سامان فرقہ پروری
کشتۂ بیداد گاندھی کے بدن کا سرد خوں
ہے زبان فطرت خاموش کی خاموش "ہوں"
جاگ اٹھی اس "ہوں" کے پیہم شور سے خوابیدہ روح
رو پڑی چشم ستم گر، ہنس پڑی غم دیدہ روح
بے بصر کو کیا خبر! ہوتا رہا ہے بار بار
تیرگی سے "نور" "شر" سے "خیر" یوں ہی آشکار

اکتوبر ۱۹۴۹ء کے ماہنامہ مستقبل کراچی میں سید صاحب تحریر کرتے ہیں :

> "الہلال" میں چونکہ مضمون نگاروں کے نام نہیں لکھے جاتے تھے، اس لیے الہلال کے مضمونوں کے مجموعوں کے شائع کرنے والوں نے بلا تحقیق ہر مضمون کو مولانا ابوالکلام صاحب کی طرف منسوب کر دیا ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ الحریۃ فی الاسلام، تذکار نزول قرآن، حبشہ کی تاریخ کا ایک ورق، قصص بنی اسرائیل، مشہد اکبر وغیرہ میرے مضامین ہیں۔"

اکتوبر ۱۹۴۹ء میں حج کے لیے روانہ ہوئے۔ مکہ میں رباط بھوپال میں قیام کا انتظام تھا، لیکن سلطان عبدالعزیز بن سعود نے اس کو پسند نہیں کیا اور اپنا خاص مہمان بنایا اور کئی مرتبہ دعوت کی۔ [۱۷۳]

۱۵ دسمبر ۱۹۴۹ء کو جدہ سے واپسی ہوئی، راستہ میں طبیعت خراب ہو گئی، بمبئی پہنچتے پہنچتے اتنے بیمار ہو گئے، کہ سفر کے قابل نہیں رہے چنانچہ بمبئی پہنچ کر منشی عبدالعزیز انصاری صاحب کے یہاں قیام کیا۔ [۱۷۴]

جنوری ۱۹۵۰ء میں حج کے بعد بھوپال واپسی ہوئی۔

یکم جون ۱۹۵۰ء کو تقریباً پانچ ماہ بعد بھوپال سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے۔

۱۱ جون ۱۹۵۰ء کو دہلی سے خیر سگالی وفد کی پرمٹ پر لاہور کے لیے ہوائی جہاز سے روانہ ہوئے۔ دوپہر کو لاہور پہنچے اور ۲۴ جون کو کراچی۔ اس طرح جون ۱۹۴۶ء سے جون ۱۹۵۰ء تک تقریباً چار سال سید صاحب کا قیام بھوپال میں رہا۔

دسمبر ۱۹۵۰ء میں انجمن ترقی اردو پاکستان نے سید صاحب کے اعزاز میں ڈاکٹر محمود حسین خاں مرکزی وزیر کی صدارت میں ایک جلسہ کیا جس میں سید صاحب نے "ہندوستان کے

---

[۱۷۳] حیات سلیمان : ص ۵۳۳

[۱۷۴] حیات سلیمان ص ۵۳۷

نومسلم حکمراں" کے عنوان سے مقالہ پڑھا۔ [۱۷۵]

دسمبر، ۱۹۵۰ء میں ہی سید صاحب کی صدارت میں اسلامی دستور کا خاکہ ترتیب دیا گیا، جس میں ۳۱ علما شریک ہوئے تھے۔ [۱۷۶]

جنوری ۱۹۵۱ء میں جمعیۃ علمائے اسلام سلہٹ کے جلسہ کی صدارت کی۔ [۱۷۷]

فروری ۱۹۵۱ء میں احتفال علماء کے نام سے اسلامی ملکوں کے علماء کی کانفرنس ہوئی جس میں سید صاحب نے نمایاں حصہ لیا۔ [۱۷۸]

مارچ ۱۹۵۱ء میں ابن سینا کی ہزار سالہ یادگار میں شرکت کے لیے حکومت عراق نے سید صاحب کو دعوت نامہ بھیجا۔ لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے سفر نہ ہو سکا۔ [۱۷۹]

۱۹۵۱ء میں مصر کے "مجمع العلمی الادبی" میں سید صاحب کو بحیثیت رکن منتخب کیا گیا [۱۸۰]

۱۹۵۱ء میں آل پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی قائم ہوئی تو سید صاحب اس کے رکن منتخب ہوئے۔

مارچ ۱۹۵۲ء میں لاہور میں اس کا پہلا جلسہ ہوا سید صاحب نے اس کے اسلامی تاریخ کے شعبہ کی صدارت کی۔ صدارتی خطبہ کے علاوہ ایک مقالہ "دیبل" پر بھی انھوں نے پڑھا۔ [۱۸۱]

۱۹۵۲ء میں کراچی یونیورسٹی قائم ہوئی تو سید صاحب اس کے سنیٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔ [۱۸۲]

اگست ۱۹۵۲ء میں اسلامی بورڈ کی صدارت قبول کی۔ [۱۸۳]

۱۹۵۲ء میں ہی جمعیۃ علماء اسلام کی صدارت ان کے حصے میں آئی۔ [۱۸۴]

مارچ ۱۹۵۳ء میں ڈھاکہ میں "آل پاکستان ہسٹاریکل کانفرنس" کی صدارت کی۔ وہاں سے فتح پور ہسوہ آئے۔ چند روز کے بعد لکھنؤ پہنچے اور ندوہ کے جلسہ میں شریک ہوئے۔ جلسہ گاہ میں قدم رکھتے ہوئے سید صاحب نے یہ شعر پڑھا:

---

[۱۷۵] تا [۱۸۴] حیات سلیمان ص ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱

میں اپنے گھر میں آیا ہوں مگر انداز تو دیکھو
میں اپنے آپ کو مانند مہماں لے کے آیا ہوں

جسے سن کر حاضرین پر گریہ طاری ہو گیا۔ جلسہ کی کارروائی کلام مجید کی تلاوت سے ہوئی۔ ایک طالب علم نے عربی میں قصیدہ پڑھا سید صاحب نے جوابی تقریر کرتے ہوئے اقبال کا یہ شعر پڑھا:

سبق پھر پڑھ، صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا[۱۸۵]

اپریل ۱۹۵۳ء میں کراچی واپس پہنچے۔ کچھ ہی دنوں بعد تنفس کا دورہ پڑا، علاج سے صحت یاب ہو گئے، لیکن:

"اگست ۱۹۵۳ء کی کوئی تاریخ تھی کہ زکامی کیفیت محسوس ہوئی اور کچھ تنفس کی ہلکی تکلیف بھی، پھر حرارت آگئی۔ یہی ۹۹ اور ۱۰۰ کے درمیان۔ ڈاکٹر رحمان کے یہاں خود تشریف لے گئے انھوں نے کھانسی زکام کا نسخہ دے دیا۔ دو چار دن میں بخار اتر گیا، لیکن تنفس کی تکلیف بڑھنے لگی ....

ڈاکٹر رحمان کے علاج کو ایک دو ہفتہ ہوا ہو گا کہ ایک دن مختار صاحب نے ٹیلی فون کیا کہ کرنل شاہ سید صاحب کو دیکھنا چاہتے ہیں ..... اسی دن گیارہ بجے تشریف لائے اور بہت دیر تک معائنہ کرتے رہے میں نے ان کی رائے پوچھی انھوں نے پورے وقار اور سنجیدگی سے جواب دیا۔

"میں ابھی کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ کل ان کو جناح ہسپتال لے آیئے، میں ان کے قلب کا اکسرے اور کارڈگراف کے بعد کوئی فیصلہ کروں گا۔ چنانچہ دوسرے دن ٹھیک گیارہ بجے ان کے دفتر پہنچ گیا۔

---

[۱۸۵] حیات سلیمان ص ۵۸۳، ۵۸۴

..... وہاں کارڈ دگرام لیا گیا اور پھر وہاں سے اپنی گاڑی پر دوسری جگہ گیا وہاں ایکس رے لیا گیا۔ اور پھر تیسری جگہ خون کے مختلف جانچ کے لیے خون لیا گیا اور دوسری جگہ جانچ مکمل ہوئی۔

دوسرے دن شام کو ڈاکٹر صاحب کا ٹیلی فون آیا کہ میں ساری رپورٹ لے کر خود آؤں گا اور دوا اور علاج تجویز کروں گا۔ چنانچہ جب وہ تشریف لائے اور یہ کہا کہ قلب بڑھ گیا اور اسی کے ساتھ ساتھ قلب کے کسی شریان میں ایسی گرہ بن گئی ہے جس سے دورانِ خون میں دقت ہوئی اور اسی لیے قلب کو زور لگانا پڑتا ہے اور اسی سے تنفس کی تکلیف ہوتی ہے ...... دس بارہ دن کے علاج کے بعد حالت بظاہر اچھی خاصی معلوم ہونے لگی ......[۱۸۶]

۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کی شب آنکھوں میں کٹی اس لیے کہ قلب کا دورہ پڑا تنفس تیز ہو گیا۔ صبح کو ڈاکٹر کو لایا گیا تو طبیعت ٹھیک تھی۔ ڈاکٹر نے بھی اطمینان دلایا کہ تشویش کی بات نہیں۔

"اتوار کا دن اب ختم ہونے کو ہے۔ عام دنوں سے آج صحت چونکہ زیادہ بہتر نظر آئی اس لیے اہلیہ محترمہ (سید صاحب) نے شام میں کچھ دیر کے لیے کسی عزیز کے ہاں جانے کی اجازت چاہی'۔ بہت دنوں سے جانا چاہتی تھیں۔ مگر حضرت والا کی طبیعت کے اتار چڑھاؤ سے ارادہ ملتوی ہوتا چلا جا رہا تھا، آج اس کا اظہار قدرت کی طرف سے مقدر تھا۔ حضرت والا نے فرمایا:

"ضرور جائیے مگر جلد واپس آئیے، ایک گھنٹہ کا وقت ہے"

---

[۱۸۶] علالت سے وفات تک: سید ابو عاصم: سید سلیمان ندوی نمبر: ریاض کراچی: ص ۱۵۵، ۱۵۶

اس جواب کے آخری جز پر سننے والوں کی توجہ ٹھہر نہ سکی، مگر جب وقت گذر گیا تو وہی بات یاد آ آکر تیر پیوستہ کی طرح کھٹکتی رہی۔

بہر حال پانچ بجے پیرانی صاحبہ صاحبزادیوں کو لیکر چلی گیئں، حضرت والا کے پاس صرف ان کے قابل رشک خدمت گزار فرزند سلمان میاں موجود تھے اور گھر میں عاصم صاحب بھی عصر کے فوراً بعد میری حاضری کا وقت بھی تھا، مگر ہائے رے محرومی کہ آج ہی لہو و لعب میں کچھ ایسی دیر ہو گئی کہ میں برسوں کے معمول کے خلاف مغرب سے قبل پہنچ ہی نہ سکا۔ میرے ہم وطن پیر بھائی مشتاق جوہری آج قبل مغرب حاضر تھے۔ حضرت اقدس نے ان سے فرمایا کہ رات پھر تنفس کا دورہ پڑ گیا تھا مگر اب اچھا ہوں، ایسے میں نماز مغرب کا وقت آ گیا، سلمان میاں نے ضروری اہتمام فرمایا، حضرت والا نے دو زانو بیٹھ کر اور سامنے دو تکیہ رکھ کر بیٹھے بیٹھے نماز ادا فرمائی، اور نماز سے فارغ ہو کر متبسم ہوئے۔ صاحبزادے نے جاں نثاری کے ساتھ تبسم کی وجہ پوچھی، فرمایا:

”آج میں نے شوکت علی مرحوم کی سی نماز پڑھی ہے“

سلمان میاں نے اس کی وضاحت چاہی تو ارشاد فرمایا:

”وہ بھی اسی طرح بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔“

اس کے بعد صاحبزادے نے عرض کی کہ:

”ابا سو جایئے آپ رات کو بھی نہیں سوئے ہیں۔“

حضرت نے فرمایا:

”بہت اچھا“

یہ نطق سلیمانی کے آخری کلمات تھے۔

اس کے بعد داہنی کروٹ، قبلہ رخ، داہیں ہاتھ کو گال کے نیچے دبائے اور پاؤں کو سکیڑے، حضرت عین مطابق سنت لیٹ گئے اور آنکھیں بند فرما لیں۔

ایسے میں راقم عاجز بھی پہنچ گیا، دیکھا کہ مشتاق صاحب اور عاصم صاحب کمرے

کے باہر چبوترے پر باتیں کر رہے ہیں، میں بھی وہاں کھڑا ہو گیا، خیریت پوچھی تو عاصم صاحب نے فرمایا کہ رات کو تکلیف بڑھ گئی تھی، دن اچھا گذرا، ابھی لیٹے ہیں — جی بہت چاہا کہ پھر کمرہ میں جا کر دیکھ لوں مگر اس خیال سے کہ کہیں آہٹ پا کر آنکھ نہ کھل جائے میں باہر ہی ٹھیرا رہا۔

ہم تینوں بالکل مطمئن اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے کہ سلمان میاں کچھ پریشان سے باہر آئے اور مجھ سے فرمایا، ذرا جلد آ کر دیکھیے، میں مضطربانہ کمرے میں داخل ہوا اور عاصم صاحب اور مشتاق صاحب بھی لپک کر آئے، میں نے نبض دیکھی، چہرۂ مبارک کو دیکھا، خطرہ کی کوئی بات معلوم نہیں ہوئی۔ نہ تنفس ہی کچھ تیز تھا، نہ اضطراب کی کوئی کیفیت، البتہ نبض کمزور تھی، مگر یہ ضعف تو مدت سے قائم تھا، مگر سلمان نے بتایا کہ چند ہی لمحے گذرے کہ حضرت پر شدت ضبط کے آثار پیدا ہو گئے تھے اور مٹھیاں بھنچ گئی تھیں، اس پر میں نے عرض کیا کہ ڈاکٹر کو فوراً بلا لیا جائے۔

اب میں حضرت والا کے مواجہہ میں اس طرح بیٹھ گیا کہ ان کا دست مبارک میرے ہاتھ میں تھا، میری انگلیاں ان کی نبض پر اور نظریں چہرۂ پر جمال پر جمی ہوئی تھیں، مگر ہوش و حواس اڑے جا رہے تھے، پاس ہی سلمان بھی تصویر وحشت بنے کھڑے تھے۔

عاصم صاحب نے فوراً ڈاکٹر عبدالصمد کو ٹیلی فون کیا، مگر انھوں نے کچھ دیر بعد آنے کا وعدہ کیا، تو پھر کسی اور ڈاکٹر کی تلاش میں دوڑ نکلے۔ ان کے جاتے ہی سلمان میاں نے کرنل رحمٰن وغیرہ سے ٹیلی فون پر بات کرنے کی کوشش کی، مگر بے سود ہوئی۔

میں اپنی جگہ ایک حالت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک ہلکا سا جھٹکا تنفس میں ایسا محسوس ہوا، جیسے ہچکی آ گئی ہو۔ چہرہ پر دفعتاً خون کی لہر دوڑ گئی اور بس طائر روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا تھا۔ اتنا کٹھن مرحلہ اس آسانی اور اس سکینت و سرعت کے ساتھ طے ہو گیا کہ گویا گرہ کھل گئی — اس وقت شام کے ساڑھے چھ بجے تھے۔ [۱۸۷]

---

[۱۸۷] تذکرۂ سلیمان: غلام محمد بی۔اے عثمانیہ ص ۲۶۹-۲۷۱

> "آہ جب گھر پہنچا کیسی خاموشی تھی۔ موت کی سی خاموشی۔ تاریکی بھیانک تاریکی دل بیٹھنے لگا، تیز تیز قدم رکھتا ہوا، دروازہ پر پہنچا، دیکھا غلام محمد صاحب اور مشتاق صاحب زمین پر پھیلے ہوئے بیٹھے ہیں، مَیں نے ان سے لرزتے ہوئے پوچھا "خیریت" انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف گردن ہلا دی، ان کا اترا ہوا چہرہ اور بہتی ہوئی آنکھیں سب کچھ بتلا چکی تھیں۔ کمرہ کے اندر قدم رکھا، دیکھا امی شان سے لیٹے ہوئے تھے۔ اوپر سے چادر اڑھادی گئی ہے۔ عجیب قیامت کا منظر تھا۔ گھر کے سارے افراد اس شمع کے چاروں طرف پروانوں کی طرح کھڑے ہیں۔ سب کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہے، والدہ اف چوڑی ندارد، چہرہ سفید، آنکھیں جل تھل، لیکن صبر وضبط کی کوہ پیکر بنی کھڑی ہیں، مجھے دیکھتے لپٹ گئیں۔ اور کہا بیٹا ضبط وصبر کا مقام۔ مَیں نے کہا، اماں میں ڈاکٹر کو لایا ہوں۔
>
> ہاں میرے لال تم ڈاکٹر کو لائے ہو لیکن وہ ڈاکٹر سے بے نیاز ہو چکے۔[۱۸۸]

" وفورِ غم سے صاحبزادیوں کی زباں سے بعض کلمات ایسے نکل گئے جو خلافِ شرع تو ہرگز نہیں تھے، مگر صبر وضبط کے منافی تھے، پیرانی صاحبہ نے ایک بار درد بھرے لہجے میں للکار کر فرمایا:

> "تم ایک ولی اللہ کی اولاد ہو، خبردار جو تمھاری زبان سے کوئی کلمہ خلافِ ادب نکلا، تم سے اگر ضبط نہیں ہو سکتا تو کلام پاک کی تلاوت شروع کر دو۔"

ہمت کا یہ عالم تھا کہ ادھر عاصم صاحب کی یہ حالت دیکھ کر ان کو خمیرہ گاؤزبان چٹایا، ادھر اپنے لختِ جگر سلمان میاں کو دلاسا دیا اور صبر کی تلقین فرمائی، پھر اس خادمِ حقیر کو یاد فرمایا گیا اور کواڑ کی آڑ سے ارشاد ہوا:

---

[۱۸۸] علالت سے وفات تک: سید ابو عاصم: سید سلیمان ندوی نمبر: ماہنامہ ریاض کراچی ص ۱۶۲-۱۶۳

”دیکھو بیٹا، عاصم اور سلمان کا تو برا حال ہے۔ اب تم ہی کو سب کچھ کرنا ہے
عاصم دل کے کمزور ہیں اور سلمان کم عمر، دونوں کا خیال رکھو! اور دیکھنا
تمھارے مرشد ایک ولی تھے، عاشق سنت تھے کوئی بات خلاف سنت نہ
ہونے پائے، غسل میں کسی خراب عقیدہ والے کا ہاتھ نہ لگنے پائے۔“

اللہ اللہ سنت مقدسہ سے یہ شغف اور اس کا ایسا خیال!! اچھے اچھے زاہدوں عابدوں کو رشک آجائے تو کیا عجب ہے۔“ [۱۸۹]

”آخر ۸ بجے رخصت کا لباس پہنایا گیا، داڑھی میں عطر لگایا گیا، کافور چھڑکا گیا، اور پلنگ پر لٹا دیا گیا۔

دوسرے کمرے میں سفیر مصر، سفیر حجاز، ڈاکٹر محمود حسین سابق وزیر تعلیم اور بہت سے لوگ تھے وہ بلائے گئے، انھوں نے آخری زیارت کی......

باہر ہر طرف کمپونڈ میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع تھے، ہر طرف دری بچھا دی گئی تھی سب کلام پاک لیے قرآن خوانی میں مصروف تھے۔ ساڑھے آٹھ بجے گھر سے جنازہ نکلا۔ سڑک پر رکھا گیا۔ دو بڑے بڑے بانس دونوں طرف.... لگا دیے گئے، تاکہ ہزاروں آدمی کاندھا دے سکیں، لوگوں نے پھول سے ڈھک دیا۔ اس کے بعد جنازہ ایک جلوس کی شکل میں گھر سے رخصت ہوا...... آہ! جنازہ کا منظر بھولتا ہی نہیں، امیر، غریب، فقیر، سفیر سب اس طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ جیسے ان کا باپ، ان کا بھائی، ان کا سب کچھ آج رخصت ہو رہا ہے۔ جس راستہ سے یہ جلوس گزرتا تھا مکان کی چھتوں پر سے آہ و بکا کی آوازیں آتی تھیں، ممالک اسلامیہ کے سفیر آگے بڑھ کر کاندھا دے رہے تھے، ان کی آنکھیں نم ناک اور لب کانپ رہے تھے جیسے ان کا عزیز ترین محبوب ان سے چھن گیا ہو، یوں تو ان کی محبوبیت کے بہت سے واقعات دیکھے۔ لیکن اس دن اندازہ ہوا کہ ہر خاص و عام کے قلوب میں ان کی کتنی جگہ تھی۔

---

[۱۸۹] تذکرہ سلیمان: غلام محمد بی اے، ص ۲۷۲ - ۲۷۳

سفیرِ حجاز خطیب صاحب جنازہ کے آگے ایک طرف مجھے اور دوسری طرف سلیمان کو اپنے قریب لیے ہوئے تھے۔

پوری سڑک طے کرنے کے بعد نیو ٹاؤن مسجد جہاں انھوں نے ایک بقرعید کی نماز پڑھائی تھی اور دو جمعہ بھی پڑھائے تھے، وہ ابھی زیرِ تعمیر مسجد تھی، اس کی تعمیر کا سامان پھیلا ہوا تھا اس کے وسیع احاطہ میں مسجد کے محرابی در کے سامنے جنازہ رکھا گیا اور ڈاکٹر عبدالحی صاحب نے نماز پڑھائی۔" [۱۹۰]

"جامع مسجد نیو ٹاؤن سے میت اٹھا کر مدفن پہنچائی گئی۔ قبر ابھی پوری طرح تیار نہیں تھی جنازہ چبوترہ پر رکھ دیا گیا اور مولانا عثمانی کی قبر پر کسی نے مائکروفون لگا دیا۔ عالم و فاضل اور شعلہ بار خطیب ابوالخیر عرقسوسی (کلچرل اتچی سفارت خانہ شام) خود ہی جوشِ عقیدت و حزن سے تقریر کرنے کھڑے ہو گئے۔ اور ان کے ساتھ ایک اردو ترجمان بھی تھے ابوالخیر صاحب نے حضرت علامہ کی خدمات ملّی و کمالاتِ علمی کو اس دل گداز پیرایہ میں خراجِ تحسین ادا کی کہ سفراء، وزراء، عوام اور علماء سب دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور سارا ماحول ماتم کدہ بن گیا۔ جذبات کچھ ایسے مجروح تھے کہ اس بیس پچیس منٹ کی رواں دواں تقریر کا صرف ایک حصّہ یاد رہ گیا کہ:

> "اے سلیمان تیری مفارقت کا ایسا رنج نہیں، مگر آہ غم اس کا ہے کہ
> ایک گنجینۂ علم و عرفان آج اپنے ہاتھوں سے دفن کر دیا جا رہا ہے۔" [۱۹۱]

"...... اب قبر میں سرہانے کی طرف راقم مہجور، پائنتی کو عبدالمنان

---

[۱۹۰] علالت سے وفات تک: سید ابو عاصم: سید سلیمان ندوی نمبر: ماہنامہ ریاض کراچی ص ۱۶۵

[۱۹۱] تذکرہ سلیمان: غلام محمد بی۔ اے، ص ۲۷۹

صاحب (مالک کتب خانہ اشرفیہ) اور وسط میں عاصم مغموم کھڑے ہو گئے سلمان میاں بھی اس سعادت میں شرکت کے لیے بیتاب تھے مگر ہم لوگوں کے عرض کرنے سے وہ سر بالیں پیکرِ حسرت بنے کھڑے تھے۔ اب میت کو بہ تمام ادب "بسم اللہ علیٰ ملۃ رسول اللہ" کہتے ہوئے اتارا گیا اور قبلہ رخ کر کے کفن کے بندھن کھول دیئے گئے، ہم لوگ اب اوپر آ گئے، کیسی حسرت اور کس قدر الم کا موقع تھا جس کے دل پر جو بھی گذری حیرت ہے کہ سہا کیسے گیا؟ کلیجہ پھٹ کیوں نہ گیا؟ دم آخر کیسے اٹکا رہ گیا؟ ......

قبر پاٹ دی گئی اور سب شرکاءِ جنازہ نے منہا خلقنکم وفیہا نعیدکم تارۃ اُخریٰ کے تسکین بخش عقیدے کو دہراتے مٹھیاں بھر بھر کر مٹی ڈالنی شروع کی اور بس قبر تیار ہو گئی۔ اب یاد نہیں کہ سرہانے اور پائنتی کھڑے ہو کر کن اصحاب نے مسنون طریقہ پر تلاوت کلام پاک کی؟ بہر حال اس کے بعد سارا مجمع گردن جھکائے، اداسی کی خاک در پر اڑائے منتشر ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون [۱۹۲]

---

[۱۹۲] تذکرہ سلیمان : غلام محمد بی اے۔ ص ۲۸۰

سیّد صاحب کی وفات سے ہندوستان اور پاکستان میں صفِ ماتم بچھ گئی، جس کا اظہار تحریر و تقریر سے کیا گیا۔ رسائل اور اخبارات نے خاص نمبر نکالے، ہمدردوں نے تعزیتی خطوط لکھے، شعرا نے قطعے اور مراثی قلمبند کیئے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے بھی ایک نہایت پُر درد مرثیہ لکھا، جس کی نقل عم محترم سید عبدالحفیظ ندوی صاحب کو اپنے اِس خط کے ساتھ بھیجی :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بھائی عبدالحفیظ صاحب معتمد الاصلاح لائبریری   السّلام علیکم

سیّد صاحب کی وفات نے تو میرے دل و دماغ کو مفلوج بنا دیا۔ اتنے شدید تاثر کا پہلے سے اندازہ نہ تھا۔ بے اضطراری میں ایک نظم کی صورت میں بھڑاس نکالی گئی۔ میں نے اس کی نقل دِستہ بھیج دی ہے۔ ممکن ہو تو لائبریری میں محفوظ کر دیجئے۔ اَب ہم لوگ تو چلے۔ آپ ہی لوگوں کے ہاتھ میں اَب معاملہ ہے۔

- -

مولوی عبدالحکیم صاحب کی خدمت میں اِس فقیر کا سلام بھی کہدیجئے۔

اور نظم بھی اُن کو ضرور سُنا دیجئے۔ وہی بے چارے تعزیت کے صحیح طور پر مستحق ہیں۔ فقط

نیاز مند
مناظر احسن گیلانی

بُزرگان اخوان دِسنہ کے نام[۱۹۳]

غم زدہ مناظر احسن گیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے سلیماں آہ پیغمبر کا وہ سیرت نگار
جس پہ نازاں ہند تھا اور فخر کرتا تھا بہار
ہائے محفل علم کی افسوس سونی ہو گئی
دِین و دانش کے چمن کی لُٹ گئی گویا بہار
اب کرے گا کون ہم میں دِین کے اسرار کو
کاوشِ تحقیق کی صیقل گری سے آشکار
خدمت بے مزد کرتا کون ہے اسلام کی
کس پہ ہوگا مفت کے اس عشق کا سودا سوار
تیرے علمی ذوق کی عربی زباں ممنون ہے
پیش کرتا ندوہ تھا تجھ کو بشکلِ شاہکار
گو پڑھا ندوہ میں تھا لیکن علی گڑھ، دیوبند
تیرے علم و فضل کا کرتے تھے دونوں اعتبار
ہند اور تاریخ اسلامی کے اسرار و رموز
سو رہو تم بھی جہاں سویا تمھارا رازدار

---

[۱۹۳] ریاض، کراچی سید سُلیمان نمبر میں یہ نظم "نوحہ سلیمان یا عقیدت کے چند آنسو" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔

خندہ زن یورپ تھا قرآنی قصص پر جہل سے
تیرے خامہ نے بتایا ان کا تاریخی وقار

چاک پردوں کو کرے گا کون استشراق کے
اس کی چالوں پر کرے گا خود اسی کو شرمسار

حوصلہ افزائیاں تیری خدا بخشے تجھے
کتنے ناکارے بنے ان کی بدولت اہل کار

اپنی تحریروں میں خود میری نظر تجھ پر رہی
رائے کا تیری رہا دل کو ہمیشہ انتظار

آج ہیں مبہوت تیری راہ کے سارے رفیق
گم وہی ہے اُن میں جو تھا سب سے بہتر شہسوار

کھوئے کھوئے اندلوں ہیں جوش بھی اور ہوش بھی
حضرت امجد بھی چپ ہیں اور جگر بھی دلفگار

خُلق تیرا، حِلم تیرا، تیرا شرمیلا مزاج
یاد میں اُن کی رہیں گی اپنی آنکھیں اشکبار

فتنہ ہائے نو بہ نو سے ہوگیا آزاد تو
بے قراری میں یہی اک چیز ہے وجہ قرار

جن کے تو قابل نہ تھا اُن سے ملی تجھ کو نجات
وہ بھی ہلکے ہوگئے جن کے دلوں کا تھا تو بار

اہل دُنیا اب نہ آئیں گے ستانے کے لئے
ایک ہی مسئلہ کو پوچھیں گے نہ تجھ سے بار بار

بیاں چاہیں گے نہ تجھ سے اب صحافت کے سفیر
وقت کو ضائع کرے گی اب نہ پبلک کی پکار

کام کیا ہے اب خدا والوں کا ایسے عہد میں
خودنمائی، خود فروشی کی ہو جب دُنیا شکار

پیری و بیماری میں اللہ رے چُستی تری
جَست اک ایسی لگائی ہوگیا دُنیا سے پار

بس گئے تھے جس کے دل میں رحمۃ للعٰلمین
گود میں اس کو نہ کیوں لے رحمت پروردگار

دل بھی کہتا ہے تو مرحوم ہے مغفور ہے
مصطفیٰؐ تیرے شفیع اور رَب ترا آمرزگار

ہے یہی کافی کہ تجھ کو تھانوی دربار سے
جانشینی اور خلافت کا تھا حاصل افتخار

گرچہ تو تنہا گیا ہے پر دلاتا ہوں یقیں
آرہے ہیں آگے پیچھے تیرے سب احباب و یار

حق کی مرضی تھی، وگرنہ آرزو اپنی یہ تھی
ہوتا اعظم گڑھ میں یا دِسنہ ہی میں تیرا مزار

جسد مدفوں ہے تو کیا، اب رُوح تو آزاد ہے
اپنے تصنیفی ادارے کی تماشا کر بہار

قافلہ سالار اب بھی غم زدہ مسعود ہے
بعد تیرے پشت پر اپنی اٹھائے تیرا بار

رو رہے ہیں مُنہ چھپائے مولوی عبدالسلام
دل بھی اور آنکھیں بھی ان کی آج ہیں خونابہ بار

شاہ مولانا معین آلدین احمد کو بھی دیکھ   چاک ہے جن کا گریباں اور دامن تار تار
اور عزیز خاص تیرا وہ صباح آلدین غریب   تیرے ہی در پر پڑا ہے خستہ و زار و نزار
راہ میں آئے گا لکھنؤ اور دریاباد بھی   ہیں جہاں تھامے کلیجہ تیرے کچھ یارانِ غار

ہو کبھی دِسنہ جو آنا تو رہے اس کا خیال
ایک گیلانی میں بھی ہے آرزوؤں کا مزار

سُلیمانیات

مقالات۔ خطبات۔ تقاریر، مقدمات، تعارفات، دیباچے

مکاتیب

کلام

مطبوعات: تصنیفات، تالیفات، ترتیبات

رسائل و اخبارات

اصلاح	لکھنؤ
ادبی دنیا	لاہور
الاصلاح	اعظم گڑھ
البلاغ	کلکتہ
الپنچ	پٹنہ
الجامعہ	مونگیر
الفرقان	بریلی
الناظر	لکھنؤ
الندوہ	لکھنؤ
الندوہ سلسلہ جدید	لکھنؤ
النظامیہ	لکھنؤ
الہلال	کلکتہ
پیشوا	دہلی
تمدن	دہلی
تاج	لاہور
جامعہ	دہلی
جوہر	دہلی
خلافت	بمبئی
خاتون	پاکستان
خیالستان	دہلی
صبح اُمید	لکھنؤ
ظل سلطان	بھوپال
علی گڑھ منتھلی	علی گڑھ
علی گڑھ میگزین	علی گڑھ
مخزن	لاہور
مستقبل	کراچی
معارف	اعظم گڑھ
معلومات	بھوپال
ندیم	گیا
نظام المشائخ	دہلی
نگار	لکھنؤ
وکیل	امرت سر
ہمدرد	دہلی
ہندستانی	الٰہ آباد

مقالات، خطبات، تقاریر

○ اصلاح ماہنامہ بادشاہ باغ، لکھنؤ (نگراں: سید سلیمان ندوی، عبد الماجد دریابادی)

۱ عمل صالح جلد ۱ نمبر ۳ ربیع الاول ۱۳۵۲ ہجر / ۱۹۳۳ء

اسلام نے انسان کی نجات اور فلاح دو چیزوں "ایمان اور عمل صالح" پر مبنی قرار دیا ہے۔

۲ خط مذکور پر تبصرہ جلد ۱ نمبر ۵ جمادی الاول ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء

صغرا ہمایوں بیگم کے خط کا جواب

۳ تبلیغ نبوی جلد ۲ نمبر ۲ صفر ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۴ء

تبلیغ سے متعلق مندرجہ ذیل سرخیاں قائم کی گئی ہیں:

فریضۂ تبلیغ، تبلیغ کی اہمیت، اس کی وسعت، اس کے اصول۔

قول لین، اغراض اور قول بلیغ، تیسیر و تبشیر تدریج

○ ادبی دنیا لاہور ماہنامہ

۱ خیام کا سال وفات نوروز نمبر ۱۹۳۲ء

اورینٹل کالج کانفرنس منعقدہ پٹنہ میں یہ مضمون پڑھا گیا تھا۔

○ الاصلاح (ماہنامہ) دائرۂ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ

۱ مولانا شبلی اور مولانا حمید الدین پر غوغائے تکفیر جلد ۱ نمبر ۸ اگست ۱۹۳۶ء

۲ اسلام اور بہائیت (ایران میں) جلد ۲ نمبر ۲ فروری ۱۹۳۷ء

۳ اسلام اور بہائیت (۲) جلد ۲ نمبر ۳ مارچ ۱۹۳۷ء

۴ اسلام اور بہائیت (۳) جلد ۲ نمبر ۴ اپریل ۱۹۳۷ء

۵	اسلام اور بہائیت	(۴)	جلد۲ نمبر۵ مئی ۱۹۳۷ء
۶	اسلام اور بہائیت	(۵)	جلد۲ نمبر۶ جون ۱۹۳۷ء
۷	مولانا حمیدالدین	(۱)	جلد۲ نمبر۱۱ نومبر ۱۹۳۷ء
۸	مولانا حمیدالدین	(۲)	جلد۲ نمبر۱۲ دسمبر ۱۹۳۷ء

○ البلاغ کلکتہ ہفتہ وار

۱ آثار اسلامیہ عمارت بیجاپور — جلد ۱ نمبر ۱ ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء

ہندوستان میں مسلمان براہ خیبر و پنجاب ترکوں اور مغلوں کے ذریعہ سے اور براہ سندھ و گجرات عربوں کے ذریعہ سے داخل ہوئے۔ ترکوں اور مغلوں کے یہاں شجاعت کے سوا اور کسی چیز کی پرستش نہ تھی لیکن دکن اور گجرات کی حالت دوسری تھی یہ بجا طور پر دمشق، قرطبہ اور بغداد کی یاد دلاتے ہیں۔ عمارت بیجاپور پر روشنی ڈالتے ہوئے جامع مسجد بیجاپور کا محراب و مصلیٰ، جامع مسجد کا صحن، عادل شاہی کتب خانہ کی عمارت، عادل شاہ کا مقبرہ وغیرہ کی تصویریں بھی شائع کی گئی ہیں۔

۲ آثار اسلامیہ عمارت بیجاپور — جلد ۱ نمبر ۲، ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء

بیجاپور کی جامع مسجد گول گنبد، عہد عادل شاہی ایک توپ، مشہور فاتح توپ ملک میداں، آثار محل، مہتر محل، علی عادل شاہ ثانی کا ناتمام مقبرہ، تاج سلطانہ بیگم سلطانہ ابراہیم ثانی کا حوض، کے عکسی تصاویر شائع کیے گئے ہیں، اور ان سے متعلق معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔

۳ اسلام اور سوشیلزم — جلد ۱ نمبر ۱۰، ۱۱ فروری ۱۹۱۶ء

اسلام نے ان اصولوں (اصلاح معاشرت، اصلاح حکومت، اصلاح

اقتصاد) کو کہاں تک ملحوظ رکھا جس کی وجہ سے اس تمدن اشتراکیت کے جراثیم سے ہمیشہ محفوظ رہا ہے ۔

۴ اصلاح معاشرت اور اسلام (۱) جلد ا نمبر ۱۱ ، ۱۸ فروری ۱۹۱۶ء

مساوات نصبی و قومی ، مساوات حقوق قانونی ، مساوات مراتب ، مساوات عالی ، اسلام میں مال کا رتبہ ، مال عام قوم کا حق ہے ۔ اور ذرائع معاش سے بحث کی گئی ہے ۔

۵ اصلاح معاشرت اور اسلام (۲) جلد ا نمبر ۱۲ ، ۲۵ فروری ۱۹۱۶ء

کسب معاش کی اصلاح ، ارباب دولت اور فقراء ، بخل و اسراف زکوٰۃ پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اسلام تنہا مذہب ہے جس کو اشتراکیت کے طوفان کا کوئی خوف نہیں ہے ۔ وہ صالح اشتراکیت کا معلم و محافظ ہے اور غیر صالح افراط و تفریط کا مخالف ۔

۶ جامع ازہر جلد ا شمارہ ۱۳/۱۴ ، ۳۰/۱۰ مارچ ۱۹۱۶ء

جامع ازہر کا تعارف کراتے ہوئے مالی حالت ، طلباء ازہر ، انتظام صحت ، قواعد داخلہ مدرسہ ، وظائف ، اخلاق ، مدرسین ، لباس ، اعزاز تعلیم و تدریس ، نصاب تعلیم وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔

○ الپنچ پٹنہ ہفتہ وار

۱ خاتونوں کی تعلیم (۱) ۲۱ جون ۱۹۰۲ء
۲ خاتونوں کی تعلیم (۲) ۵ جولائی ۱۹۰۲ء

○ الجامعہ جامعہ رحمانی ، مونگیر ، بہار ۔ ماہنامہ

۱ میلادی روایتیں جلد ۳ نمبر ۳ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء

۲ وحی اور ملکۂ نبوت (ماخوذ از سیرت النبی جلد چہارم) جلد ۴ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء

○ الفرقان : مکتبۂ الفرقان، بریلی ماہنامہ

۱ راہ ہدیٰ اور صراط مستقیم (ماخوذ از معارف) جلد ۱۲ رجب و شعبان ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۴ء

○ الناظر لکھنؤ ماہنامہ

۱ تاویل مختلف الحدیث جلد ۷، نمبر ۴۲

ذیلی سرخیاں : فن مختلف الحدیث۔ تاویل مختلف الحدیث پر عدم نظر، احادیث متضاد۔ احادیث خلاف قرآن۔ احادیث خلاف عقل، چند مختلف باتیں۔

○ الندوہ لکھنؤ

۱ عربی زبان کی مختصر تاریخ جلد ۱ نمبر ۶ شوال ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء

ماخوذ از لغت العربیہ مرتبہ جرجی زیدان (زمانۂ طالب علمی کا مضمون)

۲ علم الحدیث جلد نمبر ۱۔ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء

علم حدیث کی تعریف اور قسمیں۔ علم حدیث اور خلفائے اربعہ، علم حدیث اور ملک، تابعین تبع اور ان کے بعد والے اور علم الحدیث کی تدوین، انتہائے ترقی علم حدیث، تنزل علم حدیث۔ اسلام کی پہلی تالیف، موضوع حدیثیں، طبقات کتب احادیث تکمیل (زمانہ طالب علمی کا مضمون)

۳ امام بخاری جلد ۲ نمبر ۱۱۔ جنوری ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء

امام بخاری ۔ نام ونسب اور ابتدائی حالات، شہرت، تحصیل علم کے لیے مختلف مقامات کا سفر۔ جلاوطنی اور انتقال۔ صحیح بخاری کا اصلی نام، اور احادیث وابواب وغیرہ کی تعداد، صحیح بخاری کی خصوصیات، بخاری اور مسلم، صحیح بخاری کی شرحیں وغیرہ پہلو زیر بحث آئے ہیں۔

۴ فرماں روایان اسلام دربار جلد ۳ مئی ۱۹۰۶ء

جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال (مصر) نے اسلامی تمدن کے پراگندہ اوراق کو "مجلس الخلفا" کے تحت جمع کیا تھا۔ یہ مضمون اسی کے ایک بیان کا اقتباس ہے۔ جس میں حسب ذیل عنوانات قائم کیے گئے ہیں:

دربار کی عمارت اور سامان۔ دربار میں باریابی کے لیے اجازت طلبی۔ دربار میں حاضری اور خلیفہ کو سلام کرنا۔ دربار کا لباس۔ آداب مجلس۔ دربار کی زبان۔ خلیفہ پردہ میں۔ دربار کے برخاست کرنے کی علامت۔

۵ علمی خبریں جلد ۳ جون ۱۹۰۶ء

۶ قضا وقدر اور قرآن مجید جلد ۳ جولائی ۱۹۰۶ء

قضا وقدر سے متعلق قرآن کیا کہتا ہے اسے وضاحت سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۷ علمی خبریں جلد ۳ جولائی ۱۹۰۶ء

۸ جامع ازہر جلد ۳ اکتوبر ۱۹۰۶ء

۹ علمی خبریں علمائے روس اور اصلاح نصاب عربی جلد ۳ اکتوبر ۱۹۰۶ء

۱۰ امام مالک ۱۹۰۶ء

اس تحریر میں حسب ذیل پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے:

نام ونسب اور ابتدائی حالات، امام کے شیوخ، افتا، معاصرین، مجلس

درس ۔ وفات ۔

۱۱ الفرقان والفلسفۃ الجدید ۱۹۰۶ء

" اسلام نے اپنے مسائل کی بنیاد عقل و فہم پر رکھی ہے، قرآن مجید نے جہاں اپنے ماننے والوں کو کسی مسئلہ کی تلقین کی ہے وہاں اس کی دلیل بھی بیان کر دی ہے ایسی بہت سی حدیثیں اور آیتیں مل سکتی ہیں جن میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ مذہب کو عقل سے ماننا چاہیے ۔"

۱۲ قوت باصرہ اور نور اکتوبر ۱۹۰۶ء

(الف)۱۳ امام مالک جنوری ۱۹۰۷ء

(ب)۱۳ علم ہیئت اور مسلمان (۱) جلد۴ مئی ۱۹۰۷ء

اس علم میں مسلمانوں کی ترقیوں کا جائزہ لیا گیا ہے ۔

۱۴ مولانا بحر العلوم اور ان کی یک صدی سالگرہ جلد۴ مئی ۱۹۰۷ء

مولانا کا آبائی سلسلہ ہرات سے منسلک ہے سید صاحب نے ان کے نسب، خاندان، پیدائش، ابتدائی حالات اور علمی فیض پر روشنی ڈالی ہے ۔

۱۵ مولانا بحر العلوم مدراس میں جلد۴ جون ۱۹۰۷ء

مدراس میں آمد اور ان کی تصانیف پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔

۱۶ عربی زبان کی وسعت جلد۴ جولائی ۱۹۰۷ء

۱۷ عربی زبان کی وسعت اور اس کی خصوصیات جلد۴ اگست ۱۹۰۷ء

(دوسری قسط)

۱۸ علمی خبریں جلد۴ اگست ۱۹۰۷ء

۱۹ علم ہیئت اور مسلمان (۲) جلد۴ ستمبر ۱۹۰۷ء

مسلمانوں نے بطلیموسی ہیئت پر کیا اضافہ کیا اور کیا کیا غلطیاں گنائیں ۔

۲۰ مسلمانوں کی بے تعصبی (یہود اور دولت عثمانیہ) جلد۴ ستمبر ۱۹۰۷ء

دولت عثمانیہ کا اپنی یہودی رعایا کے ساتھ کیا برتاؤ رہا۔

۲۱ عرب کے یورپین سیاح جلد۴ ستمبر ۱۹۰۷ء

یورپین سیاحوں نے عرب کے متعلق معلومات فراہم کر کے ان کی سیاحی کے حالات بتائے ہیں۔

۲۲ طبقات الارض اور مسلمان جلد۴ اکتوبر ۱۹۰۷ء

زمین اور پہاڑ کی پیدایش پر ایک بحث

۲۳ برنابا کی انجیل جلد۴ اکتوبر ۱۹۰۷ء

سید صاحب لکھتے ہیں:

> ”لوقا، متی، مرقس، یوحنا کی انجیلوں کے سوا عیسائیوں کے ہاں ایک اور انجیل ہے۔ عیسائی اس کو اصل انجیل نہیں سمجھتے۔ ان کے پاس اس دعوے کی صحت کی دلیل اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اس انجیل میں اسلام کی ہر جگہ تائید ہے، اور ہمارے نزدیک یہی امر اس انجیل کی صداقت کی دلیل ہے۔ اکسفورڈ یونیورسٹی نے حال میں اس انجیل کی اصل زبان لیٹن میں انگریزی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے، اس اڈیشن میں اس انجیل کے متعلق تاریخی تحقیق کی گئی ہے۔“

۲۴ مسئلہ ارتقا اور قرآن جلد۴ دسمبر ۱۹۰۷ء

اگر مسئلہ ارتقا صحیح ہے تو قرآن اس کا منکر نہیں اعتقاد ہے کہ قرآن کبھی صحیح علم کا منکر نہیں۔

۲۵ علمائے سلف میں استغنا جلد۴ دسمبر ۱۹۰۷ء

ہمارے علمائے سلف استغنا کو ہمیشہ اپنائے رہے یہی وہ چیز تھی جس

نے بڑے بڑے شہنشاہوں کو ان کی عزت و احترام کرنے پر مجبور کر دیا۔

۲۶ دار الفنون، طہران جلد ۴ دسمبر ۱۹۰۷ء

۲۷ مسلمان عورتوں کی بہادری جلد ۵ نمبر ۱ فروری ۱۹۰۸ء

مسلمان عورتوں کی بہادری اور شجاعت کے قصے بیان کیے گئے ہیں۔

۲۸ مادہ کی اجزائے ترکیبی جلد ۵ نمبر فروری ۱۹۰۸ء

فلسفۂ کائنات کا پہلا مسئلہ مادہ ہے۔ مادہ سے مراد وہ شئے ہے جس سے یہ عالم بنا اور پیدا ہوا۔ سید صاحب نے اس کی اجزائے ترکیبی پر روشنی ڈالی ہے۔

۲۹ علمی خبریں جلد ۵ نمبر ۱ فروری ۱۹۰۸ء

(الف) ۳۰ لارڈ کالون جلد ۵ نمبر ۲ مارچ ۱۹۰۸ء

(ب) ۳۰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جلد ۵ نمبر ۳ اپریل ۱۹۰۸ء

"صحابہ میں حضرت عائشہ جس پایہ کی عورت ہیں اس کی نظیر عورتوں میں بہت کم ملے گی۔ ان کے حالات اور اجتہادات میں ایک مستقل تصنیف لکھنے کا ہم نے ارادہ کیا ہے جس کا ابتدائی ٹکڑا یہ ہے۔"

۳۱ تمدن اسلامی مصنفہ جرجی زیدان اور اس کی فریب کاریاں جلد ۵ نمبر ۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء

جرجی زیدان نے جو مصر کے نامور رسالہ الھلال کا اڈیٹر تھا "تمدن اسلامی" میں جن ابلہ فریبیوں سے کام لیا ہے ان پر سید صاحب نے روشنی ڈالی ہے۔

۳۲ ابن خلکان اور تاریخ ابن خلکان کے حالات جلد ۵ نمبر ۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء

(خود تاریخ ابن خلکان سے) (پہلی قسط)

۳۳ ابن خلکان اور تاریخ ابن خلکان کے حالات (۲) جلد ۵ نمبر ۱۰ نومبر ۱۹۰۸ء

۳۴ ایمان بالغیب جلد ۵ نمبر ۱۱ دسمبر ۱۹۰۸ء

ایمان بالغیب سے کیا مراد ہے۔

۳۵ مکررات القرآن جلد ۵ نمبر ۱۲ جنوری ۱۹۰۹ء

قرآن مجید میں مکرر آیتیں کیوں ہیں؟ معترضین نے قرآن کی مکرر آیتوں پر ہمیشہ اعتراض کیا ہے جس کا جواب علمائے ساف نے دیا ہے۔ سید صاحب نے ان جوابات کو سامنے رکھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ یہ اعتراضات بالکل غلط ہیں۔

۳۶ خواتین اسلام کی شجاعت (۲) جلد ۵ نمبر ۱۲ جنوری ۱۹۰۹ء

پہلی قسط فروری ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی ہے۔

۳۷ اسلام اور تمدن جلد ۶ نمبر ۱ فروری ۱۹۰۹ء

سید صاحب لکھتے ہیں:

"ایک فرانسیسی فاضل 'مسیو ہنیا میلیا' کا اسلام جدید تمدن کے موافق ہے"

ایک بسیط لکچر جس میں اسلام سے متعلق بہت سی مفید معلومات ہیں۔

۳۸ اسلامی رصدخانے (۱) جلد ۶ نمبر ۳ مارچ ۱۹۰۹ء

اسلامی رصدخانوں کے متعلق تاریخی روشنی ڈالی گئی ہے اور ان آلات رصد کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جنھیں مسلمانوں نے ایجاد کیا ہے۔ مختلف بادشاہوں کے زمانے کے رصدخانے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۳۹ نہایۃ الادب فی فنون الادب جلد ۶ نمبر ۲ مارچ ۱۹۰۹ء

علامہ نویری کی ایک مشہور کتاب ہے جو کہ تیس جلدوں میں ہے۔

۴۰ اسلامی رصدخانے (۲) جلد ۶ نمبر ۵ جون ۱۹۰۹ء

۴۱ سود اور صحف انبیاء جلد ۶ نمبر ۶ جولائی ۱۹۰۹ء

سود کو اسلام نے ناجائز قرار دیا ہے۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ سوائے

اسلام کے تمام مذاہب نے اس کو ناجائز قرار نہیں دیا ہے۔ سید صاحب نے ثابت کیا ہے کہ تمام مذاہب نے سود کو ناجائز قرار دیا ہے۔

۴۲ مسلمان اور سرجری۔ زہراوی جلد ۶ نمبر ۷ اگست ۱۹۰۹ء

زہراوی نے مسلمانوں میں عہد قدیم فن جراحی کا بہت بڑا ماہر تھا۔ اسکی تصانیف اور کارناموں سے متعلق مضمون۔

۴۳ صحابہ کی تعداد و طبقات روایت جلد ۶ نمبر ۹ اکتوبر ۱۹۰۹ء

لفظ صحابہ کے معنی۔ صحابی کون کون ہیں اور ان کے طبقات اور ہر طبقہ میں کون صحابی ہیں ان کے نام گنوائے گئے ہیں۔

۴۴ قیامت جلد ۶ نمبر ۹ اکتوبر ۱۹۰۹ء

قرآن کیا کہتا ہے اور حکما اور فلاسفر کے خیالات کیا ہیں۔

۴۵ جنگ اُحد جلد ۶ نمبر ۹ اکتوبر ۱۹۰۹ء

اس میں جنگ کا جائزہ لیا گیا ہے اور نتائج بتائے گئے ہیں۔

۴۶ تحریم شراب جلد ۶ نمبر ۱۰ نومبر ۱۹۰۹ء

۴۷ مکاتیب شبلی جلد ۶ نمبر ۱۰ نومبر ۱۹۰۹ء

مکاتیب شبلی کی اشاعت کے سلسلے میں ایک اپیل۔

۴۸ علمائے سلف میں کتب بینی کا شوق جلد ۷ نمبر ۱۱ دسمبر ۱۹۰۹ء

علمائے سلف کی کتب بینی کے شوق کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۴۹ مادیت اور خدا کا وجود جلد ۷ نمبر ۱۲ جنوری ۱۹۱۰ء

"مادہ کا سبب محرک ایک علت غیر مادی ہے جس کو مذاہب کی زبان میں خدا کہتے ہیں"

۵۰ ایک عظیم الشان کتب خانہ کی ضرورت جلد ۷ نمبر ۴ مئی ۱۹۱۰ء

تقریر جو ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسہ دہلی میں کی گئی۔

۵۱ کتب خانہ اسکندریہ جلد ۷ نمبر ۷ اگست ۱۹۱۰ء

انگریزوں نے مسلمانوں پر الزام لگایا تھا کہ اسکندریہ ان کے ہاتھوں جلایا گیا ہے، سید صاحب نے اس مضمون کے ذریعہ اس کی تردید کی ہے۔

۵۲ اشتراکیت اور اسلام یا علم الاقتصاد اور اسلام جلد ۸ نمبر ۴ مئی ۱۹۱۱ء

۵۳ دنیا کا بزرگ ترین انسان جلد ۸ نمبر ۵ جون ۱۹۱۱ء

حضرت محمدؐ کو "دنیا کا بزرگ ترین انسان" کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔

۵۴ مذہب اسلام اور علم و عقل جلد ۸ نمبر ۶ جولائی ۱۹۱۱ء

خطبہ جو سید صاحب نے شبان المسلمین سیالکوٹ میں پڑھا تھا جس میں اسلام کا علم و عقل کے ساتھ موازنہ کیا گیا ہے۔

۵۵ مستشرقین یورپ (۱) جلد ۸ نمبر ۶ جولائی ۱۹۱۱ء

مستشرقین کا تذکرہ اور ان کے کاموں کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے جنھوں نے اسلام اور عربی لٹریچر کے تحفظ اور ترقی میں بڑی کوششیں کیں۔

۵۶ اندھوں کی تعلیم کا طریقہ پہلے مسلمانوں نے ایجاد کیا جلد ۸ نمبر ۶ جولائی ۱۹۱۱ء

۵۷ اسماء القرآن جلد ۸ نمبر ۷ اگست ۱۹۱۱ء

قرآن مجید کے نام اور ان کے متعلق تحقیقات

۵۸ مستشرقین یورپ (۲) جلد ۸ نمبر ۷ اگست ۱۹۱۱ء

۱۸۳۰ء سے ۱۸۵۰ء تک

۵۹ مصر کے جدید مدارس جلد ۸ نمبر ۷ اگست ۱۹۱۱ء

۶۰ الاحتساب فی الاسلام جلد ۸ نمبر ۸ ستمبر ۱۹۱۱ء

اسلام میں محکمۂ احتساب، محکمۂ امور عامہ

۶۱ مستشرقین یورپ (۳) جلد ۸ نمبر ۱۰ نومبر ۱۹۱۱ء

۱۸۵۱ء سے ۱۸۸۰ء تک

۶۲ ایک جرمن کا اسلام پر لکچر جلد ۸ نمبر ۱۱ دسمبر ۱۹۱۱ء

میسو مونٹیٹ، سوئزرلینڈ کے جینوا یونیورسٹی کے ایک مشہور پروفیسر نے پیرس کے فرانس کالج میں مختلف اسلامی مسائل پر فرنچ زبان میں سات لکچر دیئے جس کا پہلا لکچر اشاعت اسلام پر تھا۔ یہ مضمون اسی لکچر کا خلاصہ ہے۔

۶۳ کتب خانہ اسکندریہ جلد ۸ نمبر ۱۱ دسمبر ۱۹۱۱ء

لندن کے اخبار ٹائمز میں ایک مضمون نگار نے کتب خانہ اسکندریہ کو برباد کرنے کا الزام مسلمانوں پر لگایا تھا، جس کا جواب مسٹر بٹلر (BATLER) نے دیا۔ سید صاحب نے اس جواب کا اقتباس پیش کیا ہے۔

۶۴ سائنس فنائے مادہ کا قائل ہوگیا جلد ۹ جنوری ۱۹۱۲ء

مذہب فنائے مادہ پر یقین رکھتا ہے اور سائنس بقائے مادہ کا مدعی تھا لیکن بعد میں سائنس بھی فنائے مادہ کو ماننے پر مجبور ہوگیا۔

۶۵ مستشرقین یورپ (۴) جلد ۹ فروری ۱۹۱۲ء

۶۶ دارالعلوم بیروت جلد ۹ فروری ۱۹۱۲ء

بیروت میں دو ہندوستانی نوجوانوں نے ایک درس گاہ "دارالعلوم" قائم کیا، جس کا یہاں تعارف کرایا گیا ہے۔

۶۷ طبقات ابن سعد جلد ۹ فروری ۱۹۱۲ء

۶۸ عذاب جلد ۹ فروری ۱۹۱۲ء

کیا ایک کے گناہ سے دوسرے پر عذاب ہو سکتا ہے؟

۶۹ سید رشید رضا مصری جلد ۹ مارچ ۱۹۱۲ء

۷۰ فرقہ حنفیہ عقائد میں کس کا مقلد ہے؟ جلد ۹ مارچ ۱۹۱۲ء

۷۱ مستشرقین یورپ (۵) جلد ۹ مئی ۱۹۱۲ء

۷۲ روسی مسلمانوں کے کچھ متفرق حالات جلد ۹ مئی ۱۹۱۲ء

۷۳ طبقات ابن سعد مارچ ۱۹۱۴ء

○ الندوہ، لکھنؤ (سلسلۂ جدید)

۱ ندوۃ العلماء کی تاریخ کا پہلا صفحہ (۱) جلد ۱ نمبر ۱ جنوری ۱۹۴۰ء

ندوۃ العلماء کی ابتدائی تاریخ

۲ ندوۃ العلماء کی تاریخ کا پہلا صفحہ (۲) جلد ۱ نمبر ۲ فروری ۱۹۴۰ء

۳ غیر مذہبی عربی تعلیم جلد ۱ نمبر ۳ مارچ ۱۹۴۰ء

انگریزوں کی ہمیشہ کوشش رہی کہ عربی تعلیم مذہب سے ہٹ کر دی جائے جس کے نتائج مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہوئے۔

۴ خطبہ اسناد جلد ۱ نمبر ۴ اپریل ۱۹۴۰ء

یہ خطبہ ۱۴ مارچ ۱۹۴۰ء کو صادق لائبریری ہال، بہاولپور میں پڑھا تھا جس میں حسب ذیل پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے:

ندوہ اور بہاولپور کا پرانا تعلق، تعلیم کی غرض و غایت، نئی تعلیم کا نقص، تعلیم کی پہلی غرض۔ تعلیم کی دوسری غرض، انگریزوں کی نقالی، دنیا کی تعلیم، زندگی کا نصب العین، ادبی انقلاب، بہاولپور یونیورسٹی۔

۵ سیرت کا مختصر پیام جلد ۱ نمبر ۵ مئی ۱۹۴۰ء

رسول اللہ کی مختصر سوانح حیات

۶ میری محسن کتابیں جلد ۱ نمبر ۱۱ نومبر ۱۹۴۰ء

ان کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے جنھیں سید صاحب نے ایام طالب علمی میں پڑھا تھا۔

۷ شیراز ہند پورب (۱) جلد ۲ نمبر ۲ فروری ۱۹۴۱ء

اودھ، جونپور اور بہار میں علم کی رفتار

۸ شیراز ہند پورب (۲) جلد ۲ نمبر ۳ مارچ ۱۹۴۱ء

۹ شیراز ہند پورب (۳) جلد ۲ نمبر ۴ اپریل ۱۹۴۱ء

۱۰ شیراز ہند پورب (۴) جلد ۲ نمبر ۵ مئی ۱۹۴۱ء

۱۱ اعیان وارکان ندوہ جلد ۳ نمبر ۴ اپریل ۱۹۴۲ء

مولانا شاہ حافظ سید تجمل حسین دسنوی کے حالات جو ندوہ کے شرکار کار میں سے تھے۔

۱۲ عربی مدارس کا نیا نظام جلد ۳ نمبر ۵ مئی ۱۹۴۲ء

عربی مدارس کی اصلاح و تنظیم سے متعلق سید صاحب کی تقریر۔

○ النظامیہ، لکھنؤ (ماہنامہ)

۱ قیدار جلد ۲ نمبر ۱۰-۱۱ دسمبر جنوری ۱۹۱۶-۱۷ء

آنحضرت کا سلسلہ علم حضرت اسماعیل سے بذریعہ قیدار ملتا ہے۔ قیدار اسمٰعیل کے دوسرے بیٹے تھے۔

۲ قریش جلد ۲ نمبر ۱۲ فروری ۱۹۱۷ء

سلسلۂ نسب، لفظ قریش، قریش کی شاخیں، قریش کا زمانہ، قریش کا استقلال سیاسی۔

○ الہلال، کلکتہ، (ہفتہ وار)

۱	الحرّیت فی الاسلام ۔ نظام حکومت اسلامیہ	(۱)	جلد ۲ نمبر ۲۵ ، ۲۵ جون ۱۹۱۳ء
۲	الحریت فی السلام ، نظام حکومت اسلامیہ	(۲)	جلد ۳ نمبر ۲ ، ۹ جولائی ۱۹۱۳ء
۳	الحریت فی الاسلام ، نظام حکومت اسلامیہ	(۳)	جلد ۳ نمبر ۳ ، ۱۶ جولائی ۱۹۱۳ء
۴	الحریت فی الاسلام ، نظام حکومت اسلامیہ	(۴)	جلد ۳ نمبر ۱۳ ، ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء
۵	الحریت فی الاسلام ، نظام حکومت اسلامیہ	(۵)	جلد ۳ نمبر ۱۴ ، یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء
۶	الحریت فی الاسلام ، نظام حکومت اسلامیہ	(۶)	جلد ۳ نمبر ۱۵ ، ۸ اکتوبر ۱۹۱۳ء
۷	مشہد اکبر		جلد ۳ نمبر ۷ ، ۱۳ اگست ۱۹۱۳ء
۸	عربی زبان اور علمی اصطلاحات	(۱)	جلد ۳ نمبر ۹ ، ۲۷ اگست ۱۹۱۳ء
۹	عربی زبان اور علمی اصطلاحات	(۲)	جلد ۳ نمبر ۱۰-۱۱ ۳ ، ۱۰ ستمبر ۱۹۱۳ء
۱۰	تاریخ اسلام کا ایک غیر معروف صفحہ ملک حبش میں ایک اسلامی حکومت ۔	(۱)	جلد ۳ نمبر ۱۰-۱۱ ۳ ، ۱۰ ستمبر ۱۹۱۳ء
۱۱	تاریخ اسلام کا ایک غیر معروف صفحہ حبش میں ایک اسلامی حکومت ۔	(۲)	جلد ۳ نمبر ۱۴ یکم اکتوبر ۱۹۱۳
۱۲	قصص بنی اسرائیل (قصص القرآن)	(۱)	جلد ۳ نمبر ۱۳ ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء
۱۳	قصص بنی اسرائیل (قصص القرآن)	(۲)	جلد ۳ نمبر ۱۶ ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۳ء
۱۴	قصص بنی اسرائیل (قتل نفس)	(۳)	جلد ۳ نمبر ۲۰-۲۱ ۱۲-۱۹ نومبر ۱۹۱۳ء
۱۵	علوم القرآن	(۱)	جلد ۴ نمبر ۶ ۱۱ فروری ۱۹۱۴ء
۱۶	علوم القرآن	(۲)	جلد ۴ نمبر ۷ ۱۸ فروری ۱۹۱۴ء
۱۷	علوم القرآن	(۳)	جلد ۴ نمبر ۸ ۲۵ فروری ۱۹۱۴ء

○ **پیشوا** ، اسلامیہ دار الاشاعت ، دہلی (ماہنامہ)

۱ نظمِ ملت — جلد ۷ نمبر ۶ جون ۱۹۳۱ء

مسلمانوں کی تنظیم کیونکر ہو؟ قرآن اور احادیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔

○ تمدّن ، دہلی (ماہنامہ)

۱ سلطنت اسلامی کا آخری منظر — جلد ۲ نمبر ۲ نومبر ۱۹۱۱ء

مغلیہ سلطنت کے آخری دور کا ایک نقشہ

۲ علم الالسنہ — اکتوبر ۱۹۱۳ء

۳ آخر وقت — جلد ۷ نمبر ۲ اپریل ۱۹۱۴ء

○ تاج (لاہور)

۱ اقبال کا پیغام دنیا میں ہمیشہ رہے گا — اقبال نمبر جولائی ۱۹۳۸ء

○ جامعہ : جامعہ ملیہ اسلامیہ (دہلی)

۱ ہندو کُش عالمگیر کے عہد کی دو عجیب کتابیں — جلد ۱۲ نمبر ۲ فروری ۱۹۲۹ء

"مت اچھرا" اور "ردالکفر" دو پرانی کتابوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔

۲ مسلمانوں کی آیندہ تعلیم (۱) — جلد ۲۰ نمبر ۵ مئی ۱۹۳۳ء

یہ خطبہ اردو اکاڈمی کے جلسہ منعقدہ ۱۱ر اپریل ۱۹۳۳ء کو پڑھا گیا تھا، جس میں سید صاحب نے تفصیل سے بتایا ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم کیسی ہونی چاہیے۔

۳ مسلمانوں کی آیندہ تعلیم (۲) — جلد ۲۰ نمبر ۶ جون ۱۹۳۳ء

○ جوہر، جامعہ ملیہ اسلامیہ (دہلی)

۱ ہماری زبان عبدالحق نمبر جوہر دہلی

۲ اقبال کا پیام اور اس کا متن اقبال نمبر جوہر، دہلی ۱۹۳۸ء

○ خلافت، بمبئی (روزنامہ)

۱ مسلمان اور فلسفہ یونان (۱) جلد ۶ نمبر ۸۹ - ۱۷ اپریل ۱۹۲۷ء

۲ مسلمان اور فلسفہ یونان (۲) جلد ۶ نمبر ۹۱ - ۱۹ اپریل ۱۹۲۷ء

○ خاتون پاکستان

۱ رسول اور تکمیل انسانیت اگست ۱۹۶۲ء

○ خیالستان، لاہور (ماہنامہ)

۱ ایک عرب شاعر اپنی محبوبہ کے تصور میں جلد ۱ نمبر ۲ مئی ۱۹۳۰ء

عربی سے ترجمہ۔ اس مضمون کے ادبی لہجہ میں اصل سے زیادہ شوخی نظر آتی ہے۔

○ زمیندار، لاہور

۱ مولانا شبلی کے مرض الموت کے حالات وفات اور آخری احوال فروری ۱۹۱۵ء

پر مسلسل مضامین۔

○ صُبحِ امید، لکھنؤ، (ماہنامہ)

۱ سلطنت اودھ میں ہندوؤں کا حصّہ جلد۲ نمبر۴ اپریل ۱۹۱۹ء

اسلامی دورِ حکومت کے ان واقعات کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے جن سے ہندو اور مسلمانوں کے خوشگوار تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ خدابخش لائبریری جرنل نمبر ۱۰-۱۱

○ ظلّ سُلطان، بھوپال (ماہنامہ)

۱ سیرت عائشہ ۱ جلد۲ دسمبر ۱۹۱۴ء

۲ سیرت عائشہ ۲ جلد۲ جنوری ۱۹۱۵ء

○ علی گڑھ منتھلی

۱ مذہب نمبر۱۱ جلد۳ نومبر ۱۹۰۵ء

یہ مضمون انجمن الاصلاح دسنہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر پڑھا گیا تھا۔ ابتدا میں اڈیٹر کا حسب ذیل نوٹ ہے:

"ہم پہلے اپنے مضمون میں لکھ چکے ہیں کہ ہم نے سال گزشتہ اجلاس کے کانفرنس کے موقع پر دار العلوم ندوہ کو دیکھا تھا اور وہ ہماری رائے میں اس قسم کے علماء جن کی ہم کو ضرورت ہے پیدا نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ذیل کے مضمون سے جو اس دار العلوم کے ایک طالب علم کا ہے ہمارے قول کی کسی قدر تردید ہوتی ہے مگر ہم کو خوشی ہے کہ ہمارا قول غلط ثابت ہوا۔ اور دار العلوم ندوہ نہ صرف ایک بلکہ بہت سے اس قسم کے لائق اور روشن خیال طلبا پیدا کرے۔

۲ اہل اندلس کے اخلاق اور عہدے — نمبر ۱۱ جلد ۳ نومبر ۱۹۰۵ء

عہد اسلامی میں اندلس میں بڑے بڑے عہدے کیا تھے، ان کے اخلاق کیسے تھے اور طرز معاشرت کیا تھی۔

۳ کلیلہ دمنہ — نمبر ۸ جلد ۶ اگست ۱۹۰۶ء

یہ کتاب سنسکرت زبان میں تصنیف ہوئی تھی۔ اس کا ترجمہ تبتی، سریانی اور عربی زبان میں کیا گیا۔ عربی سے دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوا۔

۴ طبعیات — نمبر ۱۰ جلد ۵ اکتوبر ۱۹۰۷ء

علم طبعیات پر روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانوں نے اس علم سے متعلق کیا کام کیے ہیں بتانے کی کوشش کی گئی ہے۔

○ علی گڑھ میگزین، علی گڑھ

۱ اردو کی تاریخ اور ارتقا پر مبسوط تقریر — نمبر ۴ جلد ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۳ء

۲ ہماری زبان کا نام — جولائی ۱۹۳۷ء

اردو کا اصلی نام "ہندوستانی" تھا اس لیے اسے ہندوستانی ہی کہا جائے۔

○ مخزن لاہور، (ماہنامہ)

۱ آخر وقت — دسمبر ۱۹۰۲ء

۲ معشوقۂ عرب (ترجمہ از حماسہ) — مارچ ۱۹۰۵ء

۳ میری اور مخزن کی تاریخ — سال گرہ مارچ ۱۹۲۹ء

○ مستقبل، کراچی

۱ اساس ملت جلد ۱ نمبر ۱ ستمبر ۱۹۴۹ء

آج دنیا عالمگیر برادری کی متلاشی ہے۔ اسلام نے تیرہ سو برس پہلے یہ آواز بلند کی تھی۔

۲ سیاسیات اسلام کے نظریے جلد ۱ نمبر ۲ اکتوبر ۱۹۴۹ء

"اسلامی اصول سیاست ظاہری ہیئت و شکل پر زیادہ زور نہیں دیتا بلکہ اس کا اصلی زور روح اور اسپرٹ پر ہے"

۳ حاکم حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے (۱) جلد ۱ نمبر ۳ نومبر ۱۹۴۹ء

احکام الٰہی کی دو قسمیں ہیں شریعی اور تکوینی۔ ان دونوں قسموں کے لحاظ سے صرف اللہ تعالیٰ حاکم حقیقی ہے۔

۴ حاکم حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (۲) جلد ۱ نمبر ۵ جنوری ۱۹۵۰ء

۵ اسلام میں عقائد کی حقیقت اور اہمیت (۱) جلد ۱ فروری مارچ ۱۹۵۰ء

ایمان ہی ہمارے تمام اعمال کی اساس ہے

۶ اسلام میں عقائد کی حقیقت اور اہمیت (۲) جلد ۱ نمبر ۹ مئی ۱۹۵۰ء

۷ حقیقت تصوف کا مکتشف اعظم جلد ۱ نمبر ۱۰-۱۱ جون جولائی ۵۰ء

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی صوفیانہ زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۸ اسلام میں عقائد کی حقیقت و اہمیت (۳) جلد ۱ نمبر ۱۰-۱۱ جون جولائی ۱۹۵۰ء

۹ تجدید دین اور حکیم الامت (۱) جلد ۱ نمبر ۱۲ اگست ۱۹۵۰ء

خلیفہ حکیم الامت جامع المجددین علیہ رحمۃ اور تجدید دین

۱۰ تجدید دین اور حکیم الامت (۲) جلد ۲ نمبر ۱-۲ ستمبر اکتوبر ۱۹۵۰ء

۱۱ اسلام کا تبلیغی نظام جلد ۲ نمبر ۳ دسمبر ۱۹۵۰ء

امت مسلمہ کا فریضہ ، سلسلہ ولی اللہی ۔ صاحب سوانح کا نسب ۔ اس عہد میں تبلیغی ناکامی کے وجوہ ۔ انبیا کے اصول دعوت ۔ تبلیغ کی اہمیت ۔

۱۲ خطبۂ صدارت جلد ۲ نمبر ۵ فروری ۱۹۵۱ء

(جمعیۃ علمائے اسلام مشرقی پاکستان سلہٹ) ۱۴ و ۱۵ جنوری ۱۹۵۱ء

اس خطبہ میں سید صاحب کے حسب ذیل پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے ۔

مشرقی بنگال کی خصوصیات ۔ علمائے اسلام کی خدمات ، فرقہ واری سے پرہیز ، تعلیم و تربیت ، پاکستان کے لیے اسلامی تمدن کا نظریہ ، اسلامی نظام سیاست ، اسلامی نظام اقتصاد ۔ پاکستانی وحدت کا سر رشتہ ، دستور اسلامی ، قانون اسلامی ، قانون اسلامی میں تغیر و اضافہ اقلیت کا مسئلہ ۔ وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔

۱۳ اسلام اور سود جلد ۲ نمبر ۷ اپریل ۱۹۵۱ء

۱۴ خطبۂ صدارت مجلس تاریخ اسلام ، کراچی جلد ۲ نمبر ۸ مئی ۱۹۵۱ء

بادشاہوں کے بجائے ملت کی تاریخ ، صحت بیان ، ذہنیت کی تبدیلی ، راستہ کی تبدیلی ، سندھ کی تاریخ کا کام ، مشرقی بنگال کی تاریخ ، نادر کتابوں اور کتب خانوں کی کمیابی ، وغیرہ موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔

۱۵ اسلام کا جمہوری نظام (ماخوذ) (۱) جلد ۲ نمبر ۹ جون ۱۹۵۱ء

اسلام دنیا میں اس لیے آیا تا کہ انسانوں کو انسانی غلامی سے نجات دلائے اسلام نے جمہوری نظام کی بنیاد ڈالی ۔

۱۶ یورپ کا تصور حریت و جمہوریت اور اسلام (۲) جلد ۲ نمبر ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۱ء

۱۷ یورپ کا تصور حریت و جمہوریت اور اسلام (۳) جلد ۲ نمبر ۱۱ نومبر ۱۹۵۱ء

۱۸ یورپ کا تصور حریت و جمہوریت اور اسلام (۴) جلد ۳ نمبر ۱ جنوری ۱۹۵۲ء

۱۹ اسلامی حکومت کے عاملین (خطبۂ صدارت) جلد۳ نمبر۱ جنوری ۱۹۵۲

اسلامی حکومت کی خدمت عبادت ہے۔ عوام کی حکومت اسلامی حکومت کی عدالت، حاکمانہ ذمہ داری، عمال حکومت کی ذہنیت۔ وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اسلام میں مساوات حقوق و مال جلد۳ نمبر۲ فروری ۱۹۵۲ء

"اسلام میں خلفا کو عزت و احترام دینی کے علاوہ حقوق انتظامی میں کوئی تفوق و ترجیح نہ تھی" اس مضمون میں خلیفہ اسلام کے اختیارات، خلیفہ وقت کے مصارف۔ کلمات تعظیم و تکریم وغیرہ پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۲۱ حریت اور حیات اسلامی جلد۳ نمبر۳ مارچ ۱۹۵۲ء

ذیلی عنوانات درج ذیل ہیں:

"سامح اور قول حق، حریت رائے، قول حق کی تعریف، ہر مسلمان کو فطرتاً آزاد گو اور حق پرست ہونا چاہیے۔ ہر مسلم خدا کا گواہ صادق ہے۔ ادائے شہادت ربانی اور حریت رائے ایک شے ہے۔ موانع حق گوئی، ناجائز حسن اعتقاد۔

۲۲ محبت باطل جلد۳ نمبر۳ مارچ ۱۹۵۲ء

دنیا میں محبت باطل سے بڑھ کر پائے حق کوش کے لیے کوئی زنجیر نہیں۔ سچے مسلمان کا فرض ہے سچائی کے لیے سب کچھ قربان کردے۔

۲۳ رسول وحدت (۱) جلد۳ نمبر۴ اپریل ۱۹۵۲ء

لفظ وحدت کی تحلیل کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ نے وحدت کی تعلیم کس کس رنگ سے پیش کی ہے اور کن کن پہلوؤں سے مکمل کی ہے؟

۲۴ رسول وحدت (۲) جلد۳ نمبر۵ جون ۱۹۵۲ء

۲۵	رسول وحدت	(۳)	جلد۳ نمبر۶ اگست ۱۹۵۲ء
۲۶	اسلام کا نظریہ تعلیم	(۱)	جلد۳ نمبر۷ اکتوبر ۱۹۵۲ء
۲۷	اسلام کا نظریہ تعلیم	(۲)	جلد۳ نمبر۸ دسمبر ۱۹۵۲ء
۲۸	اسلام کا نظریہ تعلیم	(۳)	جلد۴ نمبر۱ فروری ۱۹۵۳ء

معارف، اعظم گڑھ (ماہنامہ)

۱ روزہ نمبر۱ جلد۱ جولائی ۱۹۱۶ء

تاریخ، روزہ کی حقیقت، رمضان اور لیلۃ القدر، روزہ پر اعتراض اور اس کا جواب۔

۲ تقریظ وانتقاد نمبر۱ جلد۱ جولائی ۱۹۱۶ء

نقد الشعر۔ اردو زبان کی شاعری پر نقد اور ریویو کی ضرورت۔ کلام اکبرؔ۔ اکبرؔ کے کلام پر ناقدانہ نظر۔ (پہلی قسط)

۳ قرآن مجید پر تاریخی اعتراضات (آذر) نمبر۱ جلد۱ جولائی ۱۹۱۶ء

یورپ کے علمائے مشرقیات نے قرآن مجید پر عجیب وغریب اعتراضات کیے ہیں، جن میں "آذر" حضرت ابراہیمؑ کے والد کے نام پر بھی اعتراض ہے کہ یہ نام درست نہیں۔ اس مضمون میں اس کی حقیقت بتائی گئی ہے۔

۴ حجۃ الملۃ والدین حضرت علامہ شبلی نعمانی نمبر۲ جلد۱ اگست ۱۹۱۶ء

۵ مسئلہ انتقال جائداد بنام اشخاص غیر مولود نمبر۲ جلد۱ اگست ۱۹۱۶ء

انجمن اسلام، بمبئی کی خواہش پر اس موضوع پر سید صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

۶ تقریظ وانتقاد نمبر۲ جلد۱ اگست ۱۹۱۶ء

اکبر کے مواد ظرافت کے سات عنصر : رعایت لفظی یا ضلع جگت، جدت قافیہ، مخاطب کے دعوی کی تشریح، ابہام، قدیم شعراء کے خیالات کو دوسرے پیرایہ میں روا رکھنا، جدید محاورات، جدت تشبیہ و استعارات۔

۷ خواب تمنّا : دار المصنفین نمبر ۳ جلد ۱ ستمبر ۱۹۱۶ء

دار المصنفین کے مقاصد اور اہمیت کی وضاحت کی گئی ہے۔

۸ قرآن مجید پر تاریخی اعتراضات (دوسری قسط) نمبر ۳ جلد ۱ ستمبر ۱۹۱۶ء

مریم بنت عمران اخت ہارون سے متعلق اعتراضات سے بحث کی گئی ہے۔

۹ مسئلہ انتقال جائداد بنام اشخاص غیر مولود (دوسری قسط) نمبر ۳ جلد ۱ ستمبر ۱۹۱۶ء

۱۰ کشف حقیقت، مسئلہ زوجۂ غیر منفق علیہا نمبر ۴ جلد ۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء

جس بیوی سے شوہر کو تغافل ہو، یا اس کا نفقہ شوہر سے نہ ملے، اس کا اسلام میں کیا حکم ہے؟

۱۱ مسئلہ انتقال جائداد بنام اشخاص غیر مولود (تیسری قسط) نمبر ۴ جلد ۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء

۱۲ فاجعہ علمیہ : مولانا لطف اللہ صاحب کی وفات (تاثرات) نمبر ۴ جلد ۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء

۱۳ کشف حقیقت : مسئلہ زوجۂ غیر منفق علیہا (۲) نمبر ۵ جلد ۱ نومبر ۱۹۱۶ء

۱۴ دار المصنفین اور ایک عظیم الشان اسلامی خلافت نمبر ۶ جلد ۱ دسمبر ۱۹۱۶ء

یعنی سیر الصحابہ کی تدوین و تالیف

۱۵ اردو انسائیکلوپیڈیا نمبر ۶ جلد ۱ دسمبر ۱۹۱۶ء

۱۶ جنت سبا اور قرآن مجید کے ثبوت اعجاز کی کچھ قدیم نمبر ۷ جلد ۱ جنوری ۱۹۱۷ء

شہادتیں۔ سبائین کے ایک عظیم الشان حکومت کے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

۱۷ قدیم اساتذہ اردو کے کلام میں جدید شاعری کا عنصر نمبر ۷ جلد ۱ جنوری ۱۹۱۷
میر تقی میر کی دو نظمیں "وارفتگان عشق کی روداد" اور "قید مکان سے آزادی" اور سودا کی نظم "قید محبت" پیش کی گئی ہے۔

۱۸ نواب وقار الملک مرحوم: قافلہ کا آخری مسافر نمبر ۸ جلد ۱ فروری ۱۹۱۷ء

۱۹ اسلامی ہندوستان کا عہد آخر اور علوم جدیدہ نمبر ۸ جلد ۱ فروری ۱۹۱۷ء
ہندوستان میں مسلمانوں کے علمی کارنامے پر ایک نظر

۲۰ قدیم اساتذہ اردو کے کلام میں جدید شاعری کے عنصر (۲) نمبر ۸ جلد ۱ فروری ۱۹۱۷ء
جس میں سودا کی نظم "انتظار"، "بلبل اور پروانہ کا مناظرہ"۔ نواب آصف الدولہ کی "شوق و جنوں"۔ راسخ عظیم آبادی کی "عالم آزادی"۔ حاجی عبد اللہ آشفتہ کی "ایام فراق" مرزا رفیع سودا کی داستان عندلیب وغیرہ۔

۲۱ التربیۃ استقلالیہ نمبر ۹ جلد ۱ مارچ ۱۹۱۷ء
تربیت کے اغراض و مقاصد، تربیت حواس، طریقہ تربیت وغیرہ۔

۲۲ قدیم اساتذہ اردو میں جدید شاعری کا عنصر (۳) نمبر ۹ جلد ۱ مارچ ۱۹۱۷ء
ذوق، غالب اور بے نظیر کے اشعار پیش کیے گئے ہیں۔

۲۳ مؤسسات تمدن کیا ہیں نمبر ۱۰ جلد ۱ اپریل ۱۹۱۷ء
اصول تمدن کیا ہے؟ مذہب کا تمدنی ترقی میں کیا حصہ ہے؟

۲۴ ارض القرآن نمبر ۱۱ جلد ۱ جون ۱۹۱۷ء
"ارض القرآن" کا دیباچہ حذف و اصلاح کے ساتھ۔

۲۵ ناشرین اردو سے خطاب نمبر ۱۱ جلد ۱ جون ۱۹۱۷ء

۲۶ دار الاقامہ ندوۃ العلما صوبہ اودھ کا فرض نمبر ۱۱ جلد ۱ جون ۱۹۱۷ء

۲۷ اہل السنۃ والجماعۃ نمبر ۱۲ جلد ۱ جون ۱۹۱۷ء

اس کے صحیح مفہوم کیا ہیں، اس کے متعلق سید صاحب کے خیالات ۔

۲۸ اہل السنۃ والجماعۃ (۲) نمبر ۱ جلد ۲ جولائی ۱۹۱۷ء

۲۹ قرآن مجید کا منظوم اردو ترجمہ نمبر ۲ جلد ۲ اگست ۱۹۱۷ء
ایک مسلمان تاجر کتب کا فعل ملعون

۳۰ اہل السنۃ والجماعت (۳) نمبر ۳ جلد ۲ ستمبر ۱۹۱۷ء

۳۱ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نمبر ۳ جلد ۲ ستمبر ۱۹۱۷ء
ایک شاعر کی حیثیت سے ۔

۳۲ اہل السنۃ والجماعۃ (۴) نمبر ۳ جلد ۲ ستمبر ۱۹۱۷ء
اہل السنۃ والجماعۃ کی لغوی و تاریخی تحقیق اور ان کے اصول و عقائد کی
تشریح اور سلف صالحین کے مسلک حق کی تفصیل بیان کی گئی ہے ۔

۳۳ زبان اردو کی ترقی کا مسئلہ (ڈیمانڈ اور سپلائی کا اصول) نمبر ۳ جلد ۲ ستمبر ۱۹۱۷ء

۳۴ حسین بن منصور حلاج کی تاریخی شخصیت نمبر ۴ جلد ۲ اکتوبر ۱۹۱۷ء

۳۵ ہوم رول سے پہلے ہوم لینگویج (ملکی زبان) نمبر ۴ جلد ۲ اکتوبر ۱۹۱۷ء
اردو زبان میں تعلیم لازمی ہونی چاہیے ۔

(ب) ۳۵ علامہ شبلی کی تیسری برسی نمبر ۵ جلد ۲ نومبر ۱۹۱۷ء

۳۶ مسلمانان ہند کی تنظیم (مذہبی) نمبر ۵ جلد ۲ نومبر ۱۹۱۷ء
مسلمانوں کی زبوں حالی کی وجہ سے ان کا غیر منظم ہونا ۔ تنظیم کی اشد
ضرورت، تنظیم کیونکر ہونی چاہیے ۔

۳۷ ایک درویش امیر کی وفات نمبر ۵ جلد ۲ نومبر ۱۹۱۷ء
رضی الدولہ نظام الملک نواب میر نور الحسن خاں کلیم مرحوم کے
حالات زندگی اور تصانیف کا جائزہ ۔

۳۸ تکملۂ مقالۂ اہل السنۃ (وصایائے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) نمبر۶ جلد۲ نومبر ۱۹۱۷

حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے زمانے کے حالات پیش نظر رکھ کر امت اسلامیہ کو مختلف نصیحتیں فرمائی ہیں، عقائد، فقہیات، تصوف، مراسم شادی وغمی کی نسبت اسلام کی حقیقت اور کتاب وسنت کی حقیقی تعلیم کو پیش کیا گیا ہے۔

۳۹ ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد حکومت میں نمبر۷ جلد۲ جنوری ۱۹۱۸ء

آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کلکتہ میں ۲۹ دسمبر ۱۹۱۷ء کو یہ مضمون پڑھا گیا۔

۴۰ مثنوی مجنوں لیلیٰ نمبر۷ جلد۲ جنوری ۱۹۱۸ء

مثنوی مجنوں لیلیٰ مرتبہ حبیب الرحمٰن خاں شیروانی سے متعلق سید صاحب کی رائے۔

۴۱ سلطان ٹیپو کی چند یادیں نمبر۹ جلد۲ مارچ ۱۹۱۸ء

کچھ چشم دید واقعات اور کچھ تاریخی حقائق

۴۲ رموز بے خودی نمبر۱۰ جلد۲ اپریل ۱۹۱۸ء

ڈاکٹر محمد اقبال کی

۴۳ ہندوؤں کی علمی وتعلیمی ترقی میں مسلمانوں کی کوششیں (۲) نمبر۱۱ جلد۲ مئی ۱۹۱۸ء

۴۴ ہندوؤں کی علمی وتعلیمی ترقی میں مسلمانوں کی کوششیں (۳) نمبر۱ جلد۳ جولائی ۱۹۱۸ء

۴۵ ہندوؤں کی علمی وتعلیمی ترقی میں مسلمانوں کی کوششیں (۴) نمبر۲ جلد۳ اگست ۱۹۱۸ء

(الف)۴۵ مولانا شبلی مرحوم کی ابتدائی تحریر کا نمونہ نمبر۳ جلد۳ ستمبر ۱۹۱۸ء

۴۶ ہندوؤں کی علمی وتعلیمی ترقی میں مسلمانوں کی کوششیں (۵) نمبر۳ جلد۳ ستمبر ۱۹۱۸ء

۴۷ ہندوؤں کی علمی وتعلیمی ترقی میں مسلمانوں کی کوششیں (۶) نمبر۴ جلد۳ اکتوبر ۱۹۱۸ء

۴۸ مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہندوؤں کی علمی و تعلیمی ترقی (۷) نمبر ۵ جلد ۳ نومبر ۱۹۱۸ء

۴۹ مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہندوؤں کی علمی و تعلیمی ترقی (۸) نمبر ۶ جلد ۳ دسمبر ۱۹۱۸ء

۵۰ نظربندان اسلام (۱) نمبر ۷ جلد ۳ جنوری ۱۹۱۹ء
بہ تقریب رہائی سید الاحرار سید فضل الحسن حسرت موہانی

۵۱ نظربندان اسلام (۲) نمبر ۸ جلد ۳ فروری ۱۹۱۹ء

۵۲ عرب ایک مستشرق کی نگاہ میں نمبر ۸ جلد ۳ فروری ۱۹۱۹ء
اقتباس از تاریخ عرب موسیو سیڈیو

۵۳ عفت المسلمات نمبر ۸ جلد ۳ فروری ۱۹۱۹ء
سلطان جہاں بیگم والیہ بھوپال کی تصنیف پر سید صاحب کے خیالات

۵۴ موجودہ نظربندان اسلام (۳) نمبر ۹ جلد ۳ مارچ ۱۹۱۹ء
علمی، مذہبی اور اخلاقی نظر سے عہد برطانیہ میں مسلمان نظربندوں کے
حالات و واقعات ۔

۵۵ رسائل چراغ علی نمبر ۱ جلد ۴ جولائی ۱۹۱۹ء
مولوی عبداللہ صاحب نے پرانی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ جاری کیا تھا
جس کی آخری کتاب "رسائل چراغ علی" ہے۔ سید صاحب کا تفصیلی تبصرہ۔

۵۶ مسئلہ خلافت اور علمائے یورپ نمبر ۱ جلد ۴ جولائی ۱۹۱۹ء
انگریز مصنفین نے اس موضوع پر بہت لکھا ہے۔ سید صاحب نے
سر تھیوڈر مارسین کے اقتباسات پیش کیے ہیں۔

۵۷ تاریخ التعلیم نمبر ۱ جلد ۴ جولائی ۱۹۱۹ء
ڈاکٹر ضیاء الدین احمد کی تصنیف "مسئلہ تعلیم کی تاریخ علمی و عملی
حیثیت سے" پر سید صاحب کا تبصرہ

۵۸ مجسموں اور تصویروں کے متعلق اسلام کا شرعی حکم — نمبر۳ جلد۴ ستمبر ۱۹۱۹ء

۵۹ مجسموں اور تصویروں کے متعلق اسلام کا شرعی حکم (۲) — نمبر۴ جلد۴ اکتوبر ۱۹۱۹ء

۶۰ تاریخ وفات نبوی — نمبر۵ جلد۴ نومبر ۱۹۱۹ء

ریاضی داں فضلاء کے خیالات کی روشنی میں

۶۱ مذہب و اصلاح نظام تمدن — نمبر۱ جلد۵ جنوری ۱۹۲۰ء

مسٹر اومنڈ ہومس کے مذہب سے متعلق خیالات پر تبصرہ

۶۲ انڈیا آفس لائبریری میں اردو کا خزانہ — نمبر۶ جلد۵ جون ۱۹۲۰ء

۶۳ اسلامی تہذیب و تمدن — نمبر۲ جلد۶ اگست ۱۹۲۰ء

۶۴ اسلام اور زنان ہند — نمبر۳ جلد۶ ستمبر ۱۹۲۰ء

۶۵ آیت استخلاف — نمبر۴ جلد۶ اکتوبر ۱۹۲۰ء

استخلاف الارض، تمکین دین، تبدیل امن من بعد الخوف، عبادت الٰہی، وعدم اشراک وغیرہ پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے۔

۶۶ ایک غلطی کا اعتراف — نمبر۴ جلد۶ اکتوبر ۱۹۲۰ء

شاہ ولی اللہ اشتیاق اور حضرت شاہ ولی اللہ مصنف "حجۃ البالغہ" دو شخص ہیں۔

۶۷ لباب المعارف العلمیہ فی مکتبۃ دار العلوم اسلامیہ — نمبر۵ جلد۶ نومبر ۱۹۲۰ء

دار العلوم پشاور کے کتب خانہ کی فہرست مرتبہ مولوی عبد الرحیم پر تبصرہ۔

(الف)۶۷ مثنوی اسرار خودی کا انگریزی ترجمہ — نمبر۶ جلد۶ دسمبر ۱۹۲۰ء

۶۸ خلافت اسلامیہ اور ہندوستان — نمبر۶ جلد۷ جون ۱۹۲۱ء

خلافت اسلامیہ سے ہندوستان کا تعلق نہایت گہرا رہا ہے۔

۷۰ مسئلہ خلافت سے متعلق چند شکوک کا ازالہ — نمبر۲ جلد۷ فروری ۱۹۲۱ء

مسئلہ خلافت کے متعلق اڈیٹر صبح امید کے چند سوالات کے جوابات

۷۱ خلفائے اسلام کا اقتدار اور اثر نمبر۳ جلد۷ مارچ ۱۹۲۱ء

جن کمزور خلفائے اسلام کی حالت کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، دنیا میں ان کا اقتدار اور اثر کیا ہے۔

۷۲ ڈاکٹر اقبال کی "اسرار خودی" کا انگریزی ترجمہ نمبر۳ جلد۷ مارچ ۱۹۲۱ء

اسرار خودی کا انگریزی میں ترجمہ پروفیسر نکلسن نے کیا ہے، سید صاحب نے اس کے اقتباسات پیش کیے ہیں

۷۲ فلسفہ جذبات از مولانا عبد الماجد دریا بادی (تبصرہ) نمبر۴ جلد۷ اپریل ۱۹۲۱ء

۷۳ وضع اصطلاحات از مولوی وحید الدین سلیم (تبصرہ) نمبر۴ جلد۷ اپریل ۱۹۲۱ء

۷۴ آہ اکبر! نمبر۳ جلد۸ ستمبر ۱۹۲۱ء

۷۵ خلفائے اسلام اور سلاطین ہند کے بیعت نامے نمبر۳ جلد۸ ستمبر ۱۹۲۱ء

سلطان محمود غزنوی اور سلطان محمود غازی کے بیعت نامے کے تراجم پیش کیے گئے ہیں۔

۷۶ خلافت آل عثمان اور ہندوستان (۲) نمبر۴ جلد۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء

(پہلی قسط دسمبر ۱۹۲۰ء میں شائع ہوئی)

۷۷ خلافت اسلامیہ اور دنیائے اسلام نمبر۵ جلد۸ نومبر ۱۹۲۱ء

۷۸ رسائل عماد الملک نمبر۵ جلد۸ نومبر ۱۹۲۱ء

۷۹ خلافت اسلامیہ اور دنیائے اسلام (۲) نمبر۶ جلد۸ دسمبر ۱۹۲۱ء

۸۰ خلافت اسلامیہ اور دنیائے اسلام (۳) نمبر۲ جلد۹ فروری ۲۲ء

۸۱ خلافت اسلامیہ اور دنیائے اسلام (۴) نمبر۳ جلد۹ مارچ ۱۹۲۲ء

۸۲ خلافت اسلامیہ اور دنیائے اسلام (۵) نمبر۴ جلد۹ اپریل ۱۹۲۲ء

۸۳ علمائے روس نمبر ۵ جلد ۹ مئی ۱۹۲۲ء

روسی علمائے اسلام کا تعارف

۸۴ خلافت اسلامیہ اور اسلامی و مسیحی دنیا کا اعتراف نمبر ۶ جلد ۹ جون ۱۹۲۲ء

۸۵ نغمۂ سعادت نمبر ۲ جلد ۱۰ اگست ۱۹۲۲ء

۸۶ مجمع گنج نمبر ۴ جلد ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۲ء

۱۸۴۵ء میں "کلکتہ اسکول بکس سوسائٹی پریس" نے شائع کی۔ سید صاحب نے اس کا تعارف کرایا ہے۔

۸۷ دنیائے اسلام میں ذہنی انقلاب نمبر ۵ جلد ۱۰ نومبر ۱۹۲۲ء

جنگ عظیم کا جو اثر مسلمانوں کے قوائے دماغی پر پڑا اس کے چھ مظاہر ہیں:

۱۔ اتحاد اسلامی یا اتحاد مشرق ۲۔ احساس مذہبی ۳۔ یورپین تمدن سے سرتابی ۴۔ تعلیمی ترقی ۵۔ اقتصادیات کی طرف توجہ ، اور
۶۔ علما اور طلبا میں سیاست

۸۸ اخبار الاندلس نمبر ۱ جلد ۱۱ جنوری ۱۹۲۳ء

الف۸۸ پیام مشرق نمبر ۵ جلد ۱۱ مئی ۱۹۲۳ء

۸۹ محبت الٰہی اور اسلام نمبر ۱ جلد ۱۲ جولائی ۱۹۲۳ء

مستشرقین اسلام پر اعتراض کہ اسلام میں خدا کا تصور یہ ہے کہ وہ جبار، قہار، صاحب جلال و جبروت شہنشاہ ہے۔ سید صاحب کا جواب۔

۹۰ ارض مقدس کی داستان نمبر ۴ جلد ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۳ء

بہار خلافت کانفرنس کے خطبہ صدارت کا ایک حصہ

۹۱ ارض حرم اور اس کے احکام و مصالح قرآن مجید کی نظر میں نمبر ۵ جلد ۱۲ نومبر ۱۹۲۳ء

جزیرہ عرب کے متعلق اسلام کے جو احکام ہیں ان کا ماخذ قرآن کی وہ آیتیں

ہیں جو سورۃ توبہ میں واقع ہیں:

۹۲ ارض حرم، اس کی مذہبی حیثیت نمبر۶ جلد۱۲ دسمبر ۱۹۲۳ء

مضمون میں حسب ذیل عنوانات قائم کیے گئے ہیں:

سرزمین حرم صرف عبادت گذاروں کا مسکن ہے۔ وہ تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے، وہ دارالامن ہے۔ یہاں ظالم سزایاب ہوگا۔ سرزمین حرم دارالسلطنت نہیں بن سکتی۔

۹۳ اردو کے چند رسایل نمبر۶ جلد۱۲ دسمبر ۱۹۲۳ء

۹۴ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کیوں کر ہوئی؟ نمبر۱ جلد۱۳ جنوری ۱۹۲۴ء

اسلام نے یہ فلسفہ پیش کیا کہ مذہب یقین کا نام ہے اور یقین تلوار کی دھار اور نیزہ کی نوک سے پیدا نہیں ہوتی۔

۹۵ شعرالعجم اور عمر خیام نمبر۲ جلد۱۳ فروری ۱۹۲۴ء

علامہ اقبال نے ایک تنقیدی مضمون شعرالعجم اور عمر خیام کے عنوان سے رسالہ "اردو" میں شائع کیا تھا۔ سید صاحب نے اس کے جواب میں یہ مضمون قلمبند کیا ہے۔

۹۶ سیرت النبی پر ایک نظر نمبر۴ جلد۱۳ اپریل ۱۹۲۴ء

مولانا سورتی کے مضمون سیرت النبی سے متعلق جواب

۹۷ ہندوستان میں اسلام کیونکر پھیلا؟ (۲) نمبر۵ جلد۱۳ مئی ۱۹۲۴ء

۹۸ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کیونکر ہوئی (۳) نمبر۲ جلد۱۴ اگست ۱۹۲۴ء

۹۹ سر آسوتوش مکرجی کی وفات نمبر۶ جلد۱۳ جون ۱۹۲۴ء

۱۰۰ بدنصیب کشمیر اور عدل شاہجہانی نمبر۴ جلد۱۴ اکتوبر ۱۹۲۴ء

کشمیری مسلمانوں کی زبوں حالی سے متعلق یہ مضمون لکھا گیا ہے اور بتایا

گیا ہے کہ تیموریوں کے عہد میں یہ خطہ جنت نظیر تھا۔

۱۰۱ سلاطین نجد اور مذہب — نمبر۵ جلد۱۴ نومبر ۱۹۲۴ء

۱۰۲ شیخ احمد علی شوق کی وفات — نمبر۴ جلد۱۵ اپریل ۱۹۲۵ء

۱۰۳ ملک عرب کی تعلیمی حالت — نمبر۵ جلد۱۵ مئی ۱۹۲۵ء

سفر حجاز کے متعلق سے عرب کے جن مقامات کے دیکھنے کا موقع ملا، وہاں کی سیاسی، تعلیمی اور مذہبی حالات پر اس مضمون میں تبصرہ۔

۱۰۴ ملا حاجی عبدالرزاق خاں افغانی کی وفات — نمبر۵ جلد۱۵ مئی ۱۹۲۵ء

۱۰۵ شغل تکفیر — نمبر۱ جلد۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء

علماء بریلی کے فتوۂ تکفیر کے جواب میں

۱۰۶ عالم اسلام کی تنظیم کا مسئلہ (۱) — نمبر۲ جلد۱۶ اگست ۱۹۲۵ء

دنیائے اسلام کی تنظیم کیونکر ہو اس سلسلے میں دنیائے اسلام کے مشاہیر اور ارباب فکر کے خیالات پیش کیے گئے ہیں۔

۱۰۷ جاپان اور اس کا تعلیمی نظم و نسق — نمبر۱ جلد۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء

سر راس مسعود کی تصنیف جس کا اردو ترجمہ عنایت اللہ صاحب نے کیا۔ سید صاحب نے اس کتاب سے متعلق اپنی رائے تحریر کی۔

۱۰۸ عالم اسلام کی تنظیم کا مسئلہ (۲) — نمبر۳ جلد۱۶ ستمبر ۱۹۲۵ء

۱۰۹ سیر المصنفین از محمد یحییٰ تنہا (تبصرہ) — نمبر۳ جلد۱۶ ستمبر ۱۹۲۵ء

۱۱۰ اسلامی خلافت کا کارنامہ — نمبر۴ جلد۱۶ اکتوبر ۱۹۲۵ء

کتاب کے مصنف حاجی محمد موسیٰ خاں ہیں، سید صاحب نے اس سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

۱۱۱ نظم ملت: — نمبر۵ جلد۱۶ نومبر ۱۹۲۵ء

عالم اسلام کی تنظیم سے متعلق یہ مضمون تحریر کیا گیا ہے

مسلمانوں کی بے تعصبی کی ایک اور دستاویز نمبر ۶ جلد ۱۶ دسمبر ۱۹۲۵ء

ڈاکٹر منگانا کی غلط بیانی کی تصدیق

الف ۱۱۲ جرمن کا رسالہ "اسلامیکا" اور اقبال نمبر ۶ جلد ۱۶ دسمبر ۱۹۲۵ء

۱۱۳ اردو کے نئے رسالے نمبر ۶ جلد ۱۶ دسمبر ۱۹۲۵ء

۱۱۴ آہ مولانا عبدالباری ! نمبر ۱ جلد ۱۷ جنوری ۱۹۲۶ء

۱۱۵ محمد بن عمر الواقدی نمبر ۱ جلد ۱۷ جنوری ۱۹۲۶ء

واقدی سے متعلق اہم معلومات اور مستشرقین کی غلط بیانیاں ۔

۱۱۶ احادیث و سیر کی تحریری تدوین نمبر ۲ جلد ۱۷ فروری ۱۹۲۶ء

مسلمانوں میں اخبار و سیر کی ترتیب و تدوین کے تین ادوار ہیں ۔ اول یہ کہ ہر شخص نے صرف اپنے ذاتی معلومات کو یکجا کیا ، دوئم یہ کہ ہر شہر کی معلومات ایک جگہ جمع کی گئیں ۔ سوئم دنیائے اسلام کی معلومات اکٹھا کی گئیں ۔

۱۱۷ آہ عبدالرحمٰن نگرامی ! نمبر ۳ جلد ۱۷ مارچ ۱۹۲۶ء

۱۱۸ اجلاس جمعیۃ علمائے ہند منعقدہ کلکتہ کا خطبہ صدارت نمبر ۳ جلد ۱۷ مارچ ۱۹۲۶ء

خاتمہ سخن ۔ خطبہ صدارت کا آخری حصہ جس میں مسلمانوں کی تنظیم پر زور دیا گیا ہے ۔

۱۱۹ احکام قرآن نمبر ۴ جلد ۱۷ اپریل ۱۹۲۶ء

اسلام کی شریعت کی اصل اور اساس اس کا صحیفہ الہی ہے ۔

۱۲۰ مختصر سفر نامہ حج نمبر ۳ جلد ۱۸ ستمبر ۱۹۲۶ء

۱۲۱ حجاز کے کتب خانے (۱) نمبر ۴ جلد ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۶ء

حجاز کے مختلف کتب خانوں سے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں اور کتب خانوں کی ایک فہرست بھی مع تعداد کتب دی گئی ہے ۔

۱۲۲ حجاز کے کتب خانے (۲) نمبر۵ جلد ۱۸ نومبر ۱۹۲۶ء

۱۲۳ حجاز کے کتب خانے (۳) نمبر۶ جلد ۱۸ دسمبر ۱۹۲۶ء

۱۲۴ پھر واقدی نمبر۱ جلد ۱۹ جنوری ۱۹۲۷ء

امام زہری پر الزام، پروفیسر گولہم (ڈرہم یونیورسٹی) کا خط بنام اڈیٹر اسلامک ریویو وکنگ جس میں انھوں نے سید صاحب سے درخواست کی تھی کہ وہ کیا اصول ہے جس کی بنا پر واقدی کی صداقت رد کی جاتی ہے سید صاحب نے اس مضمون میں اس کا جواب لکھا ہے۔

۱۲۵ مسلمان حکمار اور یونانی مذاہب فلسفہ نمبر۲ جلد ۱۹ فروری ۱۹۲۷ء

کیا مسلمان حکمار صرف فلسفہ ارسطو کے خوشہ چیں تھے؟

۱۲۶ مسلمان عورتوں کے حقوق کا مسئلہ (۱) نمبر۴ جلد ۱۹ اپریل ۱۹۲۷ء

خیار وخلع وطلاق وتفریق۔

۱۲۷ مسلمان عورتوں کے حقوق کا مسئلہ (۲) نمبر۵ جلد ۱۹ مئی ۱۹۲۷ء

۱۲۸ مسلمان عورتوں کے حقوق کا مسئلہ (۳) نمبر۶ جلد ۱۹ جون ۱۹۲۷ء

کیا باپ کو اپنی لڑکی کی شادی کا کامل اختیار ہے؟

۱۲۹ مسلمان عورتوں کے حقوق کا مسئلہ (۴) نمبر۲ جلد ۲۰ اگست ۱۹۲۷ء

کیا ولی کی اجازت کے بغیر کوئی عورت نکاح نہیں کرسکتی؟

۱۳۰ مسلمان عورتوں کے حقوق کا مسئلہ (۵) نمبر۳ جلد ۲۰ ستمبر ۱۹۲۷ء

کیا ولی کی اجازت کے بغیر کوئی عورت نکاح نہیں کرسکتی؟

۱۳۱ نکاح بلا ولی (۶) نمبر۴ جلد ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۷ء

بالغ عورت بغیر ولی کی رضامندی کے شادی کرسکتی ہے۔

۱۳۲ سفر مدراس نمبر۴ جلد ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۷ء

۱۳۳ معیار تاویل (لفظ صلوٰۃ قرآن مجید میں) نمبر۴ جلد۲۰ اکتوبر ۱۹۲۷ء

۱۳۴ مسلمان عورتوں کے حقوق کا مسئلہ (۷) نمبر۱ جلد۲۱ جنوری ۱۹۲۸ء

خیار بلوغ۔ اولیاء اللہ میں سے کس کس کو نابالغوں کے نکاح کا اختیار ہے۔

۱۳۵ شاما نمبر۱ جلد۲۱ جنوری ۱۹۲۸

۱۳۶ دنیائے افسانہ نمبر۲ جلد ۲۱ فروری ۱۹۲۸

۱۳۷ مجلس علمائے مدراس کا خطبہ صدارت نمبر۴ جلد ۲۱ اپریل ۱۹۲۸

۱۷ر۱۸ ستمبر ۱۹۲۷ء کو مدراس کی مجلس علمار کے سالانہ اجلاس ترچناپلی
کی صدارت کی تھی اور یہ خطبہ پڑھا، جس کے عنوانات یہ تھے: اسلام اور
بلاد معبر و طبار، سری نگر مٹھ اور سلطان شہید۔ اتحاد اسلامی، مسلمانانِ ہند
کی تنظیم، اشاعت تعلیم ابتدائی کی اہمیت، زبان کی دقت، اردو زبان،
تراجم و رسائل ہر زبان میں، اشاعت و تبلیغ اسلام، دار الاسلام، دینی
مدارس میں دنیاوی علوم کی تعلیم، اخلاقی تعمیر، جسمانی ورزش، عربی مدارس
کی اصلاح۔

۱۳۸ مجلس علمائے مدراس کا خطبہ صدارت (۲) نمبر۵ جلد۲۱ مئی ۱۹.۸۲ء

خطبہ کے اس حصہ میں ذیل کے عنوانات قائم کیے گئے ہیں:
مسلمان اور اقتصادیات۔ اتحاد بین الفرق۔ ہندو مسلم اتحاد، ناموس انبیا۔

۱۳۹ حقوق نسواں (مسلمان عورتوں کے حقوق کا مسئلہ) (۸) نمبر۶ جلد۲۱ جون ۱۹۲۸ء

کفو کے معنی برابر۔ مساوی، ہمسر اور جوڑ کے ہیں۔ نکاح کے متعدد
قابل بحث مسائل میں کفو کا مسئلہ بھی ہے۔

۱۴۰ الافاضۃ القدسیہ فی المباحث الحکیمہ نمبر۶ جلد۲۱ جون ۱۹۲۸ء

۱۴۱ حضرت عائشہ کی عمر ان کے نکاح کے وقت کیا تھی؟ نمبر۱ جلد۲۲ جولائی ۱۹۲۸ء

۱۴۲ ہندوستان میں علم حدیث (۱) نمبر۴ جلد۲۲ اکتوبر ۱۹۲۸ء

۱۴۳ ہندوستان میں علم حدیث (۲) نمبر۵ جلد۲۲ نومبر ۱۹۲۸ء
استدراک واضافہ

۱۴۴ ہندوستان میں علم حدیث (۳) نمبر۶ جلد۲۲ دسمبر ۱۹۲۸ء
فرنگی محل اور علم حدیث

۱۴۵ ردّ شبہات نمبر۱ جلد۲۳ جنوری ۱۹۲۹
حضرت عائشہ کی عمر کے متعلق مولانا محمّد علی کے شبہات کا جواب ۔

۱۴۶ ہندوستان میں کتب حدیث کی نایابی کے بعض واقعات نمبر۲ جلد۲۳ فروری ۲۹ء

۱۴۷ آئینۂ حقیقت جلد دوم نمبر۲ جلد۲۳ فروری ۱۹۲۹ء

۱۴۸ ”ہندو کُش“ عالمگیر کے عہد کی دو عجیب کتابیں نمبر۶ جلد۲۳ جون ۱۹۲۹ء
مت اچھرا ۔ ردّ الکفر ۔ عالمگیر کے عہد کی تصانیف ہیں ۔ پہلی کتاب کا مقصد سنسکرت نہ جاننے والے ہندوؤں کو ان کے مذہب سے آگاہ کرنا اور دوسری کتاب کا مقصد اسلام کا راستہ دکھانا ۔

۱۴۹ زین الاخبار نمبر۶ جلد۲۳ جون ۱۹۲۹ء

۱۵۰ سنّت نمبر۲ جلد۲۴ اگست ۱۹۲۹ء

عنوانات حسب ذیل :

اصول فہم قرآن ، ثقافت ذہن ، احادیث سے چارہ نہ تھا ، روایت سے چارہ نہیں ، اسلام کی تاریخ برباد ہو جائے گی ۔ احادیث کا کتنا حصہ قابل بحث ہو سکتا ہے ۔ احادیث قرآن سے ماخوذ ہیں ۔ حدیث وسنّت میں فرق ، عملی روایت میں اختلاف ۔ سنّت کی حقیقت ، کتاب وسنّت ، سنت وبدعت ۔ کیا سنت عبرانی لفظ ہے ۔ سنت وبدعت کا معیار ۔

۱۵۱	معجم المصنفین	نمبر۲ جلد۲۴ اگست ۱۹۲۹ء
۱۵۲	مذہب کا قانونی حصہ اسلام نے صرف بنیادی قوانین کو لیا ہے جو بہت سے اخلاقی احکام کی طرح تمام قوموں، ملکوں، اقلیموں اور نسلوں کے لیے یکساں ضروری ہیں	نمبر۳ جلد۲۴ ستمبر ۱۹۲۹ء
۱۵۳	ہندوستان میں علم حدیث کی تاریخ کے چند گم شدہ اوراق	نمبر۴ جلد۲۴ اکتوبر ۲۹ء
۱۵۴	تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن	نمبر۴ جلد۲۴ اکتوبر ۱۹۲۹ء
۱۵۵	مسلمانان ہند کا نظام شرعی	نمبر۶ جلد۲۴ دسمبر ۱۹۲۹ء
۱۵۶	لال کتھور	نمبر۲ جلد۲۵ فروری ۱۹۳۰ء
۱۵۷	المحلی الابن حزم ظاہریہ کے عقائد اور مسائل اور المحلی الابن حزم	نمبر۳ جلد۲۵ مارچ ۱۹۳۰ء
۱۵۸	سوپارہ	نمبر۳ جلد۲۵ مارچ ۱۹۳۰ء
۱۵۹	مطبوعات جدیدہ	نمبر۳ جلد۲۵ مارچ ۱۹۳۰ء
۱۶۰	کایا پلٹ	نمبر۴ جلد۲۵ اپریل ۱۹۳۰ء
۱۶۱	ماہ نو	نمبر۴ جلد۲۵ اپریل ۱۹۳۰ء
۱۶۲	ماتم خادم ملت و مخدومہ امت سلطان جہاں بیگم (بھوپال) کے انتقال پر تاثرات	نمبر۵ جلد۲۵ مئی ۱۹۳۰ء
۱۶۳	حبشہ میں مسلمانوں کی بغاوت	نمبر۵ جلد۲۵ مئی ۱۹۳۰ء
۱۶۴	اخبار علمیہ	نمبر۵ جلد۲۵ مئی ۱۹۳۰ء
۱۶۵	مطبوعات جدیدہ	نمبر۵ جلد۲۵ مئی ۱۹۳۰ء
۱۶۶	پھر بحث سنت - کچھ اور اختراعات والزامات	نمبر۶ جلد۲۶ جولائی ۱۹۳۰ء
۱۶۷	مندرجہ ذیل پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے :	

مسناة اور سنت، مسنا توراة، مسنا، مسناة اور سنت

۱۶۸	مرہٹوں کا فوجی نظام		نمبر۶ جلد۲۶ جولائی ۱۹۳۰
۱۶۹	نسیم الکلام میں شریعۃ خیر الانام		نمبر۶ جلد۲۶ جولائی ۱۹۳۰
۱۷۰	منصب نبوت (سیرت النبی کی چوتھی جلد کا مقدمہ)		نمبر۲ جلد۲۶ اگست ۱۹۳۰
۱۷۱	آہ مولانا حمید الدین!		نمبر۵ جلد۲۶ نومبر ۱۹۳۰
۱۷۲	مطبوعات جدیدہ		نمبر۵ جلد۲۶ نومبر ۱۹۳۰
۱۷۳	محمد علی		نمبر۱ جلد۲۶ جنوری ۱۹۳۱
۱۷۴	مولانا حمید الدین	(۱)	نمبر۱ جلد۲۷ جنوری ۱۹۳۱
۱۷۵	مولانا حمید الدین	(۲)	نمبر۲ جلد۲۷ ۱۹۳۱
۱۷۶	مطبوعات جدیدہ		نمبر۲ جلد۲۷ ۱۹۳۱
۱۷۷	اسمار الرجال		نمبر۴ جلد۲۷ ۱۹۳۱
۱۷۸	سفر حجاز		نمبر۶ جلد۲۷ جون ۱۹۳۱
۱۷۹	وحی اور ملکہ نبوت ”حکمائے اسلام نے وحی کی حقیقت ملکہ نبوت کے لفظ سے ظاہر کی ہے۔“		نمبر۱ جلد۲۸ جولائی ۱۹۳۱
۱۸۰	گلہ آشنا		نمبر۲ جلد ۲۸ اگست ۱۹۳۱
۱۸۱	ایمان	(۱)	نمبر۳ جلد۲۸ ستمبر ۱۹۳۱
۱۸۲	ایمان	(۲)	نمبر۴ جلد۲۸ اکتوبر ۱۹۳۱
۱۸۳	فرقہ روشنی	۱۸۴- کتب خانہ اسلامیہ	نمبر۵ جلد۲۸ نومبر ۱۹۳۱
۱۸۵	خطیب الامت مولانا عبد الماجد بدایونی		نمبر۱ جلد۲۹ جنوری ۱۹۳۲
۱۸۶	ایام صیام پر نظر ثانی		نمبر۱ جلد۲۹ جنوری ۱۹۳۲

چودھری غلام احمد پرویز کے مقالے کے متعلق تین بحثیں کی ہیں :

۱- کیا جمع قلت کا جو قاعدہ مدعی نے سمجھایا ہے صحیح ہے ؟

۲- کیا قرآن میں مہینہ بھر کے روزہ کا ذکر ہے ؟

۳- کیا احادیث میں ۲۹ ، ۳۰ روزوں کا ذکر ہے ؟

۱۸۷	موحدوں کی عید موحدوں کی عید کیسی ہوتی ہے ؟	نمبر۲ جلد۲۹ فروری ۱۹۳۲
۱۸۸	تحفظ حقوق زوجین	نمبر۳ جلد۲۹ مارچ ۱۹۳۲
۱۸۹	رباعی رباعی کی تاریخ اور آغاز پر ایک نظر	نمبر۴ جلد۲۹ اپریل ۱۹۳۲
۱۹۰	ارکاٹ کا گور غریباں	نمبر۵ جلد۲۹ مئی ۱۹۳۲
۱۵۰	ہندوؤں کا ایک عجیب فرقہ سوناری کے پیشہ کے متعلق ایک عجیب انکشاف	نمبر۱ جلد۳۰ جولائی ۱۹۳۲
۱۹۲	انجمن ادبی افغانستان	نمبر۴ جلد۳۰ اکتوبر ۱۹۳۲
۱۹۳	ترجمان القرآن	نمبر۴ جلد۳۰ اکتوبر ۱۹۳۲
۱۹۴	تفصیل البیان فی مقاصد القرآن	نمبر۵ جلد۳۰ نومبر ۱۹۳۲
۱۹۵	سلطان التمش کا صحیح نام	نمبر۶ جلد۳۰ دسمبر ۱۹۳۲
۱۹۶	فہرست مخطوطات انڈیا آفس لائبریری	نمبر۱ جلد۳۱ جنوری ۱۹۳۳
۱۹۷	شیخ سعدی کا "سرائے انگلش"	نمبر۲ جلد۳۱ فروری ۱۹۳۳
۱۹۸	حکیم سنائی کے سنین عمر حکیم سنائی کے سنہ پیدائش پر روشنی ڈالی ہے ۔	نمبر۳ جلد۳۱ مارچ ۱۹۳۳
۱۹۹	حاشیہ بیضاوی شاہ وجیہ الدین	نمبر۴ جلد۳۱ اپریل ۱۹۳۳

شاہ وجیہہ الدین کے حالات مولانا سید ابو ظفر ندوی نے قلم بند کیے تھے جس کی بعض غلطیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔

۲۰۰	تاریخ مبارک شاہی		نمبر۴ جلد۳۱ اپریل ۱۹۳۳
۲۰۱	اردو کیونکر پیدا ہوئی ؟		نمبر۱ جلد۳۲ جولائی ۱۹۳۳
	ناگری پرچارنی سبھا بنارس کے لیے لکھا گیا		
۲۰۲	لاہور کا ایک فلکی آلات ساز		نمبر۲ جلد۳۲ اگست ۱۹۳۳
	ضیاء الدین محمد اسطرلابی ہمایونی لاہوری کے حالات		
۲۰۳	کیا رومن حروف ہیروگلیفی سے ماخوذ ہیں		نمبر۲ جلد۳۲ اگست ۱۹۳۳
۲۰۴	مسلمانوں کی ابتدائی تعلیم	(۱)	نمبر۳ جلد۳۲ ستمبر ۱۹۳۳
	یہ مضمون ۱۰/اپریل ۱۹۳۳ء کو جامعہ ملیہ اسلامیہ دلّی کے ایوان میں پڑھا گیا ۔		
۲۰۵	مسلمانوں کی آیندہ تعلیم	(۲)	نمبر۴ جلد۳۲ اکتوبر ۱۹۳۳
۲۰۶	سفر افغانستان	(۱)	نمبر۶ جلد۳۲ دسمبر ۱۹۳۳ء
۲۰۷	سفر افغانستان	(۲)	نمبر۱ جلد۳۳ جنوری ۱۹۳۴
۲۰۸	سفر افغانستان	(۳)	نمبر۲ جلد۳۳ فروری ۱۹۳۴
۲۰۹	سیرت النبی جلد چہارم پر تبصرہ	(۱)	نمبر۳ جلد۳۳ مارچ ۱۹۳۴
	حافظ اسلم جیراجپوری کے تبصرے کا جواب		
۲۱۰	سفر افغانستان	(۴)	نمبر۳ جلد۳۳ مارچ ۱۹۳۴
۲۱۱	سیرت النبی جلد چہارم پر تبصرہ	(۲)	نمبر۴ جلد۳۳ اپریل ۱۹۳۴
	عالم مثال و عالم برزخ		
۲۱۲	سفر افغانستان	(۵)	نمبر۴ جلد۳۳ اپریل ۱۹۳۴
۲۱۳	تغلق نامہ		نمبر۴ جلد۳۳ اپریل ۱۹۳۴

۲۱۴ سفر افغانستان (۶) نمبر ۵ جلد ۳۳ مئی ۱۹۳۴

غزنین کا سفر

۲۱۵ سفر افغانستان (۷) نمبر ۱ جلد ۳۴ جولائی ۱۹۳۴

مقر، قلات غلزی اور قندھار

۲۱۶ سفر افغانستان (۸) نمبر ۲ جلد ۳۴ اگست ۱۹۳۴

قندھار

۲۱۷ سفر افغانستان (۹) نمبر ۳ جلد ۳۴ ستمبر ۱۹۳۴ء

قلعہ جدید و چمن

۲۱۸ سفر افغانستان (۱۰) نمبر ۴ جلد ۳۴ اکتوبر ۱۹۳۴

کوئٹہ اور ملتان

۲۱۹ توضیح و توجیہہ نمبر ۴ جلد ۳۴ اکتوبر ۱۹۳۴

پروفیسر تاثیر کے عمر خیام سے متعلق پانچ شبہات کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے۔

۲۲۰ کیا معیار الاشعار طوسی کی نہیں؟ نمبر ۴ جلد ۳۴ اکتوبر ۱۹۳۴

اکثر محققین کا خیال ہے کہ معیار الاشعار طوسی کی نہیں۔ اس مضمون میں
یہ کتاب طوسی کی بتائی گئی ہے۔

۲۲۱ سفر افغانستان (ملتان سے لکھنو) نمبر ۵ جلد ۳۴ نومبر ۱۹۳۴
(نقوش، ادبی معرکہ نمبر ۲)

۲۲۲ تحفہ سامی نمبر ۵ جلد ۳۴ نومبر ۱۹۳۴

۲۲۳ سیر نالندہ نمبر ۲ جلد ۳۵ فروری ۱۹۳۵

اس تحریر میں حسب ذیل پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے:

نالندہ کا رقبہ اور دفتر۔ عجایب خانہ۔ بڑا گاؤں، نالندہ کی تلاش و کھدائی،

نالندہ سے متعلق قدیم بیان ، نالندہ کی تباہی ، نالندہ کا زمانہ ، نالندہ کے بانی ، نالندہ کے مشائخ ، نالندہ کے موجودہ آثار ۔

۲۲۴	عربوں کی بحری تصنیفات		نمبر ۳ جلد ۳۵ مارچ ۱۹۳۵

اس موضوع سے متعلق ۲۵ تصنیفات نظم و نثر کا تذکرہ ۔

۲۲۵	توکل ۔ سیرت النبی جلد پنجم کے صفحے ۔		نمبر ۴ جلد ۳۵ اپریل ۱۹۳۵
۲۲۶	صبر کا قرآنی مفہوم	(۱)	نمبر ۵ جلد ۳۵ مئی ۱۹۳۵
۲۲۷	صبر کا قرآنی مفہوم	(۲)	نمبر ۶ جلد ۳۵ جون ۱۹۳۵
۲۲۸	بال جبریل	(تبصرہ)	نمبر ۶ جلد ۳۵ جون ۱۹۳۵
۲۲۹	مولانا شاہ سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی		نمبر ۱ جلد ۳۶ جولائی ۱۹۳۵
۲۳۰	علامہ سید رشید رضا صاحب المنار		نمبر ۴ جلد ۳۶ اکتوبر ۱۹۳۵
۲۳۱	امہات الامہ مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب		نمبر ۴ جلد ۳۶ اکتوبر ۱۹۳۵
۲۳۲	مولانا خلیل الرحمن صاحب سابق ناظم ندوۃ العلما		نمبر ۲ جلد ۳۷ فروری ۱۹۳۶
۲۳۳	مولانا راشد اظہری کی وفات		نمبر ۲ جلد ۳۷ فروری ۱۹۳۶
۲۳۴	تاج محل اور لال قلعہ کے معمار	(۱)	نمبر ۲ جلد ۳۷ فروری ۱۹۳۶

یہ مقالہ ادارہ معارف اسلامیہ لاہور کے اجلاس میں پڑھا گیا ۔ اضافہ کے ساتھ معارف میں شائع ہوا ۔

۲۳۵	تاج محل اور لال قلعہ کے معمار	(۲)	نمبر ۴ جلد ۳۷ اپریل ۱۹۳۶
۲۳۶	تاج محل اور لال قلعہ کے معمار	(۳)	نمبر ۴ جلد ۳۷ اپریل ۱۹۳۶
۲۳۷	المختار من شعر بشار		نمبر ۴ جلد ۳۷ اپریل ۱۹۳۶
۲۳۸	ڈاکٹر انصاری مرحوم !		نمبر ۶ جلد ۳۷ جون ۱۹۳۶
۲۳۹	اسلام میں حیوانات کے ساتھ سلوک		نمبر ۲ جلد ۳۸ اگست ۱۹۳۶

اسلام میں جانور کو کھانے کے لیے ذبح کرنا جائز ہے اور ساتھ ہی یہ کہ کسی جانور کو مقدس سمجھ کر اس کی تعظیم و تکریم نہیں ہے ۔

۲۴۰ تتمۂ صوان الحکمۃ نمبر۲ جلد۳۸ اگست ۱۹۳۶

۲۴۱ سفر گجرات کی چند یادیں نمبر۳ جلد۳۸ ستمبر ۱۹۳۶

جولائی ۱۹۳۳ء میں بڑودہ کی مجلس سیرت کے سلسلہ میں سید صاحب کو سفر گجرات کا اتفاق ہوا تھا۔ اس تحریر میں سید صاحب نے گجرات سے متعلق حسب ذیل مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے:

بھڑوچ، چند نوادر (کتب)۔ ہندوستان کی سب سے پرانی مسجدیں۔ بنائے سورت کی تاریخ، راندیر کی پرانی مسجد۔ لغت عربی و ہندوی، رسالہ فقیری چہار پیر چودہ خانوادہ، رسالہ فقہ ہندی، داستان حضرت ماہ رمضان، داستان قیامت، فقہ بین، مثنوی کتخدائی، وفات نامہ حضرت نبی، قصہ بانو، قصۂ سوداگر عجم۔ خالق باری وغیرہ۔

۲۴۲ کتب خانہ حمیدیہ بھوپال نمبر۶ جلد۳۸ دسمبر ۱۹۳۶

کتب خانہ حمیدیہ کے نوادر کا تعارف

۲۴۳ حمایت اسلام کا مطبوعہ قرآن پاک نمبر۶ جلد۳۸ دسمبر ۱۹۳۶

۲۴۴ خطبہ صدارت، ہندوستانی اکاڈمی اردو کانفرنس لکھنؤ نمبر۲ جلد۳۹ فروری ۱۹۳۷

۱۶ جنوری ۱۹۳۷ء کو یہ کانفرنس لکھنؤ میں منعقد ہوئی تھی۔ لکھنؤ کی اردو خدمات

۲۴۵ ذبح عظیم نمبر۳ جلد۳۹ مارچ ۱۹۳۷

۲۴۶ قربانی کا اقتصادی پہلو نمبر۳ جلد۳۹ مارچ ۱۹۳۷

۲۴۷ خلیل اللہ کی بشریت (۱) نمبر۳ جلد۳۹ مارچ ۱۹۳۷

حضرت انبیائے کرام کے اوصاف غالبہ

۲۴۸ خلیل اللہ کی بشریت (۲) نمبر ۵ جلد ۳۹ مئی ۱۹۳۷

۲۴۹ استاذ احمد معمار کے خاندان کی ایک اور یادگار نمبر ۵ جلد ۳۹ مئی ۱۹۳۷

۲۵۰ خطبہ صدارت شعبہ علوم و فنون اسلامی (۱) نمبر ۶ جلد ۳۹ جون ۱۹۳۷

یہ خطبہ آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کی پنجاہ سالہ جوبلی کے موقع پر ۲۷ مارچ ۱۹۳۷ کو مقام اسٹریچی ہال مسلم یونیورسٹی میں پڑھا گیا۔

۲۵۱ خطبہ صدارت شعبہ علوم و فنون اسلامی (۲) نمبر ۱ جلد ۴۰ جولائی ۱۹۳۷

۲۵۲ لاہور کا ایک فلکی آلات ساز خاندان نمبر ۳ جلد ۴۰ ستمبر ۱۹۳۷

اگست ۱۹۲۳ء میں مطبوعہ مضمون کا ایک حصہ

۲۵۳ سنہ معافی جزیہ نمبر ۴ جلد ۴۰ اکتوبر ۱۹۳۷

۲۵۴ ہماری زبان بیسویں صدی میں (۱) نمبر ۵ جلد ۴۰ نومبر ۱۹۳۷

یہ مضمون نومبر ۱۹۳۶ء میں ایک ادبی مجلس کی صدارتی تقریر کے طور پر پڑھا گیا تھا جسے کچھ اضافہ کے بعد شائع کیا گیا۔

۲۵۵ میرا مختصر سفر دکن نمبر ۵ جلد ۴۰ نومبر ۱۹۳۷

اعلیحضرت خسرو دکن و برار کی بارگاہ میں باریابی اور سرفرازی اور عطائے شاہی میں اضافہ۔

۲۵۶ ہماری زبان بیسویں صدی میں (۲) نمبر ۶ جلد ۴۰ دسمبر ۱۹۳۷

۲۵۷ جامعہ دارالسلام عمرآباد کا خطبہ اسناد نمبر ۱ جلد ۴۱ جنوری ۱۹۳۷

۲۵۸ مقدمہ تفسیر جواہر نمبر ۲ جلد ۴۱ فروری ۱۹۳۷

شیخ طنطاوی جوہری کی تفسیر قرآن کے متعلق سید صاحب کی رائے۔

۲۵۹ ماتم اقبال (شذرات) نمبر ۵ جلد ۴۱ مئی ۱۹۳۸

۲۶۰ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن کا سالانہ اجلاس نمبر ۲ جلد ۴۲ اگست ۱۹۳۸

۲۶۱ انڈیا آفس کے کتب خانے کی عربی قلمی کتابوں کی فہرست نمبر۳ جلد۴۲ ستمبر ۱۹۳۸

۲۶۲ مسلمانوں کی آیندہ تعلیم نمبر۴ جلد۴۲ اکتوبر ۱۹۳۸

یہ مقالہ ۱۱۔اپریل ۱۹۳۳ء کو جامعہ ملیہ اسلامیہ میں پڑھا گیا تھا۔

۲۶۳ مقالات شبلی جلد ششم کا دیباچہ نمبر۶ جلد۴۲ دسمبر ۱۹۳۸

۲۶۴ فہرست مخطوطات عربی جلد دوم نمبر۶ جلد۴۲ دسمبر ۱۹۳۸

۲۶۵ قرآن پاک کا تاریخی اعجاز نمبر۲ جلد۴۳ فروری ۱۹۳۹

قرآن کے معجزوں کے متعلق

۲۶۶ عرب و امریکہ (۱) نمبر۳ جلد۴۳ مارچ ۱۹۳۹

کولمبس سے پہلے عرب کے چند نوجوان امریکہ پہنچ چکے تھے۔

۲۶۷ "جواہر الاسرار" میں کبیر کی بات چیت نمبر۳ جلد۴۳ مارچ ۱۹۳۹

ایک پرانے نسخہ میں کبیر اور بیراگیوں کی بات چیت کی بعینہٖ نقل۔

۲۶۸ عرب و امریکہ (۲) نمبر۴ جلد۴۳ اپریل ۱۹۳۹

۲۶۹ انڈیا آفس لائبریری کی فارسی قلمی کتابوں کی فہرست جلد دوم نمبر۴ جلد۴۳ اپریل ۱۹۳۹

۲۷۰ بعض پرانے لفظوں کی نئی تحقیق نمبر۵ جلد۴۳ مئی ۱۹۳۹

۲۷۱ تہنید

غیر زبانوں کے الفاظ کا ہندیانا نمبر۶ جلد۴۳ جون ۱۹۳۹

۲۷۲ نام خسرو اور اختلاف نماز نمبر۲ جلد۴۳ اگست ۱۹۳۹

اعلیٰ حضرت سلطان آصف سابع کے طریقۂ نماز کے استفسار کے جواب میں

۲۷۳ تہنید اور پرانے لفظوں کی نئی تحقیق پر تبصرے نمبر۳ جلد۴۴ ستمبر ۱۹۳۹

حبیب الرحمٰن خاں شیروانی اور عبدالستار صدیقی کے خطوط اور ان کے مختصر اجواب

۲۷۴ تفسیر حسن بیان نمبر۳ جلد۴۴ ستمبر ۱۹۳۹

۲۷۵ فہارس لسان العرب نمبر ۳ جلد ۴۴ ستمبر ۱۹۳۹

۲۷۶ اسلامی سکوں کا مجموعہ ڈھاکہ میں نمبر ۳ جلد ۴۴ ستمبر ۱۹۳۹

۲۷۷ حافظ امان اللہ بنارسی اور ان کی مسجد، خانقاہ اور نمبر ۴ جلد ۴۴ اکتوبر ۱۹۳۹
مزار کے کتبے۔ حافظ امان اللہ بنارسی سے متعلق اہم معلومات۔

۲۷۸ خطبہ صدارت شعبہ اردو مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کلکتہ نمبر ۲ جلد ۴۵ فروری ۱۹۴۰
ذیلی عنوانات :

مسلمانوں کا مصالحانہ رویہ، اردو اور ہندی کا فرق، ہندو اور مسلمانوں کی ہزار سالہ سمجھوتہ کی یادگار، کیا یہ زبان بدیسی ہے۔ کیا ہندو اور مسلمان مقامی صوبہ دار بولیاں یکساں بولتے تھے، سنسکرتی ہندی کے لیے کوشش، زبان کی کسوٹی، اردو کے حامیوں کی سست کاری، کچھ کام کی باتیں، زبان کا صحیح درجہ، اس زبان میں ہندوؤں کا حصہ اب بھی ہے، اردو کے بعض ادبی مورخوں کی غلطی۔ سنسکرتی ہندی کی ایک دلیل کی کمزوری، ایک اعتراض کا جواب، اصل ہندی سے مسلمانوں کا لگاؤ، صوبوں کی مقامی بولیاں بھی اسلامی درباروں میں بڑھی ہیں۔ ہندو مسلمانوں سے مخلصانہ اپیل، سر تیج بہادر کا بہادرانہ بیان۔ اہل بنگال کی خدمت میں کچھ معروضات۔

۲۷۹ المنتظم لابن جوزی نمبر ۱ جلد ۴۶ جولائی ۱۹۴۰

۲۸۰ مولانا ابوبکر محمد شیث جونپوری نمبر ۴ جلد ۴۶ اکتوبر ۱۹۴۰

۲۸۱ کیا قرآن رسول کا کلام اور انسانی تعلیمات سے ماخوذ ہے؟ نمبر ۴ جلد ۴۶ اکتوبر ۱۹۴۰

۲۸۲ کتاب التفہیم ابی ریحان بیرونی نمبر ۴ جلد ۴۶ نومبر ۱۹۴۰

۲۸۳ وحی از روئے قرآن اور مدعی کا تضاد بیان (۱) نمبر ۵ جلد ۴۶ نومبر ۱۹۴۰

۲۸۴ وحی کے اقسام (۲) نمبر ۶ جلد ۴۶ نومبر ۱۹۴۰

۲۸۵	ابوالبرکات بغدادی اور اس کی کتاب المعتبر (۱) یہ مقالہ عربی میں لکھا گیا تھا جس کا مولوی اویس صاحب نے اردو میں ترجمہ کیا۔ ابوالبرکات فلسفیِ عراق، طبیب بغداد اور یگانہ روزگار کی حیثیت رکھتے تھے۔	نمبر۱ جلد ۴۷ جنوری ۱۹۴۱
۲۸۶	ابوالبرکات بغدادی اور اس کی کتاب المعتبر (۲)	نمبر۲ جلد ۴۷ فروری ۱۹۴۱
۲۸۷	مولانا سجاد کی یاد	نمبر۳ جلد ۴۷ مارچ ۱۹۴۱
۲۸۸	ابوالبرکات بغدادی اور اس کی کتاب المعتبر (۳)	نمبر۳ جلد ۴۷ مارچ ۱۹۴۱
۲۸۹	سر شاہ سلیمان	نمبر۴ جلد ۴۷ اپریل ۱۹۴۱
۲۹۰	اسلام، دونوں جہاں کی بادشاہی محمد رسول اللہ نے صرف آسمانی بادشاہی کی خوش خبری نہیں سنائی بلکہ آسمانی بادشاہی کے ساتھ دنیا کی بادشاہی کی بھی بشارت دی۔	نمبر۳ جلد ۴۸ ستمبر ۱۹۴۱
۲۹۱	شریعت اسلام اور موجودہ ہندوستان میں کاشتکاروں کے حقوق۔ علمائے دین کی رائیں۔	نمبر۴ جلد ۴۸ اکتوبر ۱۹۴۱
۲۹۲	تذکرۂ نصر آبادی	نمبر۲ جلد ۴۹ فروری ۱۹۴۲
۲۹۳	حامد نعمانی مرحوم	نمبر۴ جلد ۴۹ اپریل ۱۹۴۲
۲۹۴	اخبار علمیہ	نمبر۴ جلد ۴۹ اپریل ۱۹۴۲
۲۹۵	مولانا حیدر حسن صاحب محدث ٹونکی کی وفات	نمبر۱ جلد ۵۰ جولائی ۱۹۴۲
۲۹۶	حافظ فضل حق آزاد عظیم آبادی	نمبر۴ جلد ۵۰ اکتوبر ۱۹۴۲
۲۹۷	رجوع و اعتراف	نمبر۱ جلد ۵۱ جنوری ۱۹۴۳
۲۹۸	سید سجاد حیدر یلدرم	نمبر۵ جلد ۵۱ مئی ۱۹۴۳
۲۹۹	شمس العلماء عبدالرحمٰن شاطر مرحوم	نمبر۶ جلد ۵۱ جون ۱۹۴۳
۳۰۰	معراج منامی یا جسمانی	نمبر۱ جلد ۵۲ جولائی ۱۹۴۳

۳۰۱	موت العالِم ،موت العالَم مولانا اشرف علی تھانوی کے انتقال پر تاثرات	نمبر۲ جلد۵۲ اگست ۱۹۴۳
۳۰۲	صبح صادق	نمبر۴ جلد۵۲ اکتوبر ۱۹۴۳
۳۰۳	حیات شبلی	نمبر۵ جلد۵۲ نومبر ۱۹۴۳
۳۰۴	دیباچہ حیات شبلی	نمبر۵ جلد۵۲ نومبر ۱۹۴۳
۳۰۵	فہرست حیات شبلی	نمبر۵ جلد۵۲ نومبر ۱۹۴۳
۳۰۶	روایات معراج	نمبر۱ جلد۵۳ جنوری ۱۹۴۴
۳۰۷	آہ شمس العلما مولانا محمد حفیظ اللہ سابق مدرس اعلیٰ دارالعلوم ندوہ ۔ وفات پر تاثرات	نمبر۱ جلد۵۳ جنوری ۱۹۴۴
۳۰۸	حکیم الامت کے آثار علمیہ مولانا اشرف علی تھانوی کی علمی و دینی فیوض و برکات جس میں تجدید و قرأت و متعلقات علوم قرآنی ،ترجمہ و تفسیر قرآن ،علوم القرآن ،علم الحدیث ،علوم فقہ علم کلام ،علم سلوک و تصوف ،اصلاحات وغیرہ کا جائزہ لیا گیا ہے ۔	نمبر۲ جلد۵۳ فروری ۱۹۴۴
۳۰۹	مولانا ظفر احمد صاحب کا مراسلہ "ابن منصور کو پھانسی نہیں سولی دی گئی" کا جواب	نمبر۲ جلد۵۳ فروری ۱۹۴۴
۳۱۰	قنوج یہ مضمون پہلی بار "اسلامک کلچر" اکتوبر ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا تھا جس میں قنوج کا تعارف کرایا گیا ہے ۔	نمبر۳ جلد۵۳ مارچ ۱۹۴۴
۳۱۱	فن تصوف اور محدثین و صوفیہ میں تطبیق کی راہ	نمبر۴ جلد۵۳ اپریل ۱۹۴۴
۳۱۲	عہد اسلامی میں تعلیم نسواں کی درسگاہیں	نمبر۴ جلد۵۳ اپریل ۱۹۴۴
۳۱۳	وفات عیسیٰ	نمبر۴ جلد۵۳ اپریل ۱۹۴۴

۳۱۴	خطبہ صدارت مجوزہ اردو کانفرنس بنگال "اواخر ۱۹۳۹ء یا شروع ۱۹۴۰ء میں بنگال میں اردو کانفرنس بڑے پیمانے پر منعقد ہونے والی تھی جس کی صدارت سید صاحب کے سپرد تھی لیکن کسی مجبوری کی وجہ سے یہ کانفرنس منعقد نہ ہو سکی۔ یہ خطبہ اسی کانفرنس کے لیے لکھا گیا تھا۔ اس میں اردو، ہندی مسئلہ کے بعض اہم پہلوؤں اور بعض ایسے نظریوں اور دلیلوں کے متعلق لکھا گیا ہے جو اس وقت ہندی کے ممتاز حامیوں کی زبان پر تھا" اس خطبہ کے آخری حصہ میں مسلمانان بنگال سے خطاب کیا گیا ہے۔	نمبر ۵ جلد ۵۳ مئی ۱۹۴۴
۳۱۵	لفظ اللہ کے معنی اور اسم اعظم کا تخیل	نمبر ۵ جلد ۵۳ مئی ۱۹۴۴
۳۱۶	اثر مبارک	نمبر ۲ جلد ۵۴ اگست ۱۹۴۴
۳۱۷	آنحضرت صلی اللہ وسلم اور علم غیب	نمبر ۲ جلد ۵۴ اگست ۱۹۴۴
۳۱۸	ایک بہادر مسلمان کی موت ۔ نواب بہادر یار جنگ	نمبر ۲ جلد ۵۴ اگست ۱۹۴۴
۳۱۹	فراق مجذوب (خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوب)	نمبر ۴ جلد ۵۴ اکتوبر ۱۹۴۴
۳۲۰	مطبوعات جدیدہ	نمبر ۴ جلد ۵۴ اکتوبر ۱۹۴۴
۳۲۱	حضرت مولانا الیاس کاندھلوی	نمبر ۵ جلد ۵۴ نومبر ۱۹۴۴
۳۲۲	ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت (۱) مولانا مناظر احسن گیلانی کی تصنیف پر سید صاحب کا تبصرہ	نمبر ۶ جلد ۵۴ دسمبر ۱۹۴۴
۳۲۳	چودھری خوشی محمد ناظر مرحوم	نمبر ۶ جلد ۵۴ دسمبر ۱۹۴۴
۳۲۴	ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت (۲)	نمبر ۱ جلد ۵۵ جنوری ۱۹۴۵
۳۲۵	خطبہ صدارت شعبہ تاریخ ہند از منۂ وسطیٰ	نمبر ۴ جلد ۵۵ اپریل ۱۹۴۵

	(۱۲۱۶ء سے ۱۵۲۶ء)	
	آل انڈیا ہسٹری کانگریس منعقدہ مدراس دسمبر ۱۹۴۴ء	
۳۲۶	خطبہ صدارت اجلاس جمعیۃ العلماء صوبہ بمبئی	نمبر ۵ جلد ۵۵ مئی ۱۹۴۵
	منعقدہ ۱۷ صفر ۱۳۶۴ہج	
۳۲۷	ضیاء الحسن علوی مرحوم	نمبر ۱ جلد ۵۶ جولائی ۱۹۴۵
	وفات پر تاثرات	
۳۲۸	اسلام اور حرمتِ ربا	نمبر ۱ جلد ۵۶ جولائی ۱۹۴۵
	ڈاکٹر انور اقبال کی کتاب پر تبصرہ	
۳۲۹	رومن کیتھولک تاریخ کی چند من گھڑت کہانیاں	نمبر ۲ جلد ۵۶ اگست ۱۹۴۵
	مشنری کالج اور اسکولوں میں اسلام کے متعلق غلط اور من گھڑت باتوں کا	
	جواب ۔	
۳۳۰	تقریر جامعہ عثمانیہ راندیر	نمبر ۳ جلد ۵۶ ستمبر ۱۹۴۵
۳۳۱	جبر و قدر	نمبر ۳ جلد ۵۶ ستمبر ۱۹۴۵
۳۳۲	کیا خلقی معذورین کی پیدائش انصاف الہی کے خلاف ہے	نمبر ۳ جلد ۵۶ ستمبر ۱۹۴۵
۳۳۳	عثمانی و حسینی شہادتیں	نمبر ۳ جلد ۵۶ ستمبر ۱۹۴۵
۳۳۴	اسلامی عقیدہ کے مطابق بچوں کے پیدائشی احوال	نمبر ۳ جلد ۵۶ ستمبر ۱۹۴۵
	کا اختلاف	
۳۳۵	شمس العلوم کا ایک قلمی نسخہ	نمبر ۱ جلد ۵۷ جنوری ۱۹۴۶
۳۳۶	کتاب خلفائے راشدین کے بعض مسامحات کی تصحیح	نمبر ۲ جلد ۵۷ فروری ۱۹۴۶
۳۳۷	جلیل القدر نواب فصاحت جنگ جلیل رحمۃ اللہ	نمبر ۳ جلد ۵۷ مارچ ۱۹۴۶
۳۳۸	امت مسلمہ کی بعثت	نمبر ۴ جلد ۵۷ اپریل ۱۹۴۶

(سیرت جلد ہفتم کا ایک باب)

۳۳۹ عدل جہانگیری کا واقعہ — نمبر ۴ جلد ۵۷ اپریل ۱۹۴۶

۳۴۰ الرد علی المنطق — نمبر ۴ جلد ۵۷ اپریل ۱۹۴۶

۳۴۱ پروفیسر حافظ محمود خاں صاحب شیرانی مرحوم وفات پر تاثرات — نمبر ۴ جلد ۵۷ اپریل ۱۹۴۶

۳۴۲ غبار خاطر — نمبر ۶ جلد ۵۷ جون ۱۹۴۶

۳۴۳ مرزا بیدل کیا عظیم آبادی نہ تھے؟ — نمبر ۲ جلد ۵۷ اگست ۱۹۴۶

یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مرزا بیدل ممکن ہے عظیم آبادی نہ ہوں لیکن صوبہ بہار کے ضرور تھے۔

۳۴۴ متفرق سوالات — نمبر ۴ جلد ۵۸ اکتوبر ۱۹۴۶

۳۴۵ تخلیق عالم کا مقصد — نمبر ۴ جلد ۵۸ اکتوبر ۱۹۴۶

۳۴۶ حکومت الٰہیہ اور مسلمانوں کا مطمح نظر — نمبر ۴ جلد ۵۸ اکتوبر ۱۹۴۶

۳۴۷ حاکم حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ — نمبر ۵ جلد ۵۸ نومبر ۱۹۴۶

(سیرت النبی جلد ہفتم) سیرت النبی جلد ہفتم کا ایک باب

۳۴۸ خطبہ اسناد طبیہ اسکول پٹنہ — نمبر ۶ جلد ۵۸ دسمبر ۱۹۴۶

اس مضمون میں حسب ذیل پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے:

طبی تراجم طب اسلامی ہے یونانی نہیں۔ عجم میں طب، دنیائے اسلام میں طب، ہندوستان میں طب، شاہان ہندوستان کے دربار میں وید، ہندوستان میں اسلامی طب کی ترقیاں، ویدک اور طب کا لین دین، طب کی تجدید، طب اور آلات کا استعمال، قدیم کتب کی فراہمی، عمدہ اور تازہ دواؤں کی فراہمی، مفردات اور مرکبات، حیدرآباد دکن کا طبی

شفاخانہ، دیسی طب کی حمایت، طب اور مذہب، نوجوان طبیبوں کو نصائح۔

۳۴۹ جزئی فضیلت کا مفہوم و مقصد — نمبر۶ جلد ۵۸ دسمبر ۱۹۴۶

۳۵۰ کیا ولادت نبوی کے وقت آپ کے والد کی وفات ہو چکی تھی۔ — نمبر۲ جلد ۵۹ فروری ۱۹۴۷

۳۵۱ کرنول کے علاقہ مدراس کے ایک عالم دین کی وفات ”حاجی محمد عمر“ — نمبر۳ جلد ۵۹ مارچ ۱۹۴۷

۳۵۲ طوفان محبت — نمبر۳ جلد ۵۹ مارچ ۱۹۴۷

نواب ہوشیار جنگ ہوش بلگرامی کی تصنیف پر تبصرہ۔

۳۵۳ حکیم حبیب الرحمن مرحوم ڈھاکہ — نمبر۴ جلد ۵۹ اپریل ۱۹۴۷

۳۵۴ اندراج نکاح وطلاق اور تقرر قضاۃ — نمبر۵ جلد ۵۹ مئی ۱۹۴۷

۱۹۲۷ء میں یوپی کی مجلس قانون ساز میں ڈاکٹر شفاعت احمد خاں کی کوششوں سے ایک کمیٹی بنی تھی جس کا نام ”مسلم میرج سب کمیٹی“ تھا جس کا مقصد مسلمانوں کے نکاح وطلاق کے معاملات پر غور اور نکاح وطلاق کو درج رجسٹر کرانے کے لیے ایک قانون بنانا تھا۔ اس کمیٹی کے صدر سر شاہ سلیمان مرحوم تھے۔ ممبران میں مولانا کفایت اللہ، مولانا نعیم الدین، مولانا قطب الدین اور سید سلیمان ندوی تھے۔ چونکہ ممبروں کا اتفاق کسی ایک نقطہ پر نہ ہوسکا، اس لیے سید صاحب نے ایک رپورٹ الگ تیار کی جس پر مولانا کفایت اللہ مولانا قطب الدین اور سید صاحب نے دستخط کیے۔ یہ وہی رپورٹ ہے۔

۳۵۵ امام المسلمین کا حکم تشریعی اور عالم رویا کے احکام کی اطاعت۔ — نمبر۵ جلد ۵۹ مئی ۱۹۴۷

۳۵۶ ایک آیت کا زمانہ نزول — نمبر۵ جلد ۵۹ جون ۱۹۴۷

	(سیرت جلد ہفتم کا ایک باب)	
۳۳۹	عدل جہانگیری کا واقعہ	نمبر۴ جلد ۵۷ اپریل ۱۹۴۶
۳۴۰	الرد علی المنطق	نمبر۴ جلد ۵۷ اپریل ۱۹۴۶
۳۴۱	پروفیسر حافظ محمود خاں صاحب شیرانی مرحوم وفات پر تاثرات	نمبر۴ جلد ۵۷ اپریل ۱۹۴۶
۳۴۲	غبار خاطر	نمبر۶ جلد ۵۷ جون ۱۹۴۶
۳۴۳	مرزا بیدل کیا عظیم آبادی نہ تھے؟ یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مرزا بیدل ممکن ہے عظیم آبادی نہ ہوں لیکن صوبہ بہار کے ضرور تھے۔	نمبر۲ جلد ۵۷ اگست ۱۹۴۶
۳۴۴	متفرق سوالات	نمبر۴ جلد ۵۸ اکتوبر ۱۹۴۶
۳۴۵	تخلیق عالم کا مقصد	نمبر۴ جلد ۵۸ اکتوبر ۱۹۴۶
۳۴۶	حکومت الٰہیہ اور مسلمانوں کا مطمح نظر	نمبر۴ جلد ۵۸ اکتوبر ۱۹۴۶
۳۴۷	حاکم حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (سیرت النبی جلد ہفتم) سیرت النبی جلد ہفتم کا ایک باب	نمبر۵ جلد ۵۸ نومبر ۱۹۴۶
۳۴۸	خطبہ اسناد طبیہ اسکول پٹنہ اس مضمون میں حسب ذیل پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے: طبی تراجم طب اسلامی ہے یونانی نہیں۔ عجم میں طب، دنیائے اسلام میں طب، ہندوستان میں طب، شاہان ہندوستان کے دربار میں وید، ہندوستان میں اسلامی طب کی ترقیاں، ویدک اور طب کا لین دین، طب کی تجدید، طب اور آلات کا استعمال، قدیم کتب کی فراہمی، عمدہ اور تازہ دواؤں کی فراہمی، مفردات اور مرکبات، حیدرآباد دکن کا طبی	نمبر۶ جلد ۵۸ دسمبر ۱۹۴۶

شفاخانہ، دیسی طب کی حمایت، طب اور مذہب، نوجوان طبیبوں کو نصائح۔

۳۴۹ جزئی فضیلت کا مفہوم و مقصد — نمبر ۶ جلد ۵۸ دسمبر ۱۹۴۶

۳۵۰ کیا ولادت نبوی کے وقت آپ کے والد کی وفات ہو چکی تھی۔ — نمبر ۲ جلد ۵۹ فروری ۱۹۴۷

۳۵۱ کرنول کے علاقہ مدراس کے ایک عالم دین کی وفات "حاجی محمد عمر" — نمبر ۳ جلد ۵۹ مارچ ۱۹۴۷

۳۵۲ طوفان محبت — نمبر ۳ جلد ۵۹ مارچ ۱۹۴۷

نواب ہوشیار جنگ ہوش بلگرامی کی تصنیف پر تبصرہ۔

۳۵۳ حکیم حبیب الرحمن مرحوم ڈھاکہ — نمبر ۴ جلد ۵۹ اپریل ۱۹۴۷

۳۵۴ اندراج نکاح و طلاق اور تقرر قضاۃ — نمبر ۵ جلد ۵۹ مئی ۱۹۴۷

۱۹۲۷ء میں یو پی کی مجلس قانون ساز میں ڈاکٹر شفاعت احمد خاں کی کوششوں سے ایک کمیٹی بنی تھی جس کا نام "مسلم میرج سب کمیٹی" تھا جس کا مقصد مسلمانوں کے نکاح و طلاق کے معاملات پر غور اور نکاح و طلاق کو درج رجسٹر کرانے کے لیے ایک قانون بنانا تھا۔ اس کمیٹی کے صدر سر شاہ سلیمان مرحوم تھے۔ ممبران میں مولانا کفایت اللہ، مولانا نعیم الدین، مولانا قطب الدین اور سید سلیمان ندوی تھے۔ چونکہ ممبروں کا اتفاق کسی ایک نقطہ پر نہ ہو سکا، اس لیے سید صاحب نے ایک رپورٹ الگ تیار کی جس پر مولانا کفایت اللہ، مولانا قطب الدین اور سید صاحب نے دستخط کیے۔ یہ وہی رپورٹ ہے۔

۳۵۵ امام المسلمین کا حکم تشریعی اور عالم رویا کے احکام کی اطاعت۔ — نمبر ۵ جلد ۵۹ مئی ۱۹۴۷

۳۵۶ ایک آیت کا زمانہ نزول — نمبر ۵ جلد ۵۹ جون ۱۹۴۷

٣٥٧	حضرت مولانا شاہ محی الدین پھلواروی امیر شریعت بہار	نمبر ٦ جلد ٥٩ جون ١٩٤٧
٣٥٨	سیاسیات اسلام کے نظریے یہ مضمون مولانا حیدر زماں صدیقی صاحب کی کتاب اسلامی نظریہ سیاست میں بطور مقدمہ شائع ہوا۔	نمبر ٤ جلد ٦٠ اکتوبر ١٩٤٧
٣٥٩	آہ مولانا عماد الدین !	نمبر ٤ جلد ٦٠ اکتوبر ١٩٤٧
٣٦٠	اسلامی یا مسلمانوں کی حکومت	نمبر ٥ جلد ٦٠ نومبر ١٩٤٧
٣٦١	ماتم گذار برامکہ کا ماتم	نمبر ٣ جلد ٦١ مارچ ١٩٤٨
٣٦٢	نواب غلام احمد کلامی مدراس	نمبر ٣ جلد ٦١ مارچ ١٩٤٨
٣٦٣	برک اور پرکھ	نمبر ٤ جلد ٦١ اپریل ١٩٤٨
٣٦٤	مولانا ثناء اللہ امرتسری	نمبر ٥ جلد ٦١ مئی ١٩٤٨
٣٦٥	مولانا ابوالبرکات دانا پوری	نمبر ٥ جلد ٦١ مئی ١٩٤٨
٣٦٦	مولانا یعقوب بخش قادری بدایونی	نمبر ٥ جلد ٦١ مئی ١٩٤٨
٣٦٧	قومیت ٹیگور کی کتاب نیشنلزم کے اردو ترجمہ پر مقدمہ	نمبر ٢ جلد ٦٢ اگست ١٩٤٨
٣٦٨	ہندوستان کی اصلیت اور اس کے کچھ اصول گاندھی جی کی خواہش کے مطابق "عبدالحق راجندر پیکیٹ" ہوا تھا، اس کے ایک ممبر سید صاحب بھی تھے۔ سید صاحب نے اسی سلسلہ میں یہ مضمون تحریر فرمایا تھا۔	نمبر ٣ جلد ٦٢ ستمبر ١٩٤٨
٣٦٩	ہندو مسلم ملاپ ایک سندیس	نمبر ١١ جلد ٦٢ نومبر ١٩٤٨
٣٧٠	سید حسین کی موت	نمبر ٤ جلد ٦٣ اپریل ١٩٤٩

۳۷۱	مولانا شبیر احمد عثمانی !	نمبر۴ جلد۶۳ اپریل ۱۹۵۰
۳۷۲	سر شیخ عبدالقادر !	نمبر۵ جلد۶۵ مئی ۱۹۵۰
۳۷۳	جن سے میں متاثر ہوا آل انڈیا ریڈیو کی ایک تقریر	نمبر۱ جلد۶۶ جولائی ۱۹۵۰
۳۷۴	ملا خیر اللہ مہندس کے چند نئے رسائل استاد ملا احمد معمار جس نے لال قلعہ، جامع مسجد اور تاج محل کی عمارتیں بنوائی تھیں اس کے حالات سے متعلق چند مزید تصنیفات کا ذکر	نمبر۳ جلد۶۶ ستمبر ۱۹۵۰
۳۷۵	آہ مولانا شیروانی !	نمبر۶ جلد۶۶ دسمبر ۱۹۵۰
۳۷۶	واحسرتا (مولانا حسرت موہانی کی وفات پر تاثرات) یادگار حسرت نمبر: اردو اکیڈمی، لکھنؤ ۸۱ء	نمبر۶ جلد ۶۸ دسمبر ۱۹۵۱
۳۷۷	نقوش سلیمانی طبع دوم کا مقدمہ	نمبر۲ جلد۶۹ فروری ۱۹۵۲
۳۷۸	پروفیسر شیخ عبدالقادر سرفراز (پونہ)	نمبر۳ جلد۷۱ مارچ ۱۹۵۳
۳۷۹	سیرت النبی جلد ہفتم کا ایک باب	مارچ ۱۹۷۸
۳۸۰	عہد نبوی میں نظام حکومت کے مظاہر اور خصائص (۱)	اپریل ۱۹۷۸
۳۸۱	عہد نبوی میں نظام حکومت کے مظاہر اور خصائص (۲)	مئی ۱۹۷۸
۳۸۲	اسلام میں حکومت کی حیثیت و اہمیت (۱)	ستمبر ۱۹۷۸
۳۸۴	سلطنت اور دین کا تعلق	نومبر ۱۹۷۸
۳۸۵	اسلامی ریاست کی اولین بنیاد	دسمبر ۱۹۷۸
۳۸۶	نظریہ خلافت	
۳۸۷	امت مسلمہ کی بعثت	جنوری ۱۹۷۹
	یوسف ثانی	ابوالکلام آزاد، مرتبہ عبداللہ بٹ

اقبال کا علم کلام   مقالات یوم اقبال : قومی کتب خانہ لاہو

○ معلومات : بھوپال (ماہنامہ)

تاریخ قضاۃ بھوپال کا مقدمہ۔ مجلس نشر و تالیف کی پہلی کتاب   مارچ ۱۹۴۸

○ ندیم ، گیا (ماہنامہ)

۱ بہار میں اردو   بہار نمبر جولائی ۱۹۳۳ء

۲ نوجوانان بہار اور خدمت اردو   بہار نمبر ۱۹۳۵ء

۳ دو ہفتے میسور اور مدراس میں   ستمبر ۱۹۳۷

۴ بعض لفظوں کی نئی تحقیق (۱)   اگست ۱۹۳۸

۵ بعض لفظوں کی نئی تحقیق (۲)   ستمبر ۱۹۳۸

۶ کیا اسلام میں تجدید کی ضرورت ہے   ستمبر ۱۹۳۹

۷ مولانا شبلی اردو شاعری کے لباس میں   بہار نمبر ۱۹۴۰

○ نظام المشائخ : دہلی (ماہنامہ)

۱ دنیا کا بزرگ ترین انسان   جلد ۵ نمبر ۶ نومبر ۱۹۱۸

بیروت کے ایک مسیحی اخبار الوطن نے سوال کیا تھا کہ دنیا کا بزرگ ترین انسان کون ہے جس کے پہلے جواب کا سید صاحب نے ترجمہ پیش کیا ہے جس میں حضرت محمدؐ کو بزرگ ترین انسان مانا گیا ہے ۔

۲ اسلامی قومیت   اکتوبر ۱۹۳۲

۳ مسلمانوں کی ترقی کا راز   مئی ۱۹۳۲

ایک واحد اعلیٰ برتر مقدس قادر اعلیٰ الاطلاق کی عقیدت۔ عالمگیر انسانی برادری کی مساوات اور رسول اللہ کی محبت اور اس کی تعلیم پر عمل کا جذبہ۔

۴ عمل صالح — اکتوبر ۱۹۳۳

قرآن سے مثال لے کر اور تشریح کر کے بتایا گیا ہے کہ اسلام نے عمل پر بہت زور دیا ہے اور ہم عمل پر زور نہیں دیتے۔

۵ تبلیغ نبوی — اگست ۱۹۳۴

تبلیغ کی اہمیت، اس کی وسعت تبلیغ کے اصول۔ قول لین۔ اغراض در قول بلیغ۔ تیسر و تبشیر، تدریج۔

۶ اسلام اور سوشلزم — اگست ۱۹۳۴

۷ حج کو چلو — جنوری ۱۹۳۵

○ نگار، لکھنؤ (ماہنامہ)

۱ پھر بحث سنت (۱) جولائی ۱۹۳۰

۲ پھر بحث سنت (۲) اگست ۱۹۳۰

○ وکیل، امرتسر (سہ روزہ)

۱ انگریزی نصاب تعلیم اور تاریخ اسلام — جلد ۱۶ نمبر ۳۵ ۳؍ اگست ۱۹۲۵

ایک مراسلہ جس میں الہ آباد یونیورسٹی کے انٹرنس کے امتحان میں داخل شدہ ہسٹری "ہسٹری آف انڈیا" کی غلطیاں بتائی گئی ہیں۔

۲ ندوۃ العلماء کی شورش کا اصلی راز (۱) جلد ۱۶ نمبر ۶۵ ۳ دسمبر ۱۹۱۰

۳ ندوۃ العلماء کی شورش کا اصلی راز (۲) جلد ۱۶ نمبر ۲، ۴ جنوری ۱۹۱۱

۴ کتب خانہ اسکندریہ — جلد ۱۷ نمبر ۸۳ ۷ فروری ۱۹۱۲

۵ تصحیح اغلاط تاریخی — جلد ۱۸ نمبر ۱۱ ۱۱ مئی ۱۹۱۲

رپورٹ تصحیح اغلاط تاریخی کا مختصر اقتباس

۶ مولانا شبلی نعمانی — جلد ۱۳ نمبر ۱۷ ۳۰ مئی ۱۹۰۷

مراسلہ متعلق حادثہ پاؤں شبلی نعمانی

۷ مکاتیب شبلی — جلد ۱۵ نمبر ۶۸ ۴ دسمبر ۱۹۰۹

مکاتیب شبلی کی طباعت اور اس کی ضرورت و اہمیت سے متعلق

○ ہمدرد ۔ دہلی

۱ نجد و حجاز — نمبر ۱۰ جلد ۱ ۲۰ نومبر ۱۹۲۴

وہابی تحریک، محمد بن عبدالوہاب نجدی، امرائے نجد، موجودہ سلطان، موجودہ حکومت نجد کی وسعت وغیرہ۔

۲ رئیس وفد حجاز مولانا سید سلیمان ندوی کی تقریر — نمبر ۴۶ جلد ۲ ۲۶ فروری ۱۹۲۵

حجاز کے حالات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی

۳ دار العلوم ندوۃ العلما کی تعمیر دار الاقامہ کیلیے دورہ — نمبر ۱۴۵ جلد ۲ ۲۵ جون ۱۹۲۵

ہمدردان ندوہ سے امداد طلب کی گئی ہے۔

۴ شغل تکفیر — نمبر ۱۷۳ جلد ۲ ۲۹ جون ۱۹۲۵

علمائے بریلی کے فتوۂ کفر کے جواب میں

۵ اسلامی جمہوریت — نمبر ۲۴۲ جلد ۳ ۱۲ نومبر ۱۹۲۶

نوٹ: یہ مضمون الندوہ ۱۹۱۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔

○ ہندستانی الہ آباد ۔ ہندستانی اکیڈمی کا سہ ماہی رسالہ

۱ ولی کے معاصر ہاشم علی کا دیوان مراثی نمبر۳ جلد۱ جولائی ۱۹۳۱

مقدمات، تعارفات، دیباچے :

تاریخ دولت عثمانیہ (مختصر تعارف)	دولت عثمانیہ جلد اول : ڈاکٹر محمد عزیز
تعارف نووارد شاعر	شعلۂ طور : جگر مراد آبادی
حقیقت علمی شاعری	نصیر الدین حسین خیال
خمستان	خمستان : اثر صہبائی
خیابان	خیابان : محمود اسرائیلی
دیباچہ	تاریخ اسلام حصہ اول : شاہ معین الدین احمد ندوی
عطر سخن	عطر سخن : ڈپٹی سید یوسف حسین
دیباچہ	بزم تیموریہ : سید صباح الدین عبدالرحمن
کلام شاد	کلام شاد : شاد عظیم آبادی
کلیات عشق	کلیات عشق : مرتبہ مولوی حسن رضا عظیم آبادی
گلستان امجد	گلستان امجد : امجد حیدر آبادی
مسدس حالی	مسدس حالی : خواجہ الطاف حسین حالی
مکاتیب مہدی	مکاتیب مہدی : مہدی بیگم
مقدمہ	نوائے حیات : یحییٰ اعظمی
مولانا شبلی شاعر کے لباس میں	کلیات شبلی : سید سلیمان ندوی

مکاتیب سلیمان

۱	بنام	عبدالماجد دریابادی	بہار نمبر	ندیم، گیا	۱۹۴۰ء
۲	بنام	رئیس احمد جعفری	سید سلیمان نمبر	ریاض، کراچی	مارچ ۱۹۵۴
۳	بنام	سید عبدالحکیم رحمانی دسنوی	معارف،	اعظم گڑھ	اپریل ۱۹۵۵
۴	بنام	سید عبدالحکیم رحمانی دسنوی	معارف،	اعظم گڑھ	ستمبر ۱۹۵۵
۵	بنام	سید عبدالحکیم رحمانی دسنوی	معارف،	اعظم گڑھ	اکتوبر ۱۹۵۵
۶	بنام	سید عبدالحکیم رحمانی دسنوی	معارف،	اعظم گڑھ	نومبر ۱۹۵۵
۷	بنام	سید عبدالحکیم رحمانی دسنوی	معارف،	اعظم گڑھ	مئی ۱۹۵۶
۸	بنام	شاہ معین الدین ندوی	معارف،	اعظم گڑھ	فروری ۱۹۵۷
۹	بنام	شاہ معین الدین ندوی	معارف،	اعظم گڑھ	مارچ ۱۹۵۷
۱۰	بنام	شاہ معین الدین ندوی	معارف،	اعظم گڑھ	اپریل ۱۹۵۷
۱۱	بنام	شاہ معین الدین ندوی	معارف،	اعظم گڑھ	مئی ۱۹۵۷
۱۲	بنام	شاہ معین الدین ندوی	معارف،	اعظم گڑھ	جون ۱۹۵۷
۱۳	بنام	شاہ معین الدین ندوی	معارف،	اعظم گڑھ	جولائی ۱۹۵۷
۱۴	بنام	شاہ معین الدین ندوی	معارف،	اعظم گڑھ	اگست ۱۹۵۷
۱۵	بنام	ہمایوں مرزا بیرسٹر، نواب سید علی حسن، تمکین کاظمی، محمد عبداللہ قریشی، پروفیسر میمن عبدالعزیز، عبدالباری بی اے مولٰنا عرفان، صغرا ہمایوں مرزا، امتیاز علی عرشی، اثر صہبائی، نصیر الدین ہاشمی، غلام رسول مہر، نواب سید شمس الحسن، سید الطاف علی بریلوی، محمد امین زبیری، مالک رام، عبدالرزاق البرامکہ۔	مکاتیب نمبر	نقوش، لاہور	نومبر ۱۹۵۷

(کل ۶۱ خطوط)

۱۶	بنام	ظفر احمد عثمانی	معارف، اعظم گڑھ	جون ۱۹۶۰
۱۷	بنام	سید عبدالحکیم رحمانی دسنوی، ظفر احمد ندوی	معارف، اعظم گڑھ	جولائی ۱۹۶۰
۱۸	بنام	سید عبدالحکیم رحمانی دسنوی	معارف، اعظم گڑھ	ستمبر ۱۹۶۰
۱۹	بنام	سید عبدالحکیم رحمانی دسنوی	معارف، اعظم گڑھ	اکتوبر ۱۹۶۰
۲۰	بنام	سید عبدالحکیم رحمانی دسنوی	معارف، اعظم گڑھ	دسمبر ۱۹۶۰
۲۱	بنام	محمد علی حیدر آبادی	بنات، کراچی	مئی ۱۹۶۴
۲۲	بنام	محمد علی حیدر آبادی	بنات، کراچی	جولائی، اگست ۱۹۶۴
۲۳	بنام	شاہ فضل امام واقف آروی	ہماری زبان، علی گڑھ	یکم ستمبر ۱۹۶۵
۲۴	بنام	سید وحید احمد قیصر ندوی	خطوط نمبر (۱) نقوش، لاہور	اپریل مئی ۱۹۶۸
۲۵	بنام	ڈاکٹر سید عبداللہ (عکسی)	خطوط نمبر (۱) نقوش، لاہور	اپریل مئی ۱۹۶۸
۲۶	بنام	نواب سید امیر حسن	معارف، اعظم گڑھ	مئی اگست ۱۹۷۶
۲۷	بنام	شیخ نذیر حسین	معارف، اعظم گڑھ	مئی ۱۹۷۸
۲۸	بنام	ابوالکلام سید عبدالحکیم دسنوی	بیاد سید سلیمان ندوی مرتبہ صبیح محسن (پاکستان)	
۲۹	بنام	ذاکرہ خاتون بیگم سید محمد لیئق دسنوی	بیاد سید سلیمان ندوی مرتبہ صبیح محسن (پاکستان)	

کلامِ سلیمان

- غزل شعلۂ غم پسِ مُردن جو بھڑک جاتے ہیں
  سنگ ہائے لحد کشتہ چٹک جاتے ہیں

جلد ۱ نمبر ۲ اگست ۱۹۰۳ء بہار، بانکی پور

- غزل ہا، خلق میں بدنام میرا نام ہے
  عشق کرنے کا یہی انجام ہے

جلد ۱ نمبر ۵ نومبر ۱۹۰۳ء بہار، بانکی پور

- نظم قوم کی تم سے اُمید

۲۲ اکتوبر ۱۹۰۴ء الپنچ، بانکی پور

- نظم ترکیب بند

۲۶ نومبر ۱۹۰۴ء الپنچ، بانکی پور

- شخصی مرثیہ آہ سید صفیر الحق

۴ فروری ۱۹۰۵ء الپنچ، بانکی پور

- سہرا لائی ہیں خلد سے حوریں یہ معطّر سہرا

۲۲ جون ۱۹۰۵ء الپنچ، بانکی پور

- نظم ترکیب بند

۲۵ جنوری ۱۹۰۶ء الپنچ، بانکی پور

● رباعی انساں وہ ہے جو سب کو انسان سمجھے

جلد ۱ نمبر ۱۱ مئی ۱۹۱۷ء معارف، اعظم گڈھ

● غزل تشہیر کا باعث نہ ہوا دامانِ قبا دیکھ
لائے نہ کہیں رنگ یہ خونِ شہدا دیکھ

جلد ۱ نمبر ۱۲ جون ۱۹۱۷ء معارف، اعظم گڈھ

● نظم قدیم و جدید طرزِ حکومت
(انڈمنٹی بل اور رولٹ بل)

جلد ۱ نمبر ۵ نومبر ۱۹۱۹ء صبحِ اُمید، لکھنؤ

● کلام علامہ سلیمان ندوی بحیثیت شاعر

جولائی ۱۹۳۴ء ندیم، گیا

● نظم نربدا

۱۹۳۴ء سالنامہ کارواں، لاہور

● نعت سُلطانِ مدینہ

جلد ۲ نمبر ۲ نومبر ۱۹۵۰ء مستقبل، کراچی

● نظم تصوّرات

جلد ۲ نمبر ۴ جنوری ۱۹۵۰ء مستقبل، کراچی

● غزل گلزارِ خلیل آسا یہ آتشِ سوزاں ہے
یعنی کہ یہ سوزاں دل آرام دل و جاں ہے

جلد ۲ نمبر ۸ مئی ۱۹۵۱ء مستقبل، کراچی

- غزل صدق احساس کی دولت مجھے مولا دے دے
  غمِ امروز بھُلا دے، غمِ فردا دے دے

جلد ۲ نمبر ۸ مئی ۱۹۵۱ء مستقبل، کراچی

- نظم دُنیائے محبّت

جلد ۳ نمبر ۱ جنوری ۱۹۵۲ء مستقبل، کراچی

- نظم ذوقِ طلب

جلد ۳ نمبر ۲ فروری ۱۹۵۲ء مستقبل، کراچی

- غزل شعلے اٹھیں ہزار تجلّی مگر کہاں
  یہ آگ ہے ضرور مگر طور کی نہیں

ریاض کراچی، سید سلیمان نمبر، مارچ ۱۹۵۴ء

- غزل چاندنی چھٹکی ہوئی جس کی ہزاروں دل میں ہے
  وہ فروغ نور عالم اس مہِ کامل میں ہے

مطبوعات :

تصنیفات، تالیفات، ترتیبات

○ دروس الادب (معارف، اعظم گڑھ) الجزء الاول ۱۹۱۲ء ۱۹۶۵ء

اس کی حیثیت عربی کی ریڈر کی ہے۔ عربی کے مدارس میں مدّت تک نصاب میں داخل رہی اور مقبول رہی۔

○ دروس الادب (مطبع معارف، اعظم گڑھ) الجزء الثانی ۱۳۸۳ھ

○ لغات جدیدہ ۱۹۱۲ء

علّامہ شبلی کی خواہش سے عربی کے نئے الفاظ کا ایک لغت ترتیب دیا۔ جو اُس زمانہ کے مصر و شام کے عربی اخبارات اور رسائل میں عام طور سے مستعمل تھے۔

○ ارض القران جلد اوّل : دار المصنّفین، اعظم گڑھ ۱۹۱۶ء

اس کتاب کی حیثیت سیرت النبی کے مقدّمہ کی ہے۔ مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں :

"یہ قرآن مجید کی تاریخی جغرافیائی تفسیر ہے۔ قرآن مجید میں جن مقامات اور اقوام و قبائل کا ذکر آیا ہے، ارض القرآن میں اس کی تاریخی، جغرافی اور اثری تحقیق کی گئی ہے جس سے کلام مجید کے بیانات اور تاریخی جغرافی تحقیقات میں مطابقت پیدا ہو جاتی ہے اور عرب کی قدیم تاریخ کی تحقیق میں مستشرقین نے جو غلطیاں کی ہیں اُن کو بھی واضح کیا گیا ہے۔"

[حیاتِ سُلیمان، ص ۱۰۳]

○ ارض القرآن جلد دوم : معارف پریس دار المصنّفین، اعظم گڈھ
طبع اوّل ۱۹۱۸ء

بنو ابراہیم کی تاریخ اور عربوں کی قبلِ اسلام تجارت، زبان اور مذہب پر حسب بیان قرآن مجید و تطبیق آثار و توراۃ و تاریخ یونان و روم تحقیقات مباحث ہیں۔

○ حیاتِ مالک : مطبع معارف، اعظم گڈھ طبع اوّل ۱۹۱۷ء

حضرت امام مالکؒ کے سوانح اور تصنیفات پر تبصرہ، تابعین مدینہ اور فقہائے حجاز کے حالات، علم حدیث کی ابتدائی تاریخ اور اور جمع حدیث کے لئے محدثین کرام کی کوششوں کا ذکر۔

○ خطبات مدراس : مطبع معارف، اعظم گڈھ ۱۹۲۶ء

اکتوبر اور نومبر ۱۹۲۵ء میں مدراس کے انگریزی مدرسوں کے طالب علموں اور عام مسلمانوں کے سامنے لالی ہال (مدراس) میں آٹھ خطبے دیئے تھے۔

○ سیرت النبیؐ جلد دوم : تالیف علامہ شبلی نعمانی مع اضافہ تکملہ سید سُلیمان ندوی
: مطبع معارف، اعظم گڈھ ۱۹۲۰ء

سیّد صاحب نے سیرت النبیؐ جلد اوّل تالیف علّامہ شبلی نعمانی کی اشاعت کے موقع پر تحریر کیا تھا :

"جلد دوم از ۹ھ تا ۱۱ھ جس میں اقامتِ امن، تاسیسِ

خلافت، اشاعتِ اسلام، انتظاماتِ مذہبی، تکمیلِ شریعت، حجۃ الوداع، وفات، شمائل و اخلاق و عادات کی تفصیل اور ازواج و اولاد کا مختصر تذکرہ ہے۔"

○ سیرت النّبی جلد سوم : مطبع معارف، اعظم گڑھ ۱۹۲۴ء

مشتمل بر دلائل و معجزات۔

○ سیرت النّبی جلد چہارم : مطبع معارف، اعظم گڑھ ۱۹۳۲ء

منصبِ نبوّت کی حقیقت، اس کے لوازم و خصائص پہ بحث ہے۔

○ سیرت النّبی جلد پنجم : مطبع معارف، اعظم گڑھ نومبر ۱۹۳۵ء

موضوع اسلامی عبادات کی توضیح و تشریح ہے۔

○ سیرت النّبی جلد ششم : مطبع معارف، اعظم گڑھ نومبر ۱۹۳۶ء

اس میں اسلامی فلسفۂ اخلاق کی تشریح کی گئی ہے۔ پھر اسلام کی اخلاقی تعلیمات، فضائل و رذائلِ اخلاق اور اسلامی آداب و اخلاق کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

○ سیرتِ عائشہ : ۱۹۲۴ء

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سوانح ۔ مولانا شبلی نعمانی سے سیرتِ عائشہؓ کے لئے تقاضہ کیا۔ لیکن دوسرے کاموں نے اس کی

تکمیل کا موقع نہ دیا، بالآخر ۱۹۲۴ء میں وہ اسے مکمل کر کے شائع کرانے میں کامیاب ہوئے۔

○ عرب و ہند کے تعلقات : ہندستانی اکیڈمی، الہ آباد ۱۹۳۰ء

تقریریں جو ۲۲، ۲۳ مارچ ۱۹۲۹ء کو ہندستانی اکیڈمی، الہ آباد کے سامنے کی گئیں۔

○ عربوں کی جہاز رانی : اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن (بمبئی)
مطبع معارف، اعظم گڈھ ۱۹۳۵ء

مارچ ۱۹۳۰ء میں اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن کے ایماء پر سید صاحب نے چار لکچر دیئے۔
اس کا دوسرا ایڈیشن ادبی پرنٹنگ پریس میں چھپا۔ اس ایڈیشن میں سید صاحب کا مضمون "عرب و امریکا" (معارف، مارچ، اپریل ۱۹۳۹ء) اور ڈاکٹر حمید اللہ کا استدراک (معارف ج ۳۷ ش ۵ اور ۶ مع تصحیح) بھی شامل کر دیا گیا۔

○ خیّام : ۱۹۳۳ء

سوانح و تصانیف پر ناقدانہ نظر ——
پہلے یہ مقالہ کی صورت میں آل انڈیا اورینٹل کانفرنس دسمبر ۱۹۳۰ء (پٹنہ) میں پیش کیا گیا تھا۔ بعد میں خیّام کے چند غیر مطبوعہ فلسفیانہ رسائل اور رباعیات کے ایک غیر مطبوعہ نسخہ کو سامنے

رکھ کر یہ تصنیف عمل میں آئی۔

○ نقوشِ سلیمانی : ۱۹۳۹ء

پانچ خطبات، پندرہ مقالات اور گیارہ مقدمات کا مجموعہ۔

○ رحمتِ عالم : مطبع معارف، اعظم گڈھ طبع اوّل ۱۹۴۰ء

مدرسوں اور اسکولوں کے طالب علموں کے لئے مختصر سیرتِ رسول۔
یہ کتاب بے حد مقبول ہوئی۔ اس کا ترجمہ ہندی، گجراتی اور
دوسری زبانوں میں بھی کیا گیا۔

○ حیاتِ شبلی : فروری ۱۹۴۴ء

شمس العلماء علّامہ شبلی نعمانی کے سوانح حیات اور علمی و عملی کارنامے۔

○ دُنیائے اسلام اور مسئلہ خلافت ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء

(خلافت کانفرنس شاہجہانپور کا خطبۂ صدارت)

اُس وقت دُنیائے اسلام کی سیاسی حالت اور دُنیا کے مُلکوں کے
مسلمان خلافت کے لئے کیا کر رہے تھے۔

○ خلافت اور ہندوستان ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء

آغازِ اسلام سے آج تک، خلافت راشدہ، امویہ، عباسیہ،

عثمانیہ میں خلفائے اسلام اور سلاطینِ ہند کے باہمی تعلّقات
کی تفصیل۔

○ **خلافتِ عثمانیہ اور دُنیائے اسلام** ۱۹۲۲ء

فروری، مارچ، اپریل ۱۹۲۲ء کے معارف میں قسط وار یہ مقالہ
شائع ہوا، پھر بعد میں کتابی صورت میں اسے شائع کر دیا گیا۔

○ **خواتینِ اسلام کی بہادری** طبع دوم ۱۳۴۱ھ

○ **سیر افغانستان** مئی ۱۹۴۵ء

تین ہم سفر • علّامہ اقبال • سیّد سُلیمان • سر راس مسعود
۱۹۳۳ء میں نادر شاہ شہید شاہ افغانستان نے ان تین بزُرگوں کو
افغانستان آنے کی دعوت دی۔ سیّد صاحب نے سفر واپسی کے
بعد یہ سفر نامہ کتابی صورت میں قلمبند کیا۔

○ **ہماری زبان کا نام**

یہ تقریر آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس، علی گڑھ کے شعبۂ اُردو
میں ۲۹ مارچ ۱۹۳۷ء کو اسٹریچی ہال میں ہوئی۔

○ **روداد وَفدِ حجاز** : جمعیۃ مرکزیہ مجلس خلافت ہند
معاملاتِ حجاز و نجد کو سُلجھانے کے لئے ۱۸ دسمبر ۱۹۲۴ء کو

ایک وفد بمبئی سے جدّہ روانہ کیا گیا جو ۱۸ فروری ۱۹۲۵ء کو
بمبئی واپس آ گیا۔

○ مکاتیب شبلی حصّہ اول : مرتّبہ سید سلیمان ندوی ۱۹۱۶ء

○ مکاتیب شبلی حصّہ دوم طبع دوم ۱۹۲۷ء

○ بُشریٰ

○ انتخابات شبلی : مرتّبہ سید سلیمان ندوی ۱۹۵۰ء

○ رپورٹ وفدِ حجاز : ۱۹۲۷ء/ ۱۹۲۶ء
مرتّبہ سید سلیمان ندوی، شوکت علی۔ محمد علی، شعیب قریشی

○ بریدِ فرنگ : ۱۹۵۲ء
اُن خطوط کا مجموعہ جن کو سید سُلیمان ندوی نے ۱۹۲۰ء میں یورپ سے ہندُستان میں بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں کے نام لکھا اور جن میں انھوں نے اُس وقت کے یورپ اور دُنیائے اسلام کے سیاسی اور اجتماعی حالات لکھے اور سیاسی تبصرے کیے ہیں اور دُنیائے اسلام کے اکابر رجال کی ملاقاتیوں کا حال بیان کیا ہے۔

○ **مکاتیب سیّد سُلیمان ندوی** : مرتّب مسعود عالم ندوی مئی ۱۹۵۴ء

مولانا مسعود عالم ندوی کے نام خطوط

۲۸ فروری ۱۹۲۸ء سے ۸ اگست ۱۹۵۳ء تک۔

○ **مکتوباتِ سُلیمانی** جلد اوّل : مرتّبہ عبدالماجد دریابادی ۱۹۶۳ء

مولانا عبدالماجد دریابادی کے نام مولانا سید سُلیمان ندوی کے ۳۷۲ خطوط کا مجموعہ۔ تقریباً ایک ہزار توضیحی حاشیوں کے ساتھ۔

○ **مکتوباتِ سُلیمانی** جلد دوم : مرتّبہ عبدالماجد دریابادی ۱۹۶۷ء

مولانا عبدالماجد دریابادی کے نام مولانا سید سُلیمان ندوی کے چار^{۴۰۰}سو خطوط کا مجموعہ۔ تقریباً بارہ^{۱۲۰۰}سو توضیحی حاشیوں کے ساتھ۔

○ **یادِ رفتگاں** : مکتبہ الشرق، آرام باغ شرقی کراچی جنوری ۱۹۵۵ء

سیّد ابوعاصم ایڈوکیٹ اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں :

”یہ اُن مضامین کا مجموعہ نہیں ہے جو سیّد صاحب نے جانے والوں کے غم میں سپرد قلم کیے بلکہ ۱۹۱۴ء سے لے کر اپنی وفات سے کچھ پہلے ۱۹۵۳ء تک کی درد بھری کہانی ہے۔“

○ **ارمغانِ سُلیمان** :

ناشر سید محی الدین احمد۔ (۱۰۹) عالمگیر روڈ۔ شرف آباد۔ کراچی

مجموعہ کلام حضرت مولانا سید سُلیمان ندوی جسے ”دورِ اوّل کا کلام“

اور "دورِ آخر کا کلام" غزل الغزلات (اپریل ۱۹۴۲ تا دسمبر
۱۹۴۹) میں تقسیم کیا گیا ہے۔

○ **مضامینِ سُلیمان** : مرتّبہ ابوسلمہ شفیع ۱۹۵۰ء
: مکتبہ علم و حکمت، بہار شریف

○ **خدا کا آخری پیغام** دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۵ء
: دینی بُک ڈپو، اُردو بازار، دہلی

عرضِ ناشر میں محمد سعید صاحب منیجر دینی بُک ڈپو دہلی، لکھتے ہیں :
"۱۹۴۷ء، مسٹر مجیب احمد مالک بچّوں کے کتاب گھر کو بعض مجبوریوں کی وجہ سے ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ انھوں نے سیّد صاحب کا ایک مسودہ دیا جس کی وہ سید صاحب سے چھاپنے کی اجازت حاصل کر چکے تھے"۔ مسٹر مجیب احمد نے یہ انتخاب دینی بُک ڈپو (دلّی) کے مالک محمد سعید کو اشاعت کے لئے دے دیا۔

○ **مقالاتِ سُلیمان** : مرتّبہ سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن ۱۹۶۶ء
(تاریخی) : دارالمصنفین، اعظم گڈھ

○ **مقالاتِ سُلیمان** : مرتّبہ شاہ معین الدین ۱۹۶۸ء
(حصّہ دوم) : دارالمصنفین، اعظم گڈھ

○ **خطبات شبلی** : مرتبہ مولانا سید سلیمان ندوی ۱۹۶۵ء
: معارف پریس، اعظم گڈھ
علمی، مذہبی و قومی تقریروں اور خطبات کا مجموعہ جو انھوں نے مختلف
قومی اور ملی انجمنوں اور ندوۃ العلما کے سالانہ اجلاسوں میں دیئے۔

○ **انتخاب شبلی** : مرتبہ مولانا سید سلیمان ندوی ۱۹۵۰ء
: معارف پریس، اعظم گڈھ
مولانا شبلی کی شعر العجم اور موازنہ کا انتخاب جس میں کلام کے حسن و قبح
اور عیب و ہنر اور شعر کی حقیقت اور اصولِ تنقید کی تشریح کی گئی ہے۔

○ **مقالات شبلی** (مذہبی) جلد اوّل : مطبع معارف، اعظم گڈھ ۱۹۶۴ء
مولانا سید سلیمان ندوی کا دیباچہ شامل ہے۔

○ **مقالات شبلی** (ادبی) جلد دوم : مرتبہ مولانا سید سلیمان ندوی طبع پنجم ۱۹۶۴ء
: مطبع معارف، اعظم گڈھ
ادبی مضامین کا مجموعہ جن کو الندوہ، معارف، اور علی گڈھ کالج
منتھلی میگزین سے یکجا کیا گیا ہے۔

○ **مقالات شبلی** (تعلیمی) جلد سوم : مرتبہ مولانا سید سلیمان ندوی طبع دوم ۱۹۵۵ء

○ مقالات شبلی (تنقیدی) جلد چہارم : مرتّبہ مولانا سید سلیمان ندوی
طبع سوم ۱۹۵۶ء

○ مقالات شبلی (تاریخی حصّہ اوّل) جلد پنجم : مرتّبہ مولانا سید سلیمان ندوی
طبع دوم ۱۹۵۵ء

○ مقالات شبلی (فلسفیانہ) جلد ہفتم : مرتّبہ مولانا سید سلیمان ندوی
۱۹۶۵ء

○ مقالات شبلی جلد ہشتم : (سید صاحب کا دیباچہ شامل ہے)
۱۹۳۸ء

سُلیمان نما

۱۔ مقالات برائے سُلیمان
۲۔ مکاتیب بنام سُلیمان
۳۔ مطبوعات برائے سُلیمان

- اُبُوالحسن علی ندوی
  مولانا سید سُلیمان ندوی کے علمی و تاریخی کارنامے
  برہان، دہلی مئی ۱۹۶۰ء
- ایضاً
  مولانا سید سُلیمان ندوی کی بارگاہ علم و دانش میں
  سب رس، حیدر آباد مئی ۱۹۶۹ء
- ایضاً
  حیات شبلی کے ناقد
  تحریک، دہلی اکتوبر ۱۹۷۴ء
- اثر صہبائی
  علّامہ سید سلیمان ندوی
  الحمرا، لاہور نومبر ۱۹۵۴ء
- ادیب
  علّامہ سید سلیمان ندوی کے اسلوب پر ایک نظر
  نقوش سلیمانی کی روشنی میں
  معارف، اعظم گڈھ اپریل ۱۹۵۶ء
- ارشد تھانوی
  سید سلیمان مسندِ قضا پر
  ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
- اعجاز الحق قدوسی
  مولانا سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ
  اقبال اور علمائے پاک و ہند : اعجاز الحق قدوسی
- آفتاب احمد نقوی
  اقبال اور سید سلیمان ندوی
  برگ گل، کراچی اقبال نمبر ۱۹۷۷ء
- افتخار احمد بلخی
  ایک مکتوب
  ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
- تنویر امام
  سید سلیمان ندوی ـــــ ایک جائزہ
  بیادِ علامہ سید سلیمان ندوی (کراچی) : صبیح محسن

- حافظ مجیب اللہ ندوی   تحریک ندوۃ العلماء اور سید صاحب
  معارف، اعظم گڈھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء
- حسن مثنیٰ ندوی   ایں منزلت بہ تخت سلیماں برابر است
  ریاض، کراچی سلیمان نمبر ۱۹۵۴ء
- حفیظ الحق دسنوی   علامہ سید سلیمان ندوی
  بیاد علامہ سید سلیمان ندوی (کراچی): صبیح محسن
- حفیظ الحق دسنوی   علامہ سید سلیمان ندوی، چند یادیں
  بیاد علامہ سید سلیمان ندوی (کراچی): صبیح محسن
- حکیم نصیر الدین ندوی   آہ سید العلماء!
  ریاض، کراچی سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
- ذوالفقار حسین بخاری   سید سلیمان ندوی کا اردو ادب میں مقام
  فروغ اردو، لکھنؤ اپریل ۱۹۶۴ء
- ذوالفقار حسین بخاری   علامہ سید سلیمان ندوی کی نثر و انشاء
  معارف، اعظم گڈھ اپریل ۱۹۶۴ء
- ایضاً   سید سلیمان ندوی
  الفرقان، دہلی ستمبر ۱۹۶۴ء
- ایضاً   سید سلیمان ندوی
  الفرقان، دہلی اکتوبر ۱۹۶۴ء
- ایضاً   سید سلیمان ندوی
  ماہ نو، کراچی اکتوبر ۱۹۶۴ء

- ذوالفقار حسین بخاری — سید سلیمان ندوی
  برہان، دہلی نومبر ۱۹۶۵ء
- رشید احمد صدیقی — گنج گرانمایہ
  معارف، اعظم گڈھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء
- ایضاً — مولانا سید سلیمان ندوی
  ہم نفسان رفتہ
- رئیس احمد جعفری — سید صاحب ـ نقوش و تاثرات
  ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
- ایضاً — مولانا سید سلیمان ندوی
  دید و شنید
- ریاض احمد پرواز — سید سلیمان ندوی کی شاعری
  عارف، لاہور اپریل ۱۹۶۵ء
- سعید الحق عاشق — کچھ علامہ سید سلیمان ندوی کے متعلق
  معارف، اعظم گڈھ ستمبر ۱۹۵۷ء
- سہیل احمد — دِسنہ : علامہ سید سلیمان ندوی کا وطن
  بیاد علامہ سید سلیمان ندوی (کراچی)
- سید ابوالخیر کشفی — سید صاحب : ایک تاثراتی تحریر
  بیاد علامہ سید سلیمان ندوی (کراچی)
- سید ابوظفر ندوی — بچپن اور طالب علمی کے واقعات
  معارف، اعظم گڈھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء

● سید ابو عاصم	علالت سے وفات تک ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
● ایضاً	علالت سے وفات تک ۔ علامہ سید سلیمان ندوی (مطبوعہ سید سلیمان نمبر: ریاض، کراچی) معارف، اعظم گڑھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء
● سید احمد اللہ ندوی	علامہ سید سلیمان ندوی ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
● سعید اکبر آبادی	مولانا سید سلیمان ندوی میری نظر میں معارف، اعظم گڑھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء
● سید جمال محسن	بیگم سلیمان ندوی سے ایک ملاقات بیاد علامہ سید سلیمان ندوی
● سید حسین	حضرت قبلہ کا عارفانہ کلام اور سلوک و تصوّف میں ان کا مقام معارف، اعظم گڑھ مئی ۱۹۵۵ء
● سید حسن امام وارثی	ایں نہ مورے بود میگوئی سلیمانے شکست ریاض، کراچی سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
● سید سخی احمد ہاشمی	ڈاکٹر اقبال اور سلیمان ندوی سب رس، حیدرآباد دکن ستمبر ۱۹۶۷ء
● سید سلیمان ندوی	سید سلیمان ندوی (آپ بیتی) نقوش، لاہور آپ بیتی نمبر جون ۱۹۶۴ء

● سید سلیمان ندوی	میری اور مخزن کی تاریخ	مخزن، لاہور سالگرہ نمبر مارچ ۱۹۲۹ء
● سید صباح الدین عبدالرحمٰن	آہ سید صاحب!	معارف، اعظم گڈھ جنوری ۱۹۵۴ء
● ایضاً	مولانا سید سلیمان ندوی	نقوش، لاہور شخصیات نمبر جنوری ۱۹۵۵ء
● ایضاً	اخلاق و سیرت کے کچھ جلوے	معارف، اعظم گڈھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء
● ایضاً	سوانح حیات	معارف، اعظم گڈھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء
● ایضاً	حضرت سید صاحب اور ڈاکٹر اقبال	معارف، اعظم گڈھ جولائی ۱۹۶۷ء
● سید عبدالرؤف اورنگ آبادی	حضرت کا سلوک و تصوف	معارف، اعظم گڈھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء
● سید علی اکبر	سید سلیمان ندوی	ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
● سید عزالدین ندوی	علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ	ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
● سید عقیل احمد جعفری	مور و سلیمان	ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء

- سید مناظر احسن گیلانی تاریخ ارض القرآن
  معارف، اعظم گڈھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء
- سید وقار حسین بخاری علامہ سید سلیمان ندوی کی نثر و انشا
  معارف، اعظم گڈھ اپریل ۱۹۶۴ء
- شاہ معین الدین احمد ندوی سید سلیمان ندوی (شذرات)
  معارف، اعظم گڈھ فروری ۱۹۵۴ء
- ایضاً حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے دینی و علمی خدمات
  معارف، اعظم گڈھ مئی ۱۹۵۵ء
- ایضاً حیات سلیمانی کا ایک حصہ (وفد خلافت کی روداد)
  (۱) معارف، اعظم گڈھ جنوری ۱۹۶۸ء
- ایضاً حیات سلیمانی کا ایک حصہ (وفد خلافت کی روداد)
  (۲) معارف، اعظم گڈھ فروری ۱۹۶۸ء
- ایضاً حیات سلیمانی کا ایک حصہ (وفد خلافت کی روداد)
  (۳) معارف، اعظم گڈھ مارچ ۱۹۶۸ء
- ایضاً ارمغان سلیمان
  معارف، اعظم گڈھ جولائی ۱۹۷۱ء
- شاہ محمد جعفر ندوی چند ملاقاتیں
  ریاض، کراچی سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
- شاہ غلام حسنین ندوی یگانہ عصر صوفی
  ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء

- صلاح الدین احمد ندوی سید الملّت کا ماتم
  ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
- ضیاءالدین احمد برنی سید سلیمان ندوی
  عظمت رفتہ : ضیاءالدین احمد برنی
- طاہر تونسوی اقبال اور سید سلیمان ندوی
  نقوش، لاہور اقبال نمبر (۲) دسمبر ۱۹۷۷ء
- عبدالباری ندوی سیرۃ السیّد، کچھ انمول سبق
  معارف، اعظم گڈھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء
- عبدالعلی خاں سید سلیمان : آج سے ۳۵ سال پہلے
  ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
- عبدالقدوس ہاشمی ندوی سید صاحب کی یاد
  ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
- ایضاً سید سلیمان ندوی : علم و عرفان کے گوہر گراں کا فرہاد
  بیادِ علامہ سید سلیمان ندوی : مرتب صبیح محسن
- عبدالقوی دسنوی علامہ سید سلیمان ندوی کی ادبی خدمات
  کاروان ادب، بمبئی : ۱۹۵۴ء
- ایضاً علامہ سید سلیمان ندوی
  البلاغ، بمبئی تعلیمی نمبر دسمبر ۱۹۵۴ء
- ایضاً حیات سلیمان کی چند جھلکیاں
  مہر نیمروز، کراچی اگست ۱۹۶۰ء

- عبدالقوی دِسنوی کتابیات : مقالات علامہ سید سلیمان ندوی
  معارف، اعظم گڈھ مئی ۱۹۶۶ء
- عبداللطیف اعظمی مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا سید سلیمان ندوی کے باہمی تعلقات۔
  جامعہ، دہلی دسمبر ۱۹۶۳ء
- عبدالماجد دریابادی سید سلیمان ندوی ایڈیٹر کی حیثیت سے
  صدق جدید، لکھنؤ ۲۲ جنوری ۱۹۵۴ء
- ایضاً نقوش سلیمانی
  معارف، اعظم گڈھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء
- ایضاً مولانا سلیمان ندوی
  صدق جدید، لکھنؤ ۲۲ جولائی ۱۹۷۷ء
- ایضاً مولانا سید سلیمان ندوی
  معاصرین، عبدالماجد دریابادی
- عبدالمجید سالک علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم
  ماہ نو، کراچی جنوری ۱۹۵۴ء
- عبدالمغنی علامہ سید سلیمان ندوی کا اسلوب
  شاعر، بمبئی اکتوبر ۱۹۵۹ء
- ایضاً علامہ سید سلیمان ندوی کا علمی کارنامہ
  معارف، اعظم گڈھ دسمبر ۱۹۸۲ء
- عبدالمنان بیدل سفر حجاز کے تاثرات
  معارف، اعظم گڈھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء

عبداللہ چغتائی	علامہ اقبال اور سید سلیمان ندوی اقبال، لاہور اپریل ۱۹۵۶ء
ایضاً	سید سلیمان ندوی اور ان کے چند خطوط اُردو ادب، علی گڑھ دسمبر ۱۹۶۰ء
عتیق الرحمٰن عثمانی	سید صاحب کی زندگی کے وہ خاص گوشے جن سے میں متأثر ہوا (۱) برہان، دہلی فروری ۱۹۵۴ء
ایضاً	سید صاحب کی زندگی کے وہ خاص گوشے جن سے میں متأثر ہوا (۲) برہان، دہلی مارچ ۱۹۵۴ء
عشرت افروز کراچی	مولانا سید سلیمان ندوی کی علمی و ادبی خدمات (۱) معارف، اعظم گڑھ اگست ۱۹۷۷ء
ایضاً	مولانا سید سلیمان ندوی کی علمی و ادبی خدمات (۲) معارف، اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۷۷ء
عقیدت مند	علامہ سید سلیمان ندوی کی یادیں "معارف، سلیمان نمبر" کا مطالعہ فاران، کراچی ستمبر ۱۹۵۸ء
غلام محمد حیدرآبادی	علامہ سید سلیمان ندوی اور پاکستان کے تین سال ریاض، کراچی سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء

غلام محمد حیدر آبادی	سیرت سلیمان کا عرفانی پہلو	معارف، اعظم گڑھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء
ایضاً	علامہ سید سلیمان ندوی : ایک عظیم مبصرِ قرآن	بیادِ علامہ سید سلیمان ندوی : مرتبہ صبیح محسن
فضل اللہ فاروقی ندوی	سید صاحب کی شخصیت کا ایک پہلو	بیادِ علامہ سید سلیمان ندوی : مرتبہ صبیح محسن
مالک رام	علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم	معارف، اعظم گڑھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء
محمد ابراہیم ڈار	حیات شبلی پر ایک نظر	نوائے ادب، بمبئی جنوری ۱۹۵۰ء
محمد ادریس ندوی	بعض اہم کام	معارف، اعظم گڑھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء
محمد اسلم جیراجپوری	سیرۃ النّبی جلد سوم	معارف، اعظم گڑھ سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء
ایضاً	سیرۃ النّبی جلد چہارم	جامعہ، دہلی نومبر ۱۹۳۳ء
محمد اسمٰعیل ذبیح	نقش سلیمانی	ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
محمد اشرف	سلوک سلیمانی پر ایک اجمالی نظر (۱)	معارف، اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۵۵ء

- محمد اشرف سلوک سلیمانی پر ایک اجمالی نظر (۲)
  معارف، اعظم گڈھ اکتوبر ۱۹۵۵ء
- ایضاً سلوک سلیمانی پر ایک اجمالی نظر (۳)
  معارف، اعظم گڈھ نومبر ۱۹۵۵ء
- ایضاً سلوک سلیمانی پر ایک اجمالی نظر (۴)
  معارف، اعظم گڈھ دسمبر ۱۹۵۵ء
- محمد اویس نگرامی ندوی آئی جو اُن کی یاد تو آتی چلی گئی
  ریاض، کراچی سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
- ایضاً علامہ سید سلیمان ندوی اور علوم قرآن
  الفرقان، لکھنؤ مارچ ۱۹۵۴ء
- محمد ایوب شمیم ندوی علامہ سید سلیمان ندوی
  اشارہ، پٹنہ جنوری ۱۹۶۰ء
- محمد زبیر صدیقی ڈاکٹر سید سلیمان ندوی مرحوم اور ان کا تشخص
  معارف، اعظم گڈھ مئی ۱۹۵۵ء
- محمد صبغۃ اللہ شہید انصاری فرنگی محلی سید صاحب سے چند ملاقاتیں
  ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء
- محمد نعیم صدیقی سید سلیمان ندوی کی ہمہ گیری اور جامعیت
  جامعہ، دہلی دسمبر ۱۹۷۵ء
- ایضاً الہلال اور سید سلیمان ندوی
  زبان و ادب، پٹنہ جنوری ۱۹۷۹ء

- محمد نعیم صدیقی اکبر الہ آبادی اور سید سلیمان ندوی
  جامعہ، دہلی ستمبر ۱۹۷۷ء
- ایضاً سید سلیمان ندوی شاعر کی حیثیت سے
  برہان، دہلی اکتوبر ۱۹۷۹ء
- ایضاً الہلال اور سید سلیمان ندوی
  زبان و ادب، پٹنہ جون ۱۹۷۹ء
- ایضاً سید سلیمان ندوی شاعر کی حیثیت سے
  برہان، دہلی نومبر ۱۹۷۹ء
- محمد معز الدین مولانا سلیمان ندوی اور اقبال
  فکر و نظر، نومبر ۱۹۷۵ء
- ایضاً علامہ اقبال اور سید سلیمان ندوی
  آہنگ، کراچی
  پہلی سے پندرہ نومبر ۱۹۷۷ء
- محمد معز الدین سید سلیمان ندوی اور علامہ اقبال
  بیاد علامہ سید سلیمان ندوی : مرتبہ صبیح محسن
- محمد منصور عالم سید سلیمان ندوی کی اردو شاعری
  نیا دور، لکھنؤ مارچ ۱۹۸۰ء
- م۔ م۔ عالم فن تحقیق اور سید سلیمان ندوی
  شاعر، بمبئی جلد ۴۳ شمارہ نمبر ۴، ۵
- مسعود عالم ندوی سید سلیمان ندوی
  چراغ راہ، اپریل ۱۹۵۴ء

- مسعود عالم ندوی اُستاذ محترم

  معارف، اعظم گڈھ مئی ۱۹۵۵ء

- مشیرالحق بجری آبادی سیّد صاحب یورپ میں

  ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء

- مناظر احسن گیلانی سیّد الملّت کی مکتبی زندگی

  ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر مارچ ۱۹۵۴ء

- منظور نعمانی حضرت مولانا سید سلیمان ندوی

  الفرقان، دہلی اپریل، مئی، جون ۱۹۷۷ء

- نجیب اشرف ندوی شذرات (علامہ سید سلیمان ندوی کی وفات)

  نوائے ادب، بمبئی جنوری ۱۹۵۴ء

- نجم الہدیٰ ندوی سیّد صاحب کی یاد میں

  معارف، اعظم گڈھ نومبر ۱۹۵۹ء

- ہارون رشید سید سلیمان ندوی

  اُردو ادب، اور اسلام جلد دوم

  مرتّب: ہارون رشید

- یوسف سلیم چشتی خراج عقیدت

  ریاض، کراچی مارچ ۱۹۵۴ء

مکاتیب بنام سلیمان

• خطوط ابوالکلام آزاد	معارف، اعظم گڈھ	اکتوبر ۱۹۵۳ء
	ایضاً	جنوری ۱۹۵۴ء
	ایضاً	اگست ۱۹۷۶ء
	ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر	مارچ ۱۹۵۴ء
	مکاتیب ابوالکلام : ادبستان لاہور	
	مکاتیب ابوالکلام آزاد : ابوسلمان شاہجہانپوری	
	تبرکات آزاد : غلام رسول	
• خطوط احمد سعید دہلوی	معارف، اعظم گڈھ	مئی ۱۹۶۴ء
• خطوط احمد علی لاہوری	معارف، اعظم گڈھ	جنوری ۱۹۶۵ء
• خطوط اکبر الہ آبادی	معارف، اعظم گڈھ	اگست ۱۹۶۴ء
	ایضاً	ستمبر ۱۹۶۴ء
	ایضاً	اکتوبر ۱۹۶۴ء
	ایضاً	نومبر ۱۹۶۴ء

● مکتوب تاثیر مرحوم	معارف، اعظم گڑھ	جولائی	۱۹۶۴ء
● خطوط حبیب الرحمٰن خاں شروانی	معارف، اعظم گڑھ	دسمبر	۱۹۶۴ء
● خطوط حسین احمد مدنی	معارف، اعظم گڑھ	جون	۱۹۶۴ء
● مکتوب خواجہ عبدالمجید	معارف، اعظم گڑھ	جنوری	۱۹۸۳ء
● مکتوب خواجہ عبدالواجد ندوی	معارف، اعظم گڑھ	اگست	۱۹۷۶ء
● مکتوب ڈاکٹر راجندر پرشاد	ریاض، کراچی سید سلیمان ندوی نمبر	مارچ	۱۹۵۴ء
● خطوط سید حسین بلگرامی	معارف، اعظم گڑھ	دسمبر	۱۹۶۳ء
	ایضاً	فروری	۱۹۶۴ء
	ایضاً	اپریل	۱۹۶۴ء
● خطوط شبلی نعمانی	ریاض، کراچی سید سلیمان نمبر	مارچ	۱۹۵۴ء
	مکاتیب شبلی		
● خطوط عبدالباری ندوی	معارف، اعظم گڑھ	جون	۱۹۷۶ء

● مکتوب عبدالباری فرنگی محلی	معارف، اعظم گڑھ	اگست ۱۹۷۶ء
● مکتوب مہاتما گاندھی	ریاض، کراچی سید سلیمان ندوی نمبر	مارچ ۱۹۵۴ء
● خطوط محمد اقبال	ریاض، کراچی سید سلیمان ندوی نمبر	مارچ ۱۹۵۴ء
	معارف، اعظم گڑھ	اپریل ۱۹۵۴ء
	ایضاً	جون ۱۹۵۴ء
	ایضاً	جولائی ۱۹۵۴ء
	ایضاً	اگست ۱۹۵۴ء
	ایضاً	اکتوبر ۱۹۵۴ء
	ایضاً	نومبر ۱۹۵۴ء
	ایضاً	۱۹۵۵ء
	اقبال نامہ (حصہ اول) : شیخ عطاء اللہ	
● خطوط محمد علی جوہر	ریاض، کراچی سید سلیمان ندوی نمبر	مارچ ۱۹۵۴ء
	خطوط محمد علی : پروفیسر محمد سرور بی اے آنرز	
● خطوط مفتی کفایت اللہ	معارف، اعظم گڑھ	مارچ ۱۹۶۴ء
	ایضاً	جون ۱۹۶۵ء
● خطوط مناظر احسن گیلانی	معارف، اعظم گڑھ	ستمبر ۱۹۵۶ء

	معارف، اعظم گڑھ	فروری	۱۹۶۳ء
	ایضاً	مارچ	۱۹۶۳ء
	ایضاً	اپریل	۱۹۶۳ء
	ایضاً	مئی	۱۹۶۳ء
	ایضاً	جون	۱۹۶۳ء
	ایضاً	جولائی	۱۹۶۳ء
	ایضاً	اگست	۱۹۶۳ء
● مکتوب موتی لال نہرو	ریاض، کراچی سید سلیمان ندوی نمبر	مارچ	۱۹۵۴ء
● خطوط مہدی حسن افادی	ریاض، کراچی سید سلیمان ندوی نمبر مکاتیب مہدی : مہدی بیگم	مارچ	۱۹۵۴ء
● خطوط ——	معارف، اعظم گڑھ	فروری	۱۹۶۸ء

عنایت اللہ۔ نواب علی۔
مناظر احسن گیلانی۔ محمد علی حسن خاں

مطبوعات برائے سلیمان

- **حیاتِ سلیمان** : از شاہ معین الدین احمد ۷۲۹ صفحات ۱۹۷۳ء
  ڈاکٹر علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات اور علمی و عملی کارنامے
  ناشر : دارالمصنّفین، اعظم گڈھ

- **تذکرہ سلیمان** : از غلام محمد بی اے۔ عثمانیہ ۶۴۶ صفحات ۱۹۶۰ء
  علّامہ سید سلیمان ندوی کے ادوار زندگی کا جائزہ، ان میں ان کے روحانی ارتقاء اور اوج کی تفصیل، اُن کے چند خصوصی کمالات اور اصولِ تربیت کا ذکر اور آخر میں طریقِ تربیت کا کامل مرقّع۔
  ناشر : ادارہ مجلسِ علمی، کراچی (پاکستان)

- **اقبال اور سید سلیمان ندوی** : ترتیب و تالیف طاہر تونسوی ۱۶۰ صفحات ۱۹۷۷ء
  " کتاب کا متن خط و کتابت اور سفرنامے کے علاوہ سید سلیمان ندوی کی جملہ تصانیف میں سے اقبال کے بارے میں اقتباسات اور اقبال پر سید سلیمان ندوی کے مضامین شذرات اور تنقیدوں وغیرہ پر محیط ہے " (ڈاکٹر وحید قریشی)
  : مکتبہ عالیہ۔ ایبک روڈ (انارکلی) لاہور (پاکستان)

- **اقبال، سید سُلیمان ندوی کی نظر میں**   ترتیب و تحشیہ : اختر راہی
ضخامت : ۳۱۵ صفحات   مارچ ۱۹۷۸ء
" ایک حصّے میں مولانا سید سلیمان ندوی کی وہ تمام تحریریں یکجا کی گئی ہیں جو اُنھوں نے علاّمہ اقبال کے احوال و آثار کے متعلق وقتاً فوقتاً لکھی ہیں، دوسرے حصّے میں سیّد صاحب کے نام علاّمہ کے اکھتّر (۷۱) مکاتیب ہیں ۔"
بزم اقبال، کلب روڈ لاہور (پاکستان)

- **اقبال اور سید سُلیمان ندوی** : ڈاکٹر عبداللہ چغتائی،
مکتبہ نورس، لاہور (پاکستان)   ۱۹۵۶ء

- **سید سُلیمان ندوی نمبر** : ماہنامہ ریاض، کراچی   مدیرِ مسئول : رئیس احمد جعفری
ضخامت : ۱۹۶ صفحات   مارچ ۱۹۵۴ء

- **سُلیمان نمبر** : ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ
ضخامت : ۴۰۸ صفحات   مئی ۱۹۵۵ء
مُرتّبہ   شاہ معین الدین احمد ندوی

- **بریادِ علاّمہ سید سُلیمان ندوی** : مُرتّب   صبیح محسن
دیسنہ ایسوسی ایشن ۔ کراچی (پاکستان)
ضخامت : ۶۶ صفحات   ۱۹۷۶ء

- **ذکرِ شبلی** : از محمد امین زبیری مارہروی

  ضخامت : ۲۴۶ صفحات ۱۹۴۶ء

  ”حیاتِ شبلی“ مصنفہ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی پر سیر حاصل
  بے لاگ تبصرہ۔ (امین زبیری)

  : کتاب خانہ دانش محل، امین الدولہ پارک، لکھنؤ۔

- **شبلی نامہ** : از شیخ محمد اکرام، تاج آفس، بمبئی

  ضخامت : ۲۷۵ صفحات

- **سلوکِ سلیمانی** : از محمد اشرف

  : مکتبہ سرمدی، لاہور (پاکستان)

تبرکات

۱ کلام
۲ نثری تحریریں

۱۔ کلام :

۱۔ قوم کی تم سے اُمید	۲۲ اکتوبر	۱۹۰۴ء	البنچ، پٹنہ
۲۔ ترکیب بند	۲۶ نومبر	۱۹۰۴ء	البنچ، پٹنہ
۳۔ علامہ سُلیمان ندوی بحیثیت شاعر	جولائی	۱۹۳۴ء	ندیم، گیا
۴۔ رباعی	مئی	۱۹۱۷ء	معارف، اعظم گڈھ

۱۔ کلام : ———

قوم کی تم سے اُمید

"ناظرین! اِس وقت ہم آپ کے سامنے ایک "ترکیب بند" پیش کرتے ہیں جو مولوی سید محمد سُلیمان صاحب سیّد دِسنوی بہاری نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے طلبہ کی انجمن منعقدہ ۴؍ شعبان ۱۳۲۲ھ میں پڑھا تھا، اس نظم سے طلباء دارالعلوم کی وسعت خیالی اور قومی درد کا پتہ لگتا ہے۔ ہم دارالعلوم اور صوبہ بہار، دونوں کو مُبارکباد دیتے ہیں کہ ہمارا نوجوان دونوں کا نام روشن کرنے والا ہوگا۔"

سید محمد قاسم شیداؔ کنڈوی بہاری از لکھنؤ

دوستو تم کون ہو، رکھتے ہو کچھ اپنی خبر
زندگانی کرتے ہو غفلت سے کیوں اپنی بسر
سوئے ہو منزل میں تم اور قافلہ رخصت ہوا
لو اُٹھو اَب رات گزُری آگیا وقتِ سحر
جانتے ہو قوم کیا رکھتی ہے تم سے آرزو
کیوں جمی رہتی ہے تم پر قوم کی ہر دم نظر

قوم کیوں کرتی ہے تم پر جان و مال اپنا نثار
کیوں بگڑنے سے تمہارے ہوتی ہے وہ نوحہ گر
کیوں تمہارے پاس آتے ہیں مشاہیرِ جہاں
کیوں تمہارے دردِ دل کے بنتے ہیں وہ چارہ گر
کیوں ترقی کی تمہاری ہر طرف خواہاں ہیں لوگ
کیوں تمہاری داستاں ہے ہر گلی میں مشتہر
یوں تو کرتے ہیں ہزاروں سینکڑوں تحصیلِ علم
کیوں تمہیں اعضائے قومی کے بنے قلب و جگر
یوں پرندے تو بہت ہیں پر ہے کیا اس کا سبب   دردِ دل کے واسطے بُلبُل ہوئی جو منتخب
چاہتی ہے قوم تم سے آنکھیں اب ٹھنڈی کرے
دامنِ مقصود، دُرِ کامیابی سے بھرے
وہ درختِ علم و فن اسلاف کے جو خشک ہیں
چاہتی ہے، ہوں تمہاری ذات سے پھر سے ہرے
زندہ کر دو اپنے علم و فن کے تم اعجاز سے
نامِ آبا جو مری غفلت سے اب تک ہیں مرے
نُورِ علم و فضل بن کے صاف کر دو آن میں
جو جہالت کی گھٹائیں چھائی ہیں سر پر مرے
رازی و غزالی و سید اُٹھیں پھر قبر سے
گو زمانہ ہو گیا، مدّت ہوئی اُن کو مرے

پھر چلا نامِ نظامیہ تو اے دارالعلوم
تاکہ تو سعدیِ نکتہ سنج پھر پیدا کرے
سارے عقدے میرے حل ہونگے تمھارے ہاتھ سے   قوم رکھتی ہے توقع یہ تمھاری ذات سے
دوستو! گر میری باتوں کا اثر تم پر ہوا
مستعد ہو جاؤ ہمّت کی کمر باندھو ذرا
علم کی گھوڑ دوڑ میں دوڑاؤ تم بھی اسپِ کلک
دیکھنا پیچھے نہ رہنا آگے ہی رہنا سدا
کُند ہیں جو تیغِ آبا آجکل کی جنگ میں
مصقلِ علم و ہُنر سے اپنے دو اُن پر جِلا
بُلبُلانِ قوم گاؤ باغِ عالم میں وہ گیت
طائرانِ دہر کے کانوں میں گونجے وہ صدا
وادیِ علم و ہُنر میں گو بڑھی ہے اور قوم
تم اُسے چھو سکتے ہو پر شرط ہمّت ہے ذرا
دھاک بندھ جائے ترقی کی تمھاری چار سُو
ہر طرف دریائے علم و فضل کو تم دو بہا
بے کمالی سے نہ نکلو مدرسہ سے مثلِ غیر
ورنہ تم میں اور غیروں میں تمیز کیا رہا
آرزوئے قوم بے کس کی ہے تم سے آج یہی   قوم کی جو آس تم سے ہے نہ ٹوٹے وہ کبھی
آتشِ حُبِّ وطن سینہ میں سُلگاتے رہو
قوم کو تم نیک و بد سب ہی سمجھاتے رہو

دوستو! زندہ کرو اسلاف کے مُردہ علوم
جب تلک جیتے رہو اعجاز دکھلاتے رہو
گو نہیں مامون رشید اب جہاں میں قدرداں
پر مزہ جب ہے کہ اَب بھی علم پھیلاتے رہو
سَیّدِ خستہ تمھارے حق میں کرتا ہے دُعا
پھُولتے پھلتے رہو، نظروں میں تم بھاتے رہو
دین و دُنیا دونوں کو حاصل کرو تو بات ہے
کسبِ زر کرتے رہو اِسلام پھیلاتے رہو
ہم صفیرو! عزّت و حشمت سے کاٹو زندگی
خاک جینا ہے اگر کی چاکری و بندگی

[۲۲ اکتوبر ۱۹۰۴ء البنچ، پٹنہ]

ترکیب بند

"انجمن الاصلاح" دِسنہ کا تیسرا سالانہ جلسہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو منعقد ہوا تھا جس میں مضامین پڑھے گئے۔ اس انجمن کے ناظم عبدالحکیم صاحب لکھتے ہیں :

> " اِس سال جلسہ میں مضمون خوانی بھی ہوئی جس سے کُل حاضرین بہت خوش اور محظوظ ہوئے۔ مولوی عبدالمغنی صاحب استھالواں نے ایک قابلِ قدر نثر بہ عنوان "کتب خانہ اور اس کی ضرورت" اور حافظ فضل حق صاحب آزاد نے ایک بیش بہا نظم "علم" پر لکھ کر بذریعہ ڈاک بھیجی تھی جو جلسہ میں پڑھی گئی اور بہت مؤثر ثابت ہوئی۔ بستی کے چند نوجوانوں نے بھی علیٰ قدرِ مراتب مفید اور قابلِ قدر مضامین پڑھے۔ مولوی بشیر الحق بیدل کا مضمون "انجمن اور اس کے تعلقات" بہت ہی پھڑکتا ہوا تھا اور مولوی سلیمان صاحب متعلم دارالعلوم ندوہ کا ترکیب بند اور ایک مضمون "مذہب" بہت ہی دلچسپی سے سُنا گیا۔ ان نوجوانوں کے مضامین نے ہماری انجمن کے کارآمد و مفید ہونے کا بدیہی ثبوت دیا۔ مولوی سلیمان کا ترکیب بند یہ ہے : "

بزم کیا خوب ہے ! باشان ہے جلسہ کیسا
ولولے کیسے ہیں، ہے جوشِ تمنّا کیسا
جمگھٹے کیسے ہیں، کیا دھوم ہے، محفل کیسی،
فرطِ شادی سے ہے ان ہونٹوں کا ہنسنا کیسا
او لبِ غنچۂ گلزار ذرا سچ کہنا
کیوں ہے اظہارِ سُرور اور یہ خندہ کیسا
رشکِ فردوس و چمن آج ہے کیوں کاشانہ
کیوں نسیمِ سحری جھُوم کے چلنا کیسا
دوست بیٹھے ہیں بزرگان ہیں جلوہ فرما
روزِ روشن میں ستاروں کا نکلنا کیسا
نغمۂ بُلبُلِ شیدا ہے کہ تقریریں ہیں
جلوۂ شمعِ سخن کا ہے تماشا کیسا
لوگ مشتاق ہیں اور نظم پڑھی جاتی ہے
صدفِ لب سے یہ موتی کا اُگلنا کیسا
کیوں ہے یہ شان، یہ شوکت، یہ ہجوم خلقت
دوستو کچھ تو بتا دو ہے تماشا کیسا
آئیے آئیے احباب سے پردہ کیسا
اور بزرگوں سے بھلا راز چھپانا کیسا

قومی مجلس ہے یہاں قوم کا رونا ہے آج　　اشک افسوس سے دامان کو دھونا ہے آج

یاد ایّامِ گزشتہ جو کبھی آتے ہیں
ساتھ افسوس و تمنّا و الم لاتے ہیں

جن کی آنکھیں ہیں مۓ اُلفتِ اسلام سے مست
پیتے ہیں اشک، مزہ غصہ و غم کھاتے ہیں
کرتے ہیں اس کی ترقی میں وہ کوشش دل سے
جس طرح ہو سکے اسلام وہ پھیلاتے ہیں
درد قومی انھیں سونے نہیں دیتا شب بھر
چھیڑ کر اُن کو جگاتا ہے جو سو جاتے ہیں
ذلّت اسلام کی دیکھی نہیں جاتی اُن سے
جان سے مال سے امداد وہ فرماتے ہیں
درد قومی ہے اگر دل میں ہمارے کچھ بھی
سعی ویسی ہی کریں جیسی وہ فرماتے ہیں
دل میں باقی ہے نہ اسلام کی کچھ عزّت و قدر
پھر غضب یہ کہ مُسلمان بھی کہلاتے ہیں
دعویٰ یہ ہے کہ ہیں اسلافِ عرب کی اولاد
کام ایسے ہیں جنھیں سُن کے وہ شرماتے ہیں
پکے کانوں سے نہیں سُنتے ہیں ارشادِ نبی
ہیں مسلمان بس اتنی ہی کہ کہلاتے ہیں
کچھ بزرگوں کی نہ توقیر نہ چھوٹوں کا پیار   دینی احکام بجا لانے میں ہم کو انکار
کب تلک سوؤ گے غفلت سے ہوئی شب رخصت
شمع مہتاب بجھی دُور ہوئی اب ظلمت
لوگ ہُشیار ہیں ہمّت کی کمر باندھے ہیں
تم نظر آتے ہو مست مۓ جامِ غفلت

تم سے جو قوم تھی پیچھے، ہوئی تم سے آگے
اور تم پیچھے ہٹے جاتے ہو، عبرت! عبرت!
سینکڑوں قوم ہوئی یوں تو ذلیل و برباد
نہ ہوئی اُن کی، ہوئی جیسی ہماری ذلّت
ہند کی ہائے ہَوا راس نہ آئی ہم کو
جب سے ہم آئے یہاں کھو گئی قومی عزّت
اب کہاں ہائے کتب خانۂ بغداد و مصر
ہائے کس دیس میں چھوڑ آئے وہ اگلی وقعت
اب کہاں قرطبۂ و اُندلس و بیت الحمرا
سوئے ہیں چین سے اسلاف درونِ تربت
زیورِ علم سے آراستہ فرمائے رُوح
قوم کے ہاتھوں میں دے دیجئے شمعِ عزّت
جس طرح بُو ورقِ غنچۂ گلشن میں ہے
رکھئے سینے میں یونہیں اپنے وطن کی اُلفت
پھر تو دریائے جہالت سے کنارے ہو کر   تم بھی چمکوگے کسی روز ستارے ہو کر

[۲۶ نومبر ۱۹۰۴ء الپنچ، پٹنہ]

علّامہ سیّد سُلیمان ندوی بحیثیت شاعر

"ہمارے قدیم کرم فرما مولوی عبدالحکیم صاحب دسنوی نے نہایت صحیح لکھا ہے کہ حضرت علّامہ سید سُلیمان ندوی کو عالم اور مورّخ کی حیثیت سے ہر شخص جانتا ہوگا لیکن بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو مولانا ممدوح کو بحیثیت شاعر بھی جانتے ہوں۔ ہم مولوی عبدالحکیم صاحب دسنوی کے ممنون ہیں کہ انھوں نے علّامہ ممدوح کا منظوم کلام بھیج کر نہ صرف ہماری معلومات میں اضافہ فرمایا بلکہ دُنیائے ادَب میں بھی مولانا کا تعارف بحیثیت شاعر کرایا۔ ناظرین ندیم مولانا کا کلام مطالعہ فرمائیں اور دیکھیں کہ ہمارے صوبہ کا یہ فاضل مورّخ آسمانِ شاعری کا کیسا درخشاں ستارہ ہے۔"

(ایڈیٹر)

"ذیل کی رباعیاں عالم اسلامی کی اس فاضل ترین ہستی کی فکر کا نتیجہ ہیں جن کو دُنیا بحیثیت شاعر کے کم جانتی ہے اور جو فی الحقیقت نہ شاعر ہے اور نہ شاعر بننا چاہتی ہے۔ مگر طبیعت کی کسی وقت آمد ہو جاتی ہے تو خیالات کے موتی صفحۂ کاغذ پر بکھر ہی جاتے ہیں۔ یہ رباعیاں

علّامہ سید سلیمان ندوی نے مولانا عبد الماجد دریا بادی ایڈیٹر "سچ" کی تقریب شادی کے موقع پر برجستہ کہی تھیں۔ جی چاہا کہ اپنے اور نیز مولانا کے وطن کے واحد ہونہار رسالہ "ندیم" کے خوانِ ادب پر اُسی باسی کڑھی کو ناظرین کی ضیافتِ طبع کے لئے چُن دوں ۔"

(ابُوالکمال سیّد عبدالحکیم دسنوی)

لایا ہے پیام یہ خوشی کا قاصد   نوشاہ بنے ہیں آج عبدالماجد
وہ روزِ سعید بھی خدا لائے جلد   بن جائیں گے جب کسی کے والد ماجد

○

گر وحدتِ حق کا کلمہ گو ہونا ہے   معلوم ہے ہر بشر کو جو ہونا ہے
بندہ، ہو خدا کے مثل ناممکن ہے   وہ ایک ہے جب، تو ہم کو دو ہونا ہے

○

منکر ہو نہ کوئی اپنی ہمتائی کا   یہ کام نہیں جناب داتائی کا
اللہ نے اب غرور ان کا توڑا   دعویٰ تھا میرے دوست کو یکتائی کا

○

ایک اور شعر مولانا کا مجھے یاد آگیا، مضمون بالکل اچھوتا ہے :

شورش خام ہو تب آگ سے اُٹھتا ہے دُھواں
عشق کامل کا جو دعویٰ ہے تو پھر آہ نہ ہو

(ندیم، گیا جولائی ۱۹۳۴ء)

رباعی

اِنساں وہ ہے جو سب کو اِنساں سمجھے
سائل ہو کوئی اُسے بھی سُلطاں سمجھے
احباب کے حُسنِ ظن کا ممنوں ہوں میں
جو مور "ضعیف" کو "سُلیماں" سمجھے

[معارف، اعظم گڈھ جلد ۱ نمبر ۱۱ مئی ۱۹۱۷ء]

۲۔ نثری تحریر:

۱۔ خاتونوں کی تعلیم	۲۱ جون ۱۹۰۲ء	الپنچ، بانکی پور پٹنہ
۲۔ آخر وقت	دسمبر ۱۹۰۲ء	مخزن، لاہور
۳۔ معشوقۂ عرب کی یاد	مارچ ۱۹۰۵ء	مخزن، لاہور
۴۔ میری اور مخزن کی تاریخ	سالگرہ ۱۹۲۹ء	مخزن، لاہور
۵۔ آج کے ادبی تقاضے	خاص نمبر ۱۹۴۹ء	افکار، بھوپال
۶۔ شذرات	جلد ۱ نمبر ۱ جولائی ۱۹۱۶ء	معارف، اعظم گڈھ

۲۔ نثری تحریریں : ———

خاتونوں کی تعلیم

علم وہ خدائی آواز ہے جس پر دُنیا کان لگائے ہوئے ہے۔ آگے اس پر کان لگائے یُونانی تھے اور کبھی ہم بھی تھے، اور اَب یورپ ہے اور ہم پھر اپنے اصلی حال پر آیا چاہتے ہیں۔

اے علم کی تیز آواز ! تو اپنی قوتِ جاذبہ سے مجھے اپنی طرف کھینچ لے۔ کیونکہ تیری بخشش عام ہے، اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ انسان نے جب آنکھ کھولی تو وہ محض ایک بے خبر بچہ تھا۔ جیسے وہ بڑھتا گیا معمولی چیزوں سے خبردار ہوتا گیا۔ مگر وہ اعلیٰ ترین اور مقتدر اشیا سے جن پر ہماری رُوحانی تمدّنی، اخلاقی زندگی کا دار و مدار ہے اور جن کی وجہ سے انسان، انسان کہا جانے کا مستحق ہو سکتا ہے، بالکل بے خبر رہتا ہے۔ اس لئے ہمیں ضرور ہوا کہ رُوحانی، تمدّنی، اخلاقی زندگی بسر کرنے کے لئے مقتدر اشیا یعنی علوم حاصل کریں۔

ہم بہت خوش ہیں کہ ہمارے اُولوالعزم رجال زیورِ علم سے آراستہ ہیں، اگرچہ ابھی تک ان کی علمی زیبائش دل لُبھانے والی نہیں ہے مگر پھر بھی اُن کم ہمت خاتونوں سے اچھی ہے جن کی ذہانتیں اور حافظے زنگ خوردہ شمشیر کی طرح ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اُن زنگ خوردہ تلواروں پر صیقل کر کے چمکتی دمکتی بنا کے آئے ....

خاتونوں کے دلی زنگ کے صیقل کے لئے تعلیمِ نسواں کی ضرورت ہے مگر بعض قومی طبیب

اس دوا کو اور زنگ بڑھانے والی بتلاتے ہیں۔ اور اُنہی کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ ہو سکتا کہ تعلیم یافتہ عورتیں غیروں سے مکروہ خط و کتابت کریں جو خاص اُس کے لئے نہیں بلکہ اُس کے خاندان، اُس کے وطن، اُس کے مُلک کے لئے باعثِ ننگ و ہتک ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تعلیم یافتہ خاتون بھلا اپنی کتابی دلچسپی اور مذاق سے کب دل اوچاٹ کر سکتی ہے جو وہ خانہ داری اور تربیتِ اَولاد میں دل لگائے گی اور نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تحصیلِ عزت و کسبِ معیشت مَردوں کے لئے ضروری اور فرض ہے نہ کہ عورتوں کے لئے۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ اعتراضات کتنے کمزور اور پوچ و لچر ہیں اس لئے کہ پہلے کی نسبت میرا یہ خیال ہے کہ اوّل تو ہندوستان میں کسی تعلیم یافتہ خاتون کا وجود نہیں جو تعلیم یافتہ کی مصداق بن سکے، اگر کوئی ہوں تو وہ اخباری دُنیا سے معدوم ہیں جن کی نسبت بھی ہمارا یہ خیال ہے کہ اُن کی نسبت کوئی بُرا خیال نہیں کر سکتا۔ آج ہماری دوسری پارٹی جسے تعلیم یافتہ سمجھ کے مکروہ خط و کتابت کی شکایت کرتی ہے وہ ہرگز تعلیم یافتہ نہیں کہی جا سکتی۔ تعلیم یافتہ کے یہ معنی نہیں کہ وہ دو چار اُردو کے قصے کہانی کی کتاب پڑھ سکے، بلکہ تجربے اور مشاہدے صاف اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ یہی تعلیم ہمیشہ خرابیوں کی بانی ہوئی ہے۔ یہ تعلیم کچھ خصوصاً عورتوں ہی کے لئے بُری نہیں، بلکہ ہمارے لئے بھی ایسی ہی یہ تعلیم بُری ہے۔ اکثر بدمعاش اور شہدے اور آوارہ اخلاق وہی لوگ ہوتے ہیں جو صرف اُردو کی چند مخربِ اخلاق کتابیں پڑھ لیتے ہیں۔ اور بس۔ اکثر بُری عورتیں اور رنڈیاں وہی عورتیں ہوتی ہیں جن کو سوائے عشقیہ قصّہ کہانیوں کے دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ مرد ہو یا عورت، ایسا علم بے شک آوارگی کی طرف جُھکائے گا۔ کیا کوئی ہمیں ایسا دکھلا سکتا ہے جو باوجود ایسی تعلیم کے اخلاقِ حسنہ رکھتا ہو۔ اگر کوئی ہمیں ہندوستان بھر میں دو تین ایسے دکھلا بھی دے تو وہ ہرگز ہمارے دعویٰ کو باطل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ہم بھی ایسی دو تین مثالیں دے سکتے ہیں جو باوجود اپنی اچھی تعلیم کے اخلاقِ حسنہ نہیں رکھتے۔ اور جب ہندوستان میں کوئی ایسی خاتون

نہیں، جو تعلیم یافتہ کہے جانے کی مستحق ہوسکیں۔ تو پھر اس بات کے مدعی کو کہ "تعلیم عورتوں کے لئے بُری چیز ہے" اپنے دعویٰ کو کس تجربہ اور مشاہدہ سے مدلّل کرسکتے ہیں؟ اور ہم غیر ہندوستانی کی مثالیں اس وجہ سے نہیں لے لیتے کہ ممکن ہے کہ غیر ہندوستانی کے تخریب اور آوارگی کا سبب بے پردگی وغیرہ ہو۔

اور یہ بھی عقل سے کسی قدر دُور مسئلہ ہے کہ "تعلیم یافتہ خواتین اپنی خانہ داری سے غافل ہوجاوینگی"۔ بلکہ تعلیم یافتہ خاتونیں اپنی تعلیم کا زیادہ اثر اپنی خانگی باتوں میں صرف کرینگی۔ اس لئے کہ تعلیم کا پکّا اور نہ زائل ہونے والا اثر یہ ہے کہ انسان کو خوبیوں کی طرف متوجہ کردے اور خاص عورتوں پر کم وبیش اثر یہ ہوگا کہ وہ خانہ داری کے اُموریں اور تربیتِ اَولاد میں زیادہ مصروف رہیں گی، اس کی شہادت آج یورپ سے ملتی ہے اور کیوں نہ ہو؟ کیونکہ عورتیں دو طرح کی ہونگی، ایک وہ جو خانگی کاموں کو اپنے ہاتھوں سے انجام کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی عورتیں ہرگز خانگی امور سے نہ ہوں گی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جن عورتوں کو کھانا پکانا اور کام اپنے ہاتھ سے کرنا ہے وہ ان سبھوں سے غافل ہوں، کیونکہ جو عورتیں کہ خود اپنا کام آپ کرتی ہیں اگر آپ نہ کریں تو پھر کون ان کے بدلے ان کے کاموں کو انجام دے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی عورتیں ہرگز سوشل امور سے غافل نہیں ہوسکتیں۔

دوسری وہ عورتیں ہیں جو اپنا کام آپ نہیں کرتیں بلکہ اس کے سرانجام دینے کے لئے مامائیں، اصیلیں پاس رہتی ہیں، وہ جب سمجھ رہی ہیں کہ یہ مامائیں سودا سلف اور امانتوں اور خانگی روپیہ پیسوں میں غبن کرکے ہمارے سرمایہ کو غارت کررہی ہیں تو پھر وہ دیدہ و دانستہ کیونکر اس سے غفلت کرسکتی ہیں، بلکہ وہ تو اور سرگرمی کے ساتھ خانہ داری میں مصروف ہوں گی اور خانگی اخراجات کا حساب کریں گی، نہ یہ کہ جان بوجھ کر مامائیں اور اصیلیں ان کا مال لُوٹیں، اور وہ دیکھ کے غفلت کرجائیں۔ ذرا غور سے دیکھے کوئی۔

اور ہم اس اعتراض کو بھی بہت تعجب سے دیکھتے ہیں کہ "کیا عورتوں کو بھی کسبِ معیشت اور طلبِ عزّت کرنا ہے جو علم حاصل کریں" ہر شخص کو اس نکتہ چینی سے حیرت ہو گی۔ افسوس اور ہزار افسوس ہماری قوم نے علم کو کسبِ معیشت کا سبب سمجھ لیا ہے۔ صاحبو! علم، کسبِ معیشت میں البتہ بہت بڑا معین ہے، مگر یہ صنف علم کی مقصود بالذات نہیں بلکہ لازمی ہے علم سے فائدہ، معلومات کا ذخیرہ اپنے دماغ میں جمع کرنا ہے جس سے بہت بڑے فائدہ کی اُمید ہے۔ اور اس علم کے ذریعہ سے اخلاق کا ہر دلعزیز بنانا اور پاک رُوح حاصل کر کے مقدس فرشتوں کے گروہ میں داخل ہونا، نئی نئی چیزوں کا ایجاد کرنا اور دوسرے فوائدِ حسنہ کا حاصل کرنا ہے۔ علم حاصل کرنا کسبِ معاش کے لئے نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ تعلیم یافتہ اوروں سے اپنے فرائض کو اچھا انجام دیتا ہے یا اوروں کی تعلیم دینے کے لئے اور اس سے ملتے جلتے اسباب کی وجہ سے یہ نوکری کا غیر تعلیم یافتہ کے مقابلہ سے زیادہ مستحق ہے، اور بعض بعض اُمور ایسے بھی ہیں جن کی انجام دہی سوا کسی تعلیم یافتہ کے ممکن نہیں۔ مثلاً تعلیم دینا یا تہذیب سکھانا یا سرکاری کچہریوں اور سرکاری عدالتوں اور قومی اسکولوں اور دفاتر میں سوائے تعلیم یافتہ کے کوئی اور اس کی انجام دہی کے لئے موزوں نہیں ہے، اس لئے تعلیم یافتہ منتخب کیا جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ علم، طلبِ معیشت کے لئے نہیں ہے۔ بڑی ہے وہ قوم اور بڑا ہے وہ دماغ اور خیال جس نے علم کو کسبِ معیشت کا سبب خیال کیا ہے۔ اگر درحقیقت علم کسب معیشت کی وجہ ہوتی ہے تو امراء اور شاہزادوں کے لئے علم ضروری نہیں ہوتا۔ حالانکہ اُن کو ہم سے زیادہ علم کی ضرورت ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم کسب معیشت کے لئے نہیں بلکہ اور اور ضروری ضرورتوں کی وجہ سے اس کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ کہنا فضول ہے کہ "کیا عورتوں کو بھی کسبِ معیشت کرنا ہے" اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہاں تعلیم سے کچھ خرابیاں بھی پیش آتی ہیں تو بھی ہمارے مقصد کے کچھ خلاف نہیں۔ اگر عام پسند اور مفید چیزوں میں فائدہ ہے تو کچھ بُرائیاں بھی ہیں۔ ایسی بہت چیزیں آپ کو نظر پڑیں گی

جو بُرائیوں سے مبرّا نہیں، مگر یہ بُرائیاں اس وجہ سے کچھ وقعت نہیں رکھتیں کہ یہ بُرائیاں ایک تو اتفاقی ہوتی ہیں، دوسرے ان بُرائیوں کا محرک خود انسان ہے۔

[۲۱ جون ۱۹۰۲ء الپنچ۔ بانکی پور پٹنہ]

آخر وقت

حیف! در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

ہماری سُرخی دو لفظوں سے مرکّب ہے۔ مگر ہائے اِنہیں دو لفظوں میں کس بلا کا درد ہے۔ کہ مطمئن دلوں کو بھی بے تاب کر دیتا ہے۔ دل و جگر اس کی مہیب صورت سے کانپ اٹھتے ہیں۔ چاہے دل و دماغ کتنے ہی خوشی کے پھُولوں کی خوشبو سے مست ہوں۔ مگر جب آخر وقت کا سماں آنکھوں کے تلے پھر جاتا ہے تو چونک پڑتے ہیں۔ کامیاب طالب جب اپنے دلرُبا مطلوب کو اپنے پہلو میں بٹھائے اُس کے دلفریب حُسن کے نظارے میں مست ہو تو یکایک "آخر وقت" اُس کی ساری خوشیوں کو غم کا پہناوا پہنا دیتا ہے۔ اور اُسے فراق کی بدصورت مگر ڈراؤنی صورت دکھا دکھا کر بیہوش کر دیتا ہے اور غم کی تجلّی آخر وقت کے بادل میں چمکتی ہوئی اُس کے دل و سینہ میں کوند جاتی ہے اور پھر اُسے سر اُٹھانے کا بھی موقع نہیں دیتی۔ سبزہ زار باغ اپنے شباب کے دِنوں (بہار) میں شاداب ہو رہا ہے۔ اُس کی نرم نرم شاخیں خوشی میں جنّتی جوڑہ (سبز) پہنے ہوئے جھوم رہی ہیں۔ اور گلابی رنگ گلاب پھولا نہیں سماتا۔ چھوٹے چھوٹے نرم پَودے خوشیاں منا رہے ہیں۔ چمنستان پر جان دینے والی بُلبلیں ہلکے ہلکے رنگ

کے پھُولوں پر جان دے رہی ہیں۔ اچانک آخر وقت (خزاں) کا ڈنکا بجا۔ سارا باغ سنسان ہوگیا۔ وہ چمن جو ابھی ابھی ہرا بھرا تھا خشک پڑگیا۔

حسین ہیں۔ حُسن کی دیوی ہیں۔ جس نے ایک بار اُنہیں سوتے میں دیکھا۔ پھر حشر تک اُسے سونا نہیں ملا۔ اَب جو دیکھو تو ایک ناکامیاب نقشہ ہے جس کی آنکھوں میں وہ ادا نہیں۔ ہاں پتھرا گئیں۔ بدن میں چلبلاہٹ نہیں، وہ رُوپ نہیں۔ بدن پر وہ شوخ جوڑا نہیں ؎

وہ گُل اندام کہ تھا پھولوں کا بستر جن کا
خس وخاشاک پہ اُن لوگوں کو سوتے دیکھا

بچّہ ہے، اپنی ماں کی گودوں میں شوق و تمنّا سے پرورش پا رہا ہے۔ ماں بھی اسے اپنے سینہ میں بڑی اُمیدوں اور پیاروں کے ساتھ لپٹائے ہے۔ کبھی مُسکرا مُسکرا کہتی ہے "ہماری آنکھوں کا تارا بیٹا ہمارا پیارا بیٹا ہے۔ بڑا ہوگا ہمارا قوتِ بازو ہوگا"۔ کبھی ہنس کے کہتی ہے "ہمارا دولارا بچّہ جوان ہوگا اُسے بیاہیں گے گھر میں بہو لائیں گے"۔ دولا نازوں کا پالا بچّہ بڑھا اور جوان ہوا، سب کُنبہ والوں کی آنکھیں بڑھی چڑھی اُمیدوں کے ساتھ اُس کی طرف اُٹھ گئیں۔ مگر جوان کا یہ حال تھا کہ وہ اپنی جوانی کے نشہ میں چُور، آنکھیں مخمور، شباب کی اُمنگ، اس نازک زمانے میں اُس پر جوُں تک نہ رینگی۔ وہ یہ بھی نہ سمجھ سکا کہ ہم کدھر کو جا رہے ہیں۔ اور کدھر جانے کو ہیں۔ ہمارا کیا حال ہے۔ ہم کاہے کو آئے ہیں۔ بلکہ وہ دُنیا کی دلفریب چیزوں اور نیچر کے دل کش سین پر متوالا تھا۔ اپنی ہمّت بڑھائے وہ اس خوف زدہ راستہ اور دشوار گزار پہاڑیوں کو قطع کر رہا تھا۔ دُنیا اُسے تھپک تھپک کر میٹھی نیند میں سُلا رہی تھی۔ ہمارا نوجوان اپنے شباب کی مبارک ذات سے بڑی بڑی اُمیدیں رکھتا تھا۔ اور بڑی بڑی آرزوئیں کرتا تھا۔ یکایک "آخر وَقت" نے اپنا زور آور پنجہ بڑھایا، مدہوش نوجوان نے آنکھیں کھولیں۔ چونکا۔ سمجھا ہم کون ہیں۔

کہاں آ رہے ہیں۔ ہمیں کیا کرنا تھا۔ اب کیا تھا۔ کفِ افسوس ملنے لگا۔ اپنی پہلی غفلت پر آٹھ آٹھ آنسو رویا، مگر بے سُود۔ نااُمیدیوں نے اپنا پرا جمایا۔ ناکامیابیوں نے دھاوا کیا۔ ساری آزاد چوکڑی بھول گئے۔ اُس وقت وہ اپنی حالتوں سے عبرت حاصل کر کے یوں کہتا ہے :

> ” او دُنیا کے ظاہری لباس پر مغرور ہو جانے والو! او نشۂ جوانی میں چُور ہو جانے والو! آؤ آؤ ہماری عبرت خیز حالت سے سبق حاصل کرو۔ دیکھو! دیکھو!! اِتنے مدہوش نہ ہو جاؤ! ابھی سے سنبھلو۔ تاکہ تم پر اچانک اور ناگہانی آفت کی برق نہ گر پڑے۔ اور ایسا نہ ہو کہ ہماری طرح تمھیں بھی ایک دن افسوس نہ کرنا پڑے۔ اچھا ہو، جو اُس وقت کے آنے کے قبل تم سفر کے لئے مستعد ہو جاؤ “۔

[مخزن لاہور، دسمبر ۱۹۰۲ء]

معشوقۂ عرب کی یاد

(ترجمہ از حماسہ)

او نقم[1] کی گھاٹیو! اور او شعوب[2] کی وادیو! اور او ضعاء[3] کے سبزہ زار باغو! تمہارا بُرا ہو اور اے وہ ریگستان! جہاں قبیلۂ عنس خیمہ زن ہے اور اے وہ شہر! جہاں قبیلہ قدم آباد ہے، میں تمھیں کچھ بھی دوست نہیں رکھتا۔ میرے خدا! اگر کبھی ان مقامات میں تو اَبر صبح کو برسنے کا حکم دے تو ننھّی ننھّی ٹھنڈی بُوندوں کے بدلے گرم انگارے ہی برسا۔

ہاں او وادی اُشّی! تو مجھے البتہ محبوب ہے جہاں شام کو ٹھنڈی ہَوا کے جھونکے اِدھر اُدھر سیر کرتے پھرتے ہیں۔ کیونکہ تو ان رشک حاتم نوجوانوں کا مسکن ہے جو اپنے قبیلہ کی طرف سے دیّت[4] و قرض ادا کرتے ہیں اور اُس زمانے میں وہ حقوقِ مہمانداری ادا کرنے والے ہیں جب پو پھٹنے کے پہلے نہ برَسنے والے رفیق[5] ابر کے شامیانے چھم چھم کرنے والے ریگستانی فرش پر تنے رہتے ہیں۔ اور جب قحط خلقِ خدا پر اَپنے دانت تیز کرتا ہے تو

---

[1] مقام کا نام ہے۔
[2] مقام کا نام ہے۔
[3] یمن کا کشمیر ہے۔
[4] اُس مال کو کہتے ہیں جسے قاتل قتل کے عوض میں ادا کرے۔
[5] عرب اسے علامتِ قحط سمجھتے ہیں۔

وہ اس کو دندان شکن جواب دینے والے ہیں۔ اگر صبارفتار گھوڑوں کی پیٹھوں پر اُن کو دیکھو تو ایسے شہسوار معلوم ہوں گے جس کے زبردست اعضاء میں نام کو جُنبش نہیں۔ اور ان کے تیز قدم گھوڑے اپنی سُموں سے پتھریلی زمین میں شعلے بھڑکاتے ہیں۔ اُن کے چُولھے راکھوں[1] سے بھرے رہتے ہیں۔ ان کی پاکدامن بیبیاں ان کو عزیز رکھتی ہیں۔ جب سردی لمبی ناکوں سے بہا دیتی ہے۔ بدلی برسنے کا نام نہیں لیتی۔ اُس وقت یہ اپنے قبیلہ کی بیوہ عورتوں اور مساکین پر ابرِ کرم[2] برساتے ہیں۔

ان نوجوانوں کے وہ اُونٹ جن پر بہار کے دنوں سواری کی جاتی ہے۔ اور جو بلند کوہان والے ہیں بڑے ہی بدبخت ہیں۔ کیونکہ عام بخشش کی وجہ سے اپنے بڑے نیزوں والے مالک سے ہمیشہ جُدا ہو جاتے ہیں۔ ان کی کریمۃ النسب اُونٹنیاں چراگاہ نہیں جاتی۔ کیونکہ کون جانتا تھا کہ ان کا مہمان کب قدم رنجہ فرمائے گا۔ اُن کے دسترخوان کے پیالے لذیذ کھانوں سے بھرے ہوئے بالکل تاج پوش معلوم ہوتے ہیں۔

اَے وادی اشّی! میرے دل میں اَب کوئی ہوس باقی نہیں۔ اگر ہے تو یہ ہے کہ کاش میں اپنے منتخب چمکتی تلوار والے دوستوں کے ساتھ جو چھوٹے چھوٹے بال والے قدم باز اور بپھرنے والے گھوڑوں پر سوار ہوتے جن کی سُموں سے پتھر کے ٹکڑے ایسے اُڑتے جیسے چھواروں کی گٹھلی توڑنے والے پتھر سے گٹھلیاں۔ صبح ہی صبح آمیج۔ سمنان میں گزرتا ہوتا اور ان دوستوں پر چادریں نہ ہوتیں بلکہ تبع[3]، اور نبع[4] کی شاخوں کی کمانیں زیبِ دوش ہوتیں۔ اور میرا یہ مختصر سا قافلہ شرم کی گھاٹیوں سے گزرتا ہوا تیرے سبزہ زار باغوں کے گرد خیمہ زن ہوتا اور ہماری چاروں طرف سفر کی وجہ سے دُبلے ہونے والے اُونٹ ہوتے، اُس وقت میں

---

[1] علامتِ قحط اس کو عرب جانتے ہیں۔ [2] کثرتِ ضیافت سے کنایہ ہے۔

[3] علامتِ قحط اسے عرب جانتے ہیں۔ [4] یہ وہ درخت ہیں جس کی کمان بڑی مضبوط ہوتی ہے۔

تجھ سے پُوچھتا کہ اَے وادیٔ اُشّی ! اُس رشکِ فردوس چمن کا کیا حال ہے، جس تک زمانے کا ہاتھ نہیں پہنچا۔ جہاں وہ پاکدامن لڑکیاں سکونت گزیں ہیں جو بالکل گُڑیا معلوم ہوتی ہیں جن پر فدا ہونے والے وہ شریف النّسب نوجوان ہیں جو اَپنے گھروں میں تو آقا ہیں مگر جب تم اُن کے ساتھ اُن کے کجاروں میں سفر کرو تو تمہارے خادم بنے رہیں گے۔ اُنھیں دوشیزہ لڑکیوں میں میری ہرنی روَیقہ بھی ہوگی۔

اور پھر میں اپنے غبار آلُودہ زلفوں والے دوستوں کے ساتھ سفر کے تکان سے سوجاؤں اور میری پیاری روَیقہ مجھے خواب میں نظر آئے۔

ہاں ہاں، میرے دونوں[۵۱] دوستو ! خاموش۔ خاموش۔ وہ دیکھو۔ روَیقہ دَبے پاؤں چلی آرہی ہے۔ کیسی خوبصُورت معلوم ہوتی ہے۔ حنابستہ اُنگلیاں تو بالکُل اُسروع[۵۲] ہی معلوم ہوتی ہیں۔ کمر تو مُہار سے بھی پتلی ہے۔ دانت تو بالکُل گُلِ بابونہ ہی ہیں۔ نہیں حبابِ دریا ہیں۔ نہیں نہیں اولے ہیں۔ قامت نیزہ سا سڈول سیدھا ہے۔ آنکھیں نشیلی ہیں۔ او میری سفید[۵۳] اُونٹنی کے ہانکنے والے ! گاوانِ صحرائی کی آنکھوں اور ان کی آنکھوں میں تو ہی بتا کیا فرق ہے ؟ جوڑا بندھے ہوئے بال چھواروں کے خوشے معلوم ہوتے ہیں۔ ایں ! اِس وقت اِس نے خمار کیوں نہیں اوڑھا ؟ ہاں ہاں سچ تو ہے، مجھ سے پردہ ہی کیوں کرنے لگی۔ آ ! روَیقہ ! آ، میرے پالان کے پاس بیٹھ جا ! — اَپنے آبِ دہن سے میرا سوزِ دل بُجھا۔ ہاں یہ تو بتا، تُو آئی کیونکر ؟

---

[۵۱] عربوں کی رسم ہے کہ شعر میں دو کو مخاطب کیا کرتے ہیں۔

[۵۲] یہ ایک کیڑہ ہے جو ریگستان میں ہوتا ہے۔ اس کا سر سُرخ تو ہوتا ہے مگر اور بدن سفید۔ عربی شعرا مہندی لگی ہوئی اُنگلیوں کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کیا سچی تشبیہ ہے۔

[۵۳] عربی شعرا ہمیشہ اپنے کلام میں اس کو مخاطب کرتے ہیں۔

تیری نزاکت تو تجھے پڑوسن کے یہاں بھی نہیں جانے دیتی تھی۔ روَیقہ! قسم ہے برَسنے والی بدلیوں اور چمکنے والے تاروں کی، میں تجھے بھولا نہیں اور نہ عیش و راحت اور طویل عہد نے نجد میں دامن[۱] زمین پر کھینچ کے اٹکھیلیاں کر کر کے چلنے کا سماں میری لوحِ دل سے محو کیا اور نہ اپنے دل کی قسمت میں مَیں نے تیرے سوا کسی اور کو شریک ....

ایں[۲]! ایں!! کہاں جاتی ہو؟ اچھا جاتی ہو تو مجھے توشہ لے دینے دو۔

[مخزن لاہور، مارچ ۱۹۰۵ء]

---

[۱] دامن زمین پر کھینچ کے چلنا اہلِ عرب کے نزدیک تبختُر کی علامت ہے۔

[۲] یہ ایک محاورہ ہے جس کو عرب بازدید کے موقع پر بولتے ہیں۔

میری اور مخزن کی تاریخ

"مکرمی دام لطفکم

السلام علیکم۔ مخزن کی اپیل پر اپنی سخت عدیم الفرصتی کے باوجود اپنی سرگزشت کی چند سطریں بھیجتا ہوں۔ قبول ہوں۔ آپ کے اسلامی شاہنامہ کی تعریفیں سُن رہا ہوں۔ خدا کرے اپنے کانوں سے سُننے کا اتفاق ہو۔ اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

والسلام سید سلیمان، ۲۸ جنوری ۱۹۲۹ء"

غالباً ۱۹۰۱ء تھا، ندوۃ العلما کا سب سے عظیم الشان اجلاس عظیم آباد پٹنہ میں منعقد تھا۔ اُس وقت میری عُمر کم و بیش سولہ ۱۶ برس کی تھی۔ یہ قومی اجلاس میری زندگی کا پہلا جلسہ تھا۔ اس اجلاس کے سب سے ممتاز مقرر شیخ عبدالقادر صاحب تھے، انھوں نے "کتُب خانہ کی ضرورت" پر ایک تحریر ایسی دلآویز صورت میں پڑھی تھی کہ سارا جلسہ اَحسنت و آفریں کے ہنگامہ سے پُر تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اُس جلسہ میں دو ۲ اہم اُردو صحیفوں کے اجراء کا اعلان ہوا تھا جن میں ایک اُس زمانہ کے ہردلعزیز اتحاد اسلامی دعوت کے اوّل داعی انشاءاللہ خاں مرحوم کے "وطن" کا اور دوسرے شیخ عبدالقادر کے "مخزن" کا۔

اجلاس کے بعد ہی مجھے لکھنؤ میں بغرض تعلیم "ندوہ" آنے کا اتفاق ہوا اور اُدھر لاہور

سے "مخزن" نکلا، اور اس شان سے نکلا کہ تمام اہلِ نظر پکار اُٹھے ع

اس طرح کا جمال ہو، ایسا شباب ہو

اُس وقت تک انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب اُردو انشا پردازی سے نا آشنا تھے۔ "مخزن" پہلی بزمِ سخن تھی جس میں نئے اور پُرانے انشا پرداز اکٹھے ہوئے۔ جدید تعلیم یافتہ اصحاب نے اُردو میں سخن وری اور سخن سرائی کی طرف توجہ کی۔ اُس عہد کے پُرانے تجربہ کار اہلِ قلم، اُس زمانہ کے شوخ اور البیلے مضمون نگار اور شاعر تھے: ڈاکٹر سر اقبال، چودھری خوشی محمد ناظر، میر نیرنگ، سید حسرت موہانی، مولانا محی الدین آزاد المعروف مولانا ابُوالکلام آزاد، مولانا غلام یٰسین آہ دہلوی (برادر مولانا ابُوالکلام) وغیرہ اس بزم کے سخن ور اور نثّار تھے۔

یہ پہلا رسالہ تھا جو میری علمی و ادبی ہوش و تمیز کے عہد میں نکلا۔ اس کو دیکھ دیکھ کر میری طبیعت نے بھی جولانی دکھائی اور اس روِش پر بے اختیارانہ قدم پڑنے لگے۔ "وقت"[۵۱] کے عنوان سے عُمر میں پہلا مضمون لکھا، جس نے "مخزن" کے صفحات میں جگہ پائی۔ اس کے بعد ایک نظم لکھ کر بھیجی جو انتخاب میں نہ آئی کہ میں کبھی اچھا شاعر نہ تھا، لیکن اس کے بعد جبکہ حماسہ میرے درس میں تھی ایک مضمون "معشوقۂ عرب کی یاد" لکھا، جس کو پھر "مخزن" نے قبول کیا اور یہی "مخزن" میں میری آخری تحریر تھی۔

آہ، آج ان واقعات پر چوتھائی صدی کا زمانہ گزر گیا۔ اس عرصہ میں قلم نے ہزاروں صفحات سیاہ کیے، سینکڑوں مضامین لکھے، مُلک کے بڑے بڑے رسائل نے میرے حوصلہ سے زیادہ قدر افزائی کی، لیکن یہ یاد رکھیے کہ وہ خوشی جو "مخزن" میں اپنے ابتدائی مضمون کے شائع ہونے سے ہوئی تھی پھر حاصل نہ ہوئی۔ اور جیسے جیسے زمانہ گزرتا جارہا ہے وہ چیز جو کبھی دُنیا کی خوشی اور مسرّت کا سرچشمہ معلوم ہوتی تھی آج اس کی سراب سے زیادہ نظر نہیں آتی ـــــ پھر دُنیا میں حقیقی خوشی کیا ہے۔؟

[مخزن لاہور۔ سالگرہ ۱۹۲۹ء]

---

[۵۱] "وقت" نہیں "آخر وقت" ـــــ دِسنوی

Form No. I Book No..............

UNIVERSITY LIBRARY, ALLAHABAD

Date Slip

The borrwer must satisfy himself before leaving the counter about the condition of the book which is certified to be complete and in good order. The last borrower is held responsible for all damages.

An overdue charge will be charged if the book is not returned on or before the dt last stamped below.

بہار اردو اکادمی
BIHAR URDU ACADEMY